# نقیبِ ختمِ نبوت

ملتان

شعبان، رمضان ۱۴۰۹ھ — مارچ، اپریل ۱۹۸۹ء

## مسلمانو!

### ہمارے صرف تین دشمن ہیں:

○ دشمنِ خدا ○ دشمنِ رسول ○ دشمنِ ازواج و اصحابِ رسول

آئیے متحد ہو کر پاکستان کو کمیونسٹوں، مرزائیوں اور رافضیوں کی لوٹ کھسوٹ اور تخریب کاری سے بچانے کا عہد کیجئے۔

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ — شعبۂ تبلیغ — عالمی مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

# پاکستان کیا ہوگا ــــ؟

مجھے پاکستان بن جانے کا اتنا ہی یقین ہے جتنا اس بات پر کہ صبح کو سورج مشرق سے طلوع ہوگا! لیکن یہ پاکستان وہ پاکستان نہیں ہوگا جو دس کروڑ مسلمانانِ ہند کے ذہنوں میں اس وقت موجود ہے اور جس کے لئے آپ بڑے خلوص سے کوشاں ہیں۔ ان مخلص نوجوانوں کو کیا معلوم کہ کل ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟

انسانیت کی جو تباہی ہوگی، عورت کی جو بے حرمتی ہوگی، اخلاق و شرافت کی تمام قدریں جس طرح پامال ہوں گی تم اس کا اندازہ بھی نہیں کرسکتے، لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں وحشت و درندگی کا دور دورہ ہوگا۔ بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہوجائیگا انسانیت اور شرافت کا گلا گھونٹ دیا جائے گا۔ نہ کسی کی عزت محفوظ ہوگی نہ مال نہ جان نہ ایمان ــ اور اس سب کا ذمہ دار کون ہوگا؟

"اِدھر مشرقی پاکستان ہوگا۔ اُدھر مغربی پاکستان ہوگا درمیان میں چالیس کروڑ متعصب ہندو کی آبادی ہوگی جس پر اس کی اپنی حکومت ہوگی۔ ہندو اپنی مکاری اور عیاری سے پاکستان کو ہمیشہ تنگ کرتا رہے گا اسے کمزور بنانے کی ہر کوشش کرے گا اس تقسیم کی بدولت آپ کے دریاؤں کا پانی روک دیا جائیگا۔ آپ کی معیشت تباہ کرنے کی کوشش کی جائیگی اور آپ کی حالت یہ ہوگی کہ بوقت ضرورت مشرقی پاکستان مغربی پاکستان کی اور مغربی پاکستان مشرقی پاکستان کی کوئی سی مدد کرنے سے قاصر ہوگا۔ اندرونی طور پر پاکستان میں چند خاندانوں کی حکومت ہوگی اور یہ خاندان زمینداروں صنعت کاروں اور سرمایہ داروں کے خاندان ہوں گے انگریز کے پروردہ فرنگی سامراج کے خودکاشتہ پودے" نوابوں اور جاگیرداروں کے خاندان ہونگے جو اپنی من مانی کارروائیوں سے محب وطن اور غریب عوام الناس کو پریشان کرکے رکھ دیں گے غریب کی زندگی اجیرن ہوجائے گی ان کی لوٹ کھسوٹ سے پاکستان کے کسان اور مزدور نانِ شبینہ کو ترس جائیں گے امیر دن بہ دن امیر تر ہوتا چلا جائیگا اور غریب غریب تر۔" لیکن تم یہ سب کچھ نہیں دیکھ سکتے۔ تمہاری آنکھوں میں تمہاری اپنی خودغرضیوں اور ہوس پرستیوں نے پردہ ڈال رکھا ہے اور تم ایک ایسے شخص کی مانند ہو جو عقل رکھتا ہے مگر صحیح بات سوچنے سے عاری ہے کان ہیں مگر سن نہیں سکتا آنکھیں ہیں مگر بصیرت چھن چکی ہے اس کے سینے میں دل تو دھڑک رہا ہے مگر احساسات سے خالی محض گوشت کا ایک لوتھڑا۔ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ

بانیٔ احرار امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطاب: ۲۶/اپریل ۱۹۴۷ء
اُردو پارک دہلی

# نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

دَورِ اشاعت : ۲ ○ سلسلہ اشاعت ۳،۴
شعبان المعظم / رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ ◎ مارچ / اپریل ۱۹۸۹ء

## سرپرست اکابر:

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہٗ
مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہٗ
مولانا حکیم محمود احمد ظفر مدظلہٗ
مولانا محمد عبداللہ مدظلہٗ
مولانا عنایت اللہ چشتی مدظلہٗ
مولانا محمد عبدالحق مدظلہٗ

## رفقاءِ فکر:

حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہٗ
سید عطاء المحسن بخاری
سید عطاء المؤمن بخاری
سید عطاء المہیمن بخاری
سید محمد کفیل بخاری
سید عبدالکبیر بخاری
سید محمد ذوالکفل بخاری
سید محمد ارشد بخاری
سید خالد مسعود گیلانی
عبداللطیف خالد ○ اختر جنجوا
عمر فاروق ظفر ○ محمود شاہد
قمر الحسنین ○ بدر منیر احرار
◎

## اس شمارے میں

دل کی بات ۔ سید کفیل بخاری ۲
تجزیہ ۔ محبتوں کا قتل، نفرتوں کی پرورش ۔ قمر الحسنین ۴
"خوگرِ حمد سے تھوڑا گلہ بھی سن لے" سید عطاء المحسن بخاری ۱۶
ماں وہ کہ جس کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے ۔ شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی ۲۲
تیغ و شمشیر (آخری قسط) مولانا عبدالحق چوہان ۲۹
ضرورتِ نبوت (آخری قسط) حکیم محمود احمد ظفر ۳۴
شہرِ رمضان مولانا ابوالکلام آزادؒ ۴۸
امیر المؤمنین یزید شہید محمد ارشد اعوان ۴۹
سلام ۔ بیادِ شہدائے ختم نبوت شورش کاشمیریؒ ۵۶
کیا مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا؟ سید عطاء المحسن بخاری ۵۷
بیادِ شہدائے ختم نبوت سید محمد کفیل بخاری ۶۴
زباں میری ہے بات ان کی ۔ آغا غیاث الرحمٰن انجم ۶۵
قاتل پوچھتا ہے (نظم بیادِ شہدائے ختم نبوت) ساغر صدیقیؒ ۶۸
زوالِ امت کا الہامی علاج محمد شاہد شوکت ۷۰
نعت خادم کیتھلی ۷۶
مرزائی ۔ وزارتِ پٹرولیم اور اٹیمی توانائی کمیشن شاہین بھٹی ۷۷
شیطانی ہفوات کے بارے میں چونکا دینے والے انکشافات ہارون الرشید ۸۴
لپ اسٹک والی جمہوریت محبوب سبحانی ۹۲
چمن چمن اجالا ۔ شہر شہر سے جماعتی سرگرمیوں کی رپورٹیں ۹۴
حاصلِ مطالعہ : محمد حسن چغتائی ۱۱۲

رابطہ : مدرسہ معمورہ
دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان
فون نمبر ◎ ۷۲۸۱۳
قیمت : ۶ روپے ◎ سالانہ ۵۰/- روپے

# مرزائیوں کے صد سالہ جشن پر پابندی مگر.....؟

حکومت پنجاب نے ایک حکم کے تحت ۲۳ مارچ کو ربوہ میں منعقد ہونے والے مرزائیوں کے صد سالہ جشن پر پابندی عائد کردی ہے۔ بلاشبہ یہ ایک مستحسن فیصلہ ہے جس سے مسلمانوں کے دینی جذبات کی قدر و ترجمانی ہوئی ہے اور حالات کو ایک بڑے خطرے سے بچا لیا گیا ہے۔ حکومت پنجاب مبارکباد کی مستحق ہے لیکن کچھ مسائل ایسے ہیں جن پر فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ ڈپٹی سیکریٹری فنانس پنجاب رشید احمد مرزائی ہے جو اسرائیل میں مرزائی مشن کے سابق سربراہ شریف احمد کا بیٹا ہے اسی طرح دیگر شعبوں میں مرزائی گھسے ہوئے ہیں، ربوہ سے کفر و ارتداد پر مبنی مرزائی رسائل و جرائد شائع ہو رہے ہیں۔ حکومتِ پنجاب مرزائی لٹریچر پر پابندی عائد کرے اور مرزائی افسروں کی کڑی نگرانی کرے نیز حساس عہدوں سے انہیں برطرف کرے۔

جب سے عوامی حکومت کی ولادت ہوئی ہے مرزائیوں، رافضیوں اور کمیونسٹوں کی سرگرمیاں عروج پر ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکومت سیکولرازم کی آڑ میں ان کی پشت پناہی کر رہی ہے۔

۱۹۸۴ء میں ساہیوال میں دو مسلمانوں اور سکھر میں دو مسلمانوں کو شہید کرنے والے مرزائی جو سزائے موت پر عملدرآمد کے منتظر تھے سزا سے بچ گئے ہیں۔ امتناع قادیانیت آرڈیننس کی کھلی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ مسٹر نسیم احمد (مرزائی) کو اقوام متحدہ میں پاکستان کا مندوب بنانے کی تجویز سامنے آئی ہے۔ موصوف بھٹو دور میں سیکریٹری اطلاعات رہے اور موجودہ انتخابات میں پی پی کی انتخابی مہم کے انچارج تھے۔ سندھ کا سیکریٹری کنور ادریس مرزائی ہے۔ کئی اعلیٰ سول و فوجی عہدوں پر مرزائی قابض ہیں۔ ذرائع ابلاغ پر لادینیت کا پرچار، دینی اداروں کو کمزور کرنے کیلئے تہذیبی یلغار، شمالی علاقوں میں رافضیوں کی غیر معمولی سرگرمیاں، ایران پاکستان مشترکہ دفاعی لائن کے قیام کا منصوبہ یہ ایسی شہادتیں ہیں کہ ان سے صرفِ نظر ناممکن ہے۔ یہ سب کچھ جس رفتار اور انداز سے ہو رہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کو دوسرا "شام" بنایا جا رہا ہے اور

ملک کو بتدریج سیکولر سٹیٹ کی حیثیت دی جارہی ہے۔ یقیناً یہ نظریہ پاکستان سے انحراف ہے ہم اپنے موقف میں اس لئے حق بجانب ہیں کہ ایک طرف ارباب حکومت اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور کہلاتے ہیں دوسری طرف اس وقت تک کسی دینی مسئلہ پر توجہ نہیں دی جاتی جب تک کوئی احتجاجی سلسلہ نہ شروع ہو اور کچھ جانی و مالی نقصان نہ ہو۔

ان حالات کی روشنی میں دو باتیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں :

۱۔ ارباب حکومت دین سے قطعاً باغی ہیں اور یہ سب کچھ شعوری طور پر کیا جارہا ہے۔

۲۔ اگر ایسا نہیں تو پھر دین کے بارے میں جو سوچ پیدا ہوئی ہے اور جو رویہ اختیار کیا گیا ہے یہ مروجہ مغربی جمہوری نظام کو قبول کرنے کا منطقی نتیجہ ہے کہ حکمران اور سیاست دان دینی غیرت سے محروم ہو چکے ہیں اور اس کے اثرات قوم پر بھی مرتب ہو رہے ہیں۔

اگر ملک و قوم کی بقا مقصد ہے تو ان حالات کو بہر نوع تبدیل کرنا ہوگا ورنہ مستقبل میں مرزائی، رافضی اور کمیونسٹ ناقابلِ تلافی نقصان پہنچائیں گے۔

موجودہ حالات دینی حلقوں کے لئے لمحہ فکریہ ہیں کہ وہ اب اس ملک میں کس طرح جینا پسند کریں گے؟ انہیں زندہ رہنے کیلئے بہرحال کوئی نہ کوئی رخ متعین کرنا ہوگا۔ حکومت اپنی پوزیشن واضح کرے اگر وہ واقعی اسلام سے مخلص ہے اور مسلمانوں کے دینی جذبات کا احساس رکھتی ہے تو پھر لادین طبقوں کی ان سرگرمیوں کا فوری نوٹس لے امتناعِ قادیانیت آرڈیننس پر مؤثر عملدرآمد کرائے اور مقامِ صحابہ کا تحفظ کرتے ہوئے تحفظِ صحابہ آرڈیننس کو بھی مؤثر بنائے۔ اور ذرائع ابلاغ سے مغربی تہذیبی یلغار کو فوراً بند کرے۔

**تجزیہ**

قمر الحسنین

## میرے پاکستان میں

# محبتوں کا قتل اور نفرتوں کی پرورش

- علمائے کرام سے گزارش
- پاکستانی ذرائع ابلاغ کا کردار
- افغانستان میں عبوری اسلامی
- پاکستانی ثقافتی عورتوں کی گالیاں
- حکومت کا قیام اور رافضی سازشیں
- ملعون شخص مسلمان جرنیل

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کی قرارداد پاکستان سے لے کر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء تک کا معرکہ تحریک پاکستان بڑا مختصر سا عرصہ ہے۔ مگر امتِ مسلمہ جس بے جگری اور جس والہانہ انداز سے اس میں کودی اور نمرودی آگ کو جس ابراہیمی جذبہ سے بجھایا وہ تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ اور ظاہر ہے امتِ رسولؐ کا یہ جذبۂ دروں صرف اور صرف اس خواب کی زندہ تعبیر دیکھنے کے لئے تھا کہ ایک ایسا خطۂ زمین جس میں اللہ کی حاکمیت ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہو، صحابہ و اہل بیت کی معیاری زندگیوں کے جاوداں نقوش کی خوبصورت بنیادوں پر ایک ملت کی تشکیل جدید ہو، ایک معاشرہ ابھر کر دنیا کے سامنے آئے جس میں ماضی کے نقوش کے جلوے پائے جائیں۔ ایک ایسا تمدنی، تہذیبی اور ثقافتی انقلاب بپا کیا جائے جس پر سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گہری چھاپ ہو ـــــ مگر آہ! برطانوی و امریکی درباروں کی دہلیز چاٹنے والے پاکستانی سیکولر حکمرانوں انگریز سے وراثت میں ملی ہوئی بیوروکریسی اور سیاست بازوں نے اس امت کا حلیہ بگاڑ دیا۔ انہوں نے سفارش اور رشوت کی لعنت کے سہارے مرزائی، رافضی اور لادین عناصر کو ملک کے تمام محکموں میں مضبوط عہدے تفویض کئے، جن کے اختیارات اتنے وسیع تھے کہ ان کی تمام تر بدکاریوں، حرام خوریوں اور ظلم و ناانصافیوں کے باوجود ان پر کبھی کوئی گرفت نہ ہوئی۔ اس ستم میں وزارتوں کے قلمدان برابر کے مجرم رہے اور اس جرم کی بنیاد برادری، علاقائیت، لسانیت اور قومیت پر مبنی تھی، جس مجرم کی بھی شکایت کی گئی تو یہ کہہ کر کسی بڑے نے اس کی حفاظت کی کہ "یہ اپنا آدمی ہے"۔ قطع نظر اس سے کہ وہ اپنا آدمی "مرزائی ہے" رافضی ہے، بدعقیدہ و بداعمال ہے، کمیونسٹ ہے، سیکولر ہے،

اور لادین ہے "چونکہ وہ اپنا آدمی ہے" لہٰذا اس کی پشت پناہی کی جائے۔ اور اب کہ ان اپنے آدمیوں کی تیسری نسل سے یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔ ایک حد تک اس میں کچھ کمی آئی، تو ضیاء الحق مرحوم کے دور میں جب ملازمین کی دینی حیثیت کی چھان پھٹک بھی کی گئی۔ اس کے علاوہ کسی شخص یا جماعت کا عہد حکومت اس لعنت سے پاک نہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ملک میں ملازمتوں اور عہدوں کی بندر بانٹ سے نفرتیں پیدا ہوئیں۔ مہاجر قومی موومنٹ، جئے سندھ، سرائیکی قومی موومنٹ، پنجابیت، پشتون ازم، بلوچ ازم ـــــ اور نہ جانے ابھی کتنے ناگ اپنی بلوں سے نکلیں گے اور نفرتوں کے یہ ناگ اُمتِ مسلمہ کی اکائی کو تقسیم در تقسیم کے ذلیل ہتھکنڈے کے ذریعے کتنے دائروں میں بانٹ دیں گے۔ جب نفرتوں کی آگ معاشرے میں چھپی ہوئی قومیتوں کے مابین بھڑک اُٹھے گی تو کون ہے جو اس کو بجھا سکے گا؟ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جب بھی نفرت کسی قوم کی پہچان بنی ہے نہ وہ خود زندہ رہی اور نہ ان کا ملک و مذہب! ـــــ اور تاریخ اس پر بھی شاہد ہے کہ مسلمانوں پر نفرتوں کے سیاہ بادل سب سے پہلے اس وقت اُمڈے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں سے ہٹ کر عجمی طریقوں کو اپنایا گیا، انہی عجمی طریقوں نے نبیؐ کی اپوزیشن پیدا کی پھر لوگوں نے انہی عجم زادوں کے فلسفوں کو قبول کیا، کیونکہ انہوں نے نہایت خوبصورت طریقوں سے عورت کو گھر سے نکال کر اپنے فلسفہ ریاست اور عورت کو لازم و ملزوم بنا کر پیش کیا۔ اور لذتیت کے پرانے کافرانہ جال میں مسلمانوں کو پھنسا دیا۔ موجودہ عہد حکومت ماضی کی انہی یادوں کو تازہ کر رہا ہے اور ضیاء الحق کے عہد حکومت میں دبکے ہوئے عجمی منافق اور دولت زادے اب سر اٹھا رہے ہیں اور کوڈ ورڈ "وہی اپنا آدمی ہے"۔ لیکن سابقہ نفرتوں میں ایک مزید نفرت کی دیوی کا اضافہ ہوا ہے۔ اور وہ ہے سیاسی نفرت! جو سیاسی مجنونوں کا مارا ہوا ہے وہ منصب دار ہے۔ موجودہ حکومت اس ظلم میں سابقہ حکومتوں سے بڑی مجرم ہوگی۔ اگر محبت و نفرت کا دارومدار صرف پی پی پی کا وجود سمجھا گیا، کیونکہ سابقہ نفرتوں کے پالے ہوئے سنپولیے اب اژدہا بن چکے ہیں۔ اور موجودہ حکومت نے اگر انہیں صرف اپنی محبت کے معیار کی بنا پر پالا پوسا تو پھر مرزائی، رافضی، سیکولرسٹ اور کمیونسٹ یہ عناصر اربعہ خبیثہ امتِ مسلمہ کو نفرتوں کی بنیاد پر تقسیم کر کے اپنے مذموم مکروہ اور ذلیل مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ کیونکہ طبقاتی کشمکش پر ان جارحوں کا ایمان ہے اور اس طبقاتی کشمکش کی تخلیق کے لئے یہ منافق ہر روپ دھار لینے میں آمادہ ہیں۔ ہم نے بھٹو کے دور میں بھی یہی بات کہی اور اب بھی یہی کہتے ہیں۔

حکومت اپنے رویے میں تبدیلی پیدا کر کے وفاق کو مضبوط کرے۔

# علماء سے گذارش

۲۷ فروری کو راولپنڈی میں تمام مکاتب فکر کے علماء جمع ہوئے اور متحدہ علماء کنونشن کے نام سے اجتماع منعقد ہوا۔ مجلس احرار اسلام کو بھی دعوت نامہ پہنچا مگر ہم بوجوہ اس میں شریک نہ ہو سکے۔ علماء کرام کے جو فیصلے اخبارات کے ذریعہ منظر عام پر آئے وہ یہ ہیں :۔

۱۔ عورت کی حکمرانی غیر شرعی ہے۔ تحریک چلانے کا اعلان۔ فتوے پر پندرہ سو علماء کے دستخط۔

۲۔ اسلامی اتحاد کی حکومت پنجاب میں نفاذ اسلام کے لئے اقدامات کرے۔

۳۔ آٹھویں ترمیم ختم نہ کی جائے۔ ۴۔ ۱۰ مارچ یوم احتجاج ۵۔ وفاقی حکومت کی تقریبات کا بائیکاٹ

۶۔ مجاہدین افغانستان کی حمایت اور فتح پر مبارک باد

اس سلسلہ میں ۲۳ رکنی سپریم کونسل کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔ کنونشن کے درج ذیل مقاصد سامنے آئے ہیں۔

۱۔ شریعت مصطفوی کا نفاذ ۲۔ خاتون کی حکمرانی سے نجات ۳۔ قادیانیت کی بیخ کنی۔

علماء کرام کے فیصلے اور مقاصد بڑے خوبصورت ہیں، مگر ہم بڑے ادب سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ جب انہوں نے مروجہ انتخابی نظام اور جمہوریت کو قبول کیا ہے تو پھر جمہوریت کے فیصلوں اور نتائج کو قبول کرنے سے انکار کیوں ہے جمہوریت نے تو عورت کو ووٹ دینے، ووٹ لینے، الیکشن لڑنے، پارلیمنٹ میں جانے، اقتدار پر براجمان ہونے، جلسہ جلوس بازی اور بازی پلٹنے کا بھی حق دیا ہے۔ بلکہ وہ تمام حقوق دیئے ہیں جو ہم سوچ بھی نہیں سکتے اور جمہوریت میں یہ انسانی آزادی ہے۔ مجلس احرار اسلام کا شروع دن سے یہ موقف ہے کہ اسلام میں جمہوریت نہیں، اور جمہوریت میں اسلام نہیں۔ دونوں الگ الگ نظریہ حیات اور نظام ریاست ہیں۔ اسلام اور جمہوریت میں بعد المشرقین ہے۔ ہماری تو جنگ ہی یہ ہے کہ "اسلام کفریہ نظاموں کے سہاروں کا محتاج نہیں، اور اسلام کا مقصد اسلام کی حکومت کے سوا کچھ نہیں۔

محترم علماء کرام! آپ غور فرمائیں کہ ایک طرف تو پاکستان کی دینی سیاسی جماعتیں مروجہ جمہوری پارلیمانی نظام کا حصہ اور پرزہ بن کر اسے قبول کر چکی ہیں۔ اور نظام کے سانچے میں ڈھل کر نفاذ اسلام کے خواب دیکھ رہی ہیں، دوسری طرف جمہوری فیصلے کے ذریعہ جب عورت اقتدار پر براجمان ہوئی ہے تو جمہوری دینی حلقے" جمہوری فیصلے کے خلاف سراپا احتجاج بن گئے ہیں۔ عورت کی حکمرانی کی بحث اور جواز و عدم جواز تو اسلام میں ہے، جمہوریت میں نہیں۔

جمہوریت قبول کرکے بحث اسلام کی چھیڑنا۔

ع بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

یہ ایک زبردست تضاد ہے کہ خود تو جمہوری عمل سے پارلیمنٹ میں بیٹھے ہیں۔ اور یہی عمل اگر بے نظیر زرداری کو وزیراعظم بناتا ہے تو وہ حرام ہے۔

ے تمہاری زلف میں آئی تو حُسن کہلائی

وہ تیرگی جو مرے نامہ سیاہ میں ہے

مجلس احرار اسلام پاکستان کی واحد دینی جماعت ہے جس نے تحریر و تقریر کے ذریعہ مروجہ الیکشن اور جمہوریت کو ایک کافرانہ نظام ریاست کہا اور لکھا۔ اکابر احرار نے برسوں پہلے جب دینی حلقوں کو جمہوریت کے موجودہ نتائج سے خبردار کیا تو احرار کی صدائے حق پر دینی حلقوں نے پھبتیاں اُڑائیں اور ناکام سیاسی سوچ کا طعنہ دیا گیا۔ احرار نے اس ناکردہ جرم کی پاداش میں موجود دسیاسی منظر سے ہٹنے میں دریغ نہیں کیا۔ مگر نتائج کا سوالیہ نشان آپ کے سامنے ہے؟

علماء کرام! ہم آپ کے مقاصد سے متفق ہیں اور نیت پر شبہ کیے بغیر پھر کہتے ہیں کہ اگر ان مصائب و مشکلات سے نجات حاصل کرنے کا عزم ہے تو پھر پورے جمہوری نظام سے گلوخلاصی کیلئے جدوجہد کریں۔ نظام کا حصّہ بن کر اس کے خلاف بات کرنا آپ کے منصب اور مقصد کی توہین ہے اور جدوجہد لاحاصل ہے۔ آپ اپنے متضاد سیاسی طرز عمل پر غور کریں۔ جب آپ خالصتاً دینی جدوجہد کا عزم کریں گے تو آپ ناقابل تسخیر قوت بن کر اُبھریں گے۔ افغان مجاہدین نے جو کامیابی حاصل کی ہے وہ جمہوریت کے ذریعہ نہیں تبلیغ اور جہاد کے ذریعہ، یہی نفاذ اسلام کے صحیح راستے ہیں۔ گزشتہ دنوں افغان مجاہدین کے ایک کمانڈر مولوی محمد یونس خالص نے راولپنڈی میں اخباری پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

" حکومت بنانے کا حق صرف اور صرف علماء اور صلحاء کو ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ اسلامی ممالک کی اکثریت نے موجودہ انتخابی نظام کو قبول کر لیا ہے جبکہ اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ دینی جماعتوں کا موجودہ انتشار اور علماء کرام کے اختلافات بھی اسی نظام کو قبول کرنے کا نتیجہ ہے۔"

اللہ تعالیٰ پاکستان کی تمام دینی تنظیموں کو بلکہ پوری ملت کو یہی کلمہ حق کہنے اور اسی کے تحت جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پاکستان کی دینی جماعتوں کے بزرگ اپنی اپنی صفوں کی تطہیر کریں کیونکہ ان صفوں میں ایسے سرمایہ دار اور مفاد پرست عناصر گھس گئے ہیں، جنہوں نے اپنے مفادات کے حصول کے لئے علماء کی خدمت و احترام اور

دینی اداروں کے مالی تعاون کے روپ میں آگے بڑھ کر دینی جماعتوں کی پالیسیاں تبدیل کر کے رکھ دی ہیں۔ علماء خود بہت بڑی طاقت ہیں۔ انہیں ۲۲ گروپوں میں تقسیم کرنے والے یہی سرمایہ دار ہیں اور پھر ان لوگوں نے نہایت خاموشی اور خوبصورت طریقوں سے دینی جماعتوں کو سیکولر سیاسی جماعتوں کا موالی بنا دیا ہے جس سے سیکولر سیاسی جماعتیں اور شخصیتیں بالا دست بن گئیں۔ دینی جماعتیں اور دینی شخصیتیں سیاسی "ٹول" بن کے رہ گئی ہیں۔ ہم ادب سے کہتے ہیں کہ دینی جماعتیں اور ان کے بزرگ اپنی پالیسیوں اور صفوں پر گہری نظر ڈالیں' اور دینی انقلاب کے لئے آگے بڑھیں. موجودہ روش دینی انقلاب کی نہیں بلکہ زوال' ادبار اور شکست خوردہ ذہنیت کی نمائندگی ہے. علماء کرام نے ۵۶ء کے آئین سازی کے دور میں مروجہ سیاسیات میں سیاسی کردار اپنایا اور آج کہ ۸۹ء ہے' ان تینتیس ۳۳ برسوں میں علماء کو بار بار شکست وریخت کا سامنا کرنا پڑا، اور عمر بھر کی نواگری کا صلہ ۱۲ یا ۱۵ افراد کا اسمبلی یا سینٹ میں پہنچ جانا کیا یہ کامیابی ہے؟ کیا ان افراد کے ذریعہ دینی حکومت کی منزل قریب ہوئی ہے؟ کیا عوام میں علماء کا وقار بلند ہوا؟ کیا امت میں دینی مزاج عام ہوا؟ —— حالات و واقعات ڈنکے کی چوٹ ان تمام سوالات اور دیگر بیسیوں سوالات کا جواب مکمل نفی میں دیتے ہیں اور تو اور خود علماء کرام ان تینتیس برسوں میں اسی مکروہ سیاست کی وجہ سے خوفناک قسم کے انتشار وافتراق کا شکار ہو چکے ہیں۔ تجربہ' ہزیمت اور افتراق کی اس گھاٹی سے گزرنے کے بعد تو موجودہ سیاسی حکمت عملی پر نظرثانی تطہیر اور تبدیلی ازبس ضروری ہے۔ حدیث پاک کے ارشاد کے مطابق

اَلْمُؤْمِنُ لَا یُلْدَغُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَیْنِ

مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جا سکتا۔

اور علماء پاکستان ۵۶ء سے ۸۹ء تک پانچ مرتبہ زخم اٹھا چکے ہیں اور ہر مرتبہ انہیں شکست وریخت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن بار بار اسی سوراخ میں انگلی دیتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں یہ نتیجہ ہے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کی ہمنوائی کا پاکستان کے تمام طبقوں کے علماء اس بار بار کے تجربہ وندامت کے تسلسل سے سبق حاصل کریں۔ اور دینی انقلاب کے لئے مل بیٹھیں۔ ورنہ انہیں مستقبل میں ایک خوفناک مغربی نیشنلزم اور مغربی ثقافتی یلغار کا سامنا کرنا پڑے گا جو ان کی رہی سہی دینی حیثیت کو بھی خس وخاشاک کی طرح بہالے جائیگا۔

مراد ما نصیحت بود و گفتیم

حوالت با خدا کردیم و رفتیم

# افغانستان میں عبوری اسلامی حکومت کا قیام اور رافضی سازشیں

افغان مجاہدین نے اپنے خلوص، ایثار، اور عمل جہاد کی عظیم طاقت سے دنیا کی بہت بڑی طاقت اور اسلام کے سب سے بڑے کھلے دشمن روس کو وہ عبرت ناک شکست دی کہ جس سے تاریخ کا رُخ مڑ گیا ہے۔ ایک نیا باب خون سے لکھا ہے اور دنیا کے نقشہ پر ایک نئی اسلامی عبوری حکومت قائم کر لی ہے۔ افغان مجاہدین کی عبوری اسلامی حکومت کے قیام سے وہ گروپ بہت ناراض ہیں جو ایرانی مجتہد کا ایران میں مقیم ہیں اور افغانستان کی ۱۰ فیصد شیعہ اقلیت کے لئے ۴۰ فی صد حصہ مانگتے ہیں۔ افغان مجاہدین نے انہیں بہت سمجھایا مگر خمینی ازم کے روگی نہ مانے اور اب تک نہیں مان رہے وہ افغانستان کی دینی حکومت میں "باغ فدک" مانگ رہے ہیں۔ اس مطالبہ کے پس منظر میں کوئی استحقاقی مسئلہ نہیں بلکہ طبقاتی مسئلہ ہے۔ ۱۰ فی صد شیعہ آبادی کو ۴۰ فی صد بنا کر افغانستان میں شیعہ انقلاب کا راستہ بنانا ان کے پیش نظر ہے اور بس! حالانکہ ایران میں چالیس فی صد اہل سنت والجماعت کی آبادی ہے حکومت میں تو انہیں کیا حصہ ملنا تھا وہ بیچارے ایران میں بنیادی حقوق سے بھی محروم ہیں اور اس کی وجہ صرف ان کا سُنی ہونا ہے۔ ان کا یہی جرم ایسا سنگین ہے کہ وہ مسلسل سزا پاتے رہیں گے۔ کوئی سُنی حکومت ہو تو ان کے لئے آواز اٹھائے یا خود دنیا بھر کے اہل سنت عبور بن کر بین الاقوامی سطح پر اس مطالبہ میں قوت و شدت پیدا کریں ایران کے سنی بھائیوں کی زندگی بچائیں۔ پاکستانی اور افغانی رافضی ایک حقیر اقلیت ہونے کے باوجود ۴۰ فی صد بلکہ ۱۰۰ فی صد حقوق مانگتے ہیں، جو دنیا کے تمام قوانین کی رُو سے جاہلانہ حرکت ہے۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ ایرانی شیعہ سٹیٹ ایران کے چالیس فی صد سنی مسلمانوں کو وہی حقوق دے جو وہ اپنے لئے پاکستان اور افغانستان میں مانگتی ہے۔ افغانستان کی عبوری اسلامی حکومت کو پوری دنیا میں سب سے پہلے سعودی عرب نے تسلیم کیا ہے۔ اور اسلامی کانفرنس نے اسے رکنیت دی ہے — لیکن حکومت پاکستان نے ابھی تک خاموشی اختیار کی ہوئی ہے جو واضح جانبداری ہے۔ چونکہ شیعہ افغانوں کو عبوری حکومت میں مطلوبہ حصہ نہیں ملا اس لئے پاکستان اسے تسلیم کرنے میں مذبذب ہے اور افغان عبوری اسلامی حکومت پر دباؤ ڈالنا چاہتا ہے اور جب تک ایران سے گھنٹی نہیں بجے گی پاکستان سے بھی ہاں نہیں ہوگی — پی پی پی کی حکومت اپنے رویے پر نظر ثانی کرے اور افغانستان کی عبوری اسلامی حکومت کو فوراً تسلیم کرے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ افغان مجاہدین کا خون بے گناہی رنگ لائے گا اور افغانستان میں صحیح اسلامی حکومت قائم ہو کر رہے گی۔

# پاکستانی ذرائع ابلاغ کا کردار

پاکستانی قومی اخبارات، ریڈیو اور ٹیلیویژن پاکستانی سیاست دان اور حکمران بشمول بیوروکریٹس ایسے مضبوط اور با اختیار ادارے ہیں کہ یہ اپنے امور کی تکمیل میں مولوی کی طرح وسائل کے محتاج نہیں ہیں۔ اس نسبت سے ان کی قانونی اخلاقی و شرعی ذمہ داری یہ ہے کہ امتِ رسولؐ کی اعتقادی، عباداتی اور معاملاتی تعلیم و تربیت مضبوط بندوبست کے ساتھ کریں اور ملتِ ابراہیمیؑ کے بکھرے ہوئے سماجی حلقوں تک معاشرت اور موروثی دین پہچانیں، جو انہیں قرآن و سنّت اور اسلاف سے ملا ہے تاکہ پاکستانی قوم خوش اعتقاد اور مضبوط دینی اعمال و اخلاق سے مرصع ایک خوبصورت قوم بن کر دنیا کے نقشے پر اُبھر سکے اور دنیا کی ان اقوام کے لئے چیلنج بن سکے، جو آئے دن پاکستانیوں کو لعنت ملامت کرتی رہتی ہیں۔ ان قومی، سیاسی اور حکومتی اداروں کی یہ سب سے اہم ذمہ داری ہے کہ دینی ارتقاء و بقا، دینی یکجہتی اور ملّی وحدت کو اوّلیت دیں، اور اس کے لئے چار چوکس انسانوں کی طرح کڑا پہرہ دیں، مثبت تعلیمی تربیتی عمل کے ساتھ ساتھ دفاعی عمل کو اتنا مضبوط و مستحکم بنائیں کہ تشکیک و ارتیاب کا نظریاتی و فکری سیلاب دینی عقائد، افکار اور اعمال کی عمارتوں کو متزلزل یا مشتبہ نہ کر سکے۔ بلکہ امتِ رسولؐ پاکستان سے مدنی انقلاب کو پوری کائنات میں ایکسپورٹ کرنے کی پوزیشن میں آجائے۔ یہ بات اب کسی بھی نزاعی بحث سے بلند و بالا ہے کہ پاکستان بنیاد پرست دینی حکومت کے قیام کے لئے بنایا گیا تھا۔ پاکستان کا مطلب لا الٰہ الا اللہ ہے اور کچھ بھی نہیں۔ اور لا الٰہ الا اللہ کا مفہوم دینِ اسلام کے سوا بھی کچھ اور نہیں۔ پھر ہر حالت میں یہ بات مدِ نظر رکھنی چاہیئے کہ ہمارا دین جہاں عقیدہ، عبادت کے تحفظ اور اس کی پابندی کا حکم دیتا ہے اس کے ساتھ ہی ہمارے سیاسی، اقتصادی، معاشی، دفاعی اور ثقافتی تقاضوں کو اخلاقی و قانونی پابندیوں کے ساتھ نہایت خوبصورت انداز سے پورا کرتا ہے۔ ہمیں ہر طرح کا تحفظ بخشتا ہے اور ہر طرح کے استبداد و استحصال سے پاک کرتا ہے۔

لیکن صد افسوس صد ہزار افسوس ان قومی سیاسی اور حکومتی اداروں پر کہ جنہوں نے پاکستان بن جانے کے بعد سے اب تک دینِ اسلام کو مقصودِ زندگی نہیں بنایا بلکہ انہوں نے بنی اسرائیل کی مکاریوں اور تاویلوں کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر دنیا کے حاصل کرنے پر اپنی ساری طاقتیں صرف کر دیں۔ زندگی کا مقصد صرف اور صرف دنیا بنالی۔ اخبارات کے مالکوں نے صحافت کو فریضہ وشیوہ بنانے کی بجائے پیشہ بنالیا۔ پھر اس پیشہ کو بھی

اگر شرافت کے دائروں میں پابندی کے ساتھ نباہا جاتا تو بھی کوئی بات تھی۔ انہوں نے تو شرافت کی تمام قدروں کو پامال کرکے اس پیشہ کے حسن کو رسوا کر دیا۔ جھوٹی خبر، بکنے والی خبر، خریدے گئے بیانات، ننگے فلمی اشتہار، تاجرانہ ایجنسیوں کے فحش اور جنسی اشتہار، جنسی مضامین، عشقیہ فرضی داستانیں، فرضی کرداروں سے حیرت گم کر دینے والے واقعات، ماورائی قصے کہانیاں، دینی اقدار کے خلاف مضامین، اعتراضات، ٹھٹھول، دین کے متفقہ مسائل کو مختلف فیہ اور متنازعہ بنانا، شرابی، زانی، جھوٹے، بے نماز، بے روزہ اور دین کے معاملے میں جاہل صحافت پیشہ لوگوں کو اولیت اور فوقیت دینا۔ دینی اعمال و شخصیات کی بے حرمتی اور توہین کرنا، دفتروں میں بیٹھ کر دین کو ملائیت کہہ کے اس کے خلاف سازشیں کرنا اور مغربی کلچر کے ناپاک ہیولوں کی حوصلہ افزائی کرکے ماحول ان کے حق میں بنانا، زندگی کے مسائل و معاملات میں دینی پابندیوں کے خلاف مسلسل پروپیگنڈہ کرنا اور نتیجتاً مغربی ثقافتی انقلاب کی راہ میں فرش راہ ہو جانا، پاکستانی قومی پریس کا وطیرہ، شیوہ اور فریضہ بن گیا۔ بعینہ یہی اعمال بد ریڈیو کے ارباب خبیثہ نے بھی سر انجام دیئے۔ ٹیلیویژن کے ارباب "کشاد کشود" نے تمام چھپے ہوئے منفی جذبوں، منفی خواہشوں اور حرامی اعمال کو خوبصورت شکلیں دینے کا فریضہ انجام دیا۔ اور سیاست دانوں نے اپنے منفی منصب کے حصول اور عوام سے ووٹ لینے کے لئے یہ مکروہ پالیسی اختیار کی کہ وہ "شامل واجبہ" بن گئے۔ انہوں نے قومی پریس، ریڈیو اور ٹیلیویژن کی تمام حرام کاری کو جواز کی سند مہیا کرکے سیاست کو چمکایا۔ اور تمام حکومتوں نے ۴۲ سالہ استحصالی دور میں ہر بے دین و بد دین، ہر بدکار و بدمعاش اور ہر نظری و فکری حرام کاری کو تحفظ فراہم کیا۔ ان مہذب حیوانوں اور طاغوتی پیکروں کی حوصلہ افزائی کے لئے انہیں زن، زر، زمین، عہدہ و منصب اور اختیارات دیئے۔ انہی سیاست دانوں کو "لفٹ" دی جو زیادہ سے زیادہ مغربی ثقافت کو قبول کر چکے تھے، جن کی بیویاں، بہنیں، مائیں، بیٹیاں مغربی ثقافت کی چلتی پھرتی ایڈورٹائزنگ ایجنسیاں تھیں، انہی اخباروں کو اشتہارات، کاغذ، رنگ اور مشینوں کے لائسنس اور کوٹے دیئے جو زیادہ سے زیادہ حرام کاری و بدکاری کو فروغ دے سکتے تھے، جو زیادہ سے زیادہ مغربی ثقافتی انقلاب کی راہیں ہموار کر سکتے تھے۔ اور ——— اب کہ جمہوری عوامی دور ہے اور پیپلز پارٹی کی نسوانی قیادت ملک کی سب سے بڑی طاقت ہے جو بڑے بڑے دعوؤں اور پروگرام کے ساتھ برسر اقتدار آئی۔ اس کے ابتدائی چار ماہ کی کارکردگی میں نمایاں مقام اگر کسی انقلاب کو ملا ہے تو وہ مغرب کا ثقافتی انقلاب ہے۔ ہم اپنے اور حکومت کے حقوق کا مکمل لحاظ قائم رکھتے ہوئے کہتے ہیں بیگم زرداری صاحبہ اس بات کا یقین کریں کہ پاکستان

مغربی نیشنلزم یا مغربی ثقافتی انقلاب کی آماجگاہ نہیں بلکہ لا الٰہ الا اللہ کی رصدگاہ ہے موجودہ حکومت سابقہ حکومت کو بُرا کہتی ہے تو اس سے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرے، بے نظیر بھٹو قلوپطرہ کی طرح حکومت نہ کریں بلکہ لا الٰہ الا اللہ کے لئے حکومت کریں۔ اور اگر وہ پاکستانی اُمتِ رسولؐ کا رُخ اس طرف نہیں موڑ سکتیں تو واپس چلی جائیں۔ موجودہ صورتِ حال بہت پریشان کن ہے۔ قوم میں بار بار الیکشن کے لئے سرمایہ ہے نہ وقت، اور نہ صحت، بے نظیر برسرِ اقتدار آئی ہیں تو مخالفوں کے کچلنے اور دینی عقائد، اعمال، نظریات، اقدار اور دینی معاملات کو بے حیثیت نہ کریں۔ دین سب سے بڑا قومی مسئلہ —— سب سے بڑا قومی معاملہ اور سب سے بڑا ملکی تقاضا ہے دین کو انفرادی اور سیاست و ثقافت کو ملکی قومی مسئلہ بنانا تشکیلِ پاکستان اور نظریۂ پاکستان سے کھلی غداری ہے پاکستان میں واضح اکثریت اہلِ سنت والجماعت کی ہے جبکہ رافضی مرزائی، عیسائی، یہودی یا ملکی اقلیتیں ہیں۔ آئین کی رو سے اقلیتوں کو ان کے مکمل حقوق ملنے بہت ضروری ہیں۔ مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ عوامی حکومت نے رافضیوں اور مرزائیوں کو اکثریت پر مسلط کرنا شروع کر دیا ہے۔ مرزائی مختلف محکموں میں نہایت اہم پوسٹوں پر تعینات کئے جا رہے ہیں۔ اور رافضی وزارتوں سفارتوں اور دیگر محکموں کی اہم حساس اسامیوں پر براجمان ہو رہے ہیں۔ یہ استحقاق نہیں بلکہ "غصب و نہب" ہے۔ یہ عمل اکثریت کے حقوق پر متعصبانہ حملہ اور کھلی سازش ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ رافضیوں نے ایرانی انقلاب کو ضیاء دور میں اپنی موت آپ مرتے دیکھا تو وہ سڑکوں پر نکل آئے اور اب عوامی دور میں وہ بہت مطمئن ہیں۔ کیونکہ ان کے انتقامی انقلاب کا راستہ وزارتوں عہدوں اور سفارتوں کے ذریعہ ہموار ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ حالانکہ نہ تو حکومت نے عارف الحسینی کے قاتلوں کو سزا دی ہے اور نہ ہی رافضی مشن کے مسائل کے لئے کوئی نیا قانون بنا ہے۔ اس کے باوجود رافضی ملک میں دندناتے پھر رہے ہیں اور اپنے مخالفوں کو کھلی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ اور ان کی اکثریت دشمن سرگرمیاں اہلِ سنت والجماعت پر صریح ظلم ہے۔ دوسری طرف مرزائی پاکستان میں اپنی ارتدادی سرگرمیاں تیز کر چکے ہیں۔ وہ بھی عوامی حکومت کی سرپرستی میں اپنا پنڈورا بکس کھول کر ارتداد بانٹ رہے ہیں، پیپلز پارٹی کی حکومت ہوش کے ناخن لے اور مسلمانوں کو نہ آزمائے۔ مسلمان اس مسئلہ پہ بے پناہ قربانی دے چکے ہیں۔ اور اب تو یہ مسئلہ بین الاقوامی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ اس کی نزاکت پہلے سے کئی گنا بڑھ چکی ہے حکومت کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ پاکستان رافضیوں، مرزائیوں کی یہودی لابی کی حکمرانی کے لئے نہیں بنا —— پاکستان اہلِ سنت والجماعت نے بنایا ہے اور ہم ہی اس کے وارث و مالک ہیں۔ پاکستان کو بنیاد پرست دینی حکومت کا مرکز بنانا پسند کرتے ہیں۔

# پاکستانی ثقافتی عورتیں

۱۳ مارچ کے "جنگ" لاہور میں پاکستانی ثقافتی عورتوں نے مولوی کو خوب جی بھر کے کوسا، تاڑ ا اور اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ اور یہ بھڑاس اسی طرح نکالی ہے جس طرح ناراض بیگمات اپنے شوہروں کے خلاف طعنہ زنی کرتے ہوئے نکالتی ہیں۔ مولوی کو ہدف بنانے کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ مولوی ہی وہ واحد طبقہ ہے جو پاکستان میں دینی اقدار کا تحفظ و دفاع کرتا ہے۔ لہذا جب تک اس دفاعی لائن کو نہ توڑا جائے ان "ثقافتی نزتکیوں" کو کھل کھیلنے کی آزاد فضا نہیں مل سکتی۔ یہ مغربی ثقافت کی پتلیاں پاکستان کو لندن، نیویارک اور ٹوکیو بنانا چاہتی ہیں۔ جو پاکستان کی نظریاتی اساس سے کھلی دشمنی ہے۔ ایسی عورتیں پاکستان کی دشمن اور دین کی باغی ہیں۔ خصوصاً عاصمہ جہانگیر کا جس کمیونٹی سے تعلق ہے اس کا طریقۂ واردات بھی یہی ہے کہ مولوی کو خوب گالی دو، تاکہ دینی تحفظات کی دفاعی لائن ٹوٹے، پھر مسئلہ ختم نبوت پر آزادانہ بحث کا دروازہ کھل سکے —— یہ ٹیکنیک عاصمہ جہانگیر نے غلام احمد قادیانی سے عقیدت و محبت کے ذریعہ وراثت میں پائی ہے اور اس "مرزائی نرتکی" نے ثقافتی عورتوں کو اپنے نرغہ میں لے لیا ہے۔ چونکہ پاکستانی ثقافتی عورت دین کی ابتدائی تعلیم سے بھی نابلد ہوتی ہے وہ تو صرف فیشن، لباس کی جدت اور سوسائٹی میں برابر کی نمائندگی کرنے کی بھوکی ہوتی ہے۔ اور عاصمہ جہانگیر کی بیک اس کام کے لئے پلاننگ کر کے اسے گائیڈ کرتی اور وسائل مہیا کرتی ہے۔ غلام احمد قادیانی کی اس روحانی بیٹی نے رنگین ثقافتی جال پھیلا کر ثقافتی عورت کے تقاضوں کو تسکین دی اور انہیں اپنے "کاز" کے لئے استعمال کیا ہے۔ یہ بھی مرزائیوں کی سازشی اور مکروہ چال ہے۔ حکومت ایسی جنس زدہ عورتوں کا نوٹس لے اور عاصمہ جہانگیر کو نتھ ڈالے۔

## ملعون شخص سلمان جھول

بھارتی نژاد ماڈرن سولائزڈ فیملی کے فرزند خبیث سلمان رشدی نے کتاب لکھی۔ برطانوی یہودی نے کتاب چھاپی، فروخت ہوئی۔ پاکستان آئی تو سابقہ عہد حکومت میں اس پر پابندی لگ گئی۔ اس بات کو لگ بھگ سال بیت رہا ہے۔ اس عرصہ میں یہ کتاب بھارت میں بھی ممنوع ہوگئی۔ برطانیہ اور امریکہ میں اس کی اشاعت نہ روکی گئی —— برطانیہ کے مسلمان عرصہ چھ ماہ سے اس کے خلاف تگ و دو میں مصروف ہیں۔ ان چھ مہینوں میں نہ تو

ایران کے خمینی نے سلمان کے قتل کا فتویٰ دیا۔ نہ پاکستان کے علمائے اس پر تکفیر و ارتداد کا ڈنڈا چلایا۔ نہ پاکستان کی حکومت پر کوئی اثر ہوا۔ اور نہ پاکستانی سیاسی بازی گر سیاسی نیند سے بیدار ہوئے۔

عین اس وقت جب افغانستان میں بنیاد پرست دینی حکومت کے قائم ہونے کے آثار روشن ہوئے ——— تو پاکستانی کوثر نیازی نے تحفظِ ناموسِ رسالتؐ کے لئے اسلام آباد میں جلوس نکالا۔ اور نہایت مہارت سے بعض سیاست دانوں کو بھی اپنے سیاسی مفادات کے لئے استعمال کر لیا۔ گنہگار سے گنہگار مسلمان بھی ناموسِ رسالتؐ کے تحفظ کے لئے جان قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ بے گناہ مسلمان قربان ہوگئے۔ اور ان کی لاشوں پر سیاسی مہاشوں نے اپنا قد بت سنوارنے اور بلند کرنے کی ناکام کوشش کی۔ پاکستان کا ہر مسلمان بجا طور پر "شیطانی ہفوات" کے خلاف سراپا احتجاج بن گیا۔ لیکن انہیں یہ یاد نہیں کہ ملعون رشدی نے جو ہفوات بکی ہیں کون سی کتابیں اس کا ماخذ ہیں۔ پاکستان میں ازواج و اصحابِ رسول علیہم السلام پر تبرّیٰ اور گستاخی پر مبنی خمینی کی کتابیں تقسیم ہو رہی ہیں۔ مرزائی انگریزی نبی کی ہفوات کو اسلام کہہ رہے ہیں اور کثیر تعداد میں لٹریچر چھپ کر تقسیم ہو رہا ہے۔ سیاسی مفاد پرستوں کو یہ "رشدی" نظر کیوں نہیں آتے؟ وہ ان کے خلاف عوامی جد وجہد کیوں نہیں کرتے؟ نہ جانے دین دار لوگ بار بار ڈسے جانے کے باوجود ان پر کیوں اعتبار کر لیتے ہیں؟ عین اسی ماحول میں مسٹر خمینی نے ارتداد کا فتویٰ داغ دیا اور سلمان کے قتل پر ۲۰ لاکھ ڈالر کے انعام کا اعلان کر دیا۔ ادھر ایران میں مقیم وہ "مجاہدین" جو عراق کے خلاف تو لڑتے رہے اور روس کے خلاف نہ لڑے انہوں نے افغانستان کی دینی حکومت میں "باغ فدک" مانگنے کی کوششیں تیز تر کر دیں۔ اور دینی حکومت کے قیام میں خلل پیدا کیا۔ یوں روس کو راضی کیا اور یہ علامہ کوثر نیازی صاحب بھی روس یاترا کے بعد اس کے قصائد لکھتے لکھتے ہاتھ قلم کرا بیٹھے۔ روسی قیادت نے افغانستان سے ذلیل ترین واپسی کے بعد جاتے ہوئے واخان رافضیوں (اسماعیلیوں) کے حوالے کر دیا۔ واخان پانچ ملکوں سے ملنے والا انتہائی حساس سنگم ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ خبر بھی بغور پڑھنے والی ہے جو روزنامہ جنگ کی ۱۹ فروری ۱۹۸۹ء کی اشاعت میں صفحہ ۸ کالم ۵ پر چھپی ہے مسٹر کوثر نیازی نے ایرانی انقلابی رافضیوں کے سفیر محمود موسوی سے ملاقات کی اور مسٹر خمینی کو پاکستان آنے کی دعوت دی۔ یہ سب کچھ اسی وقت ہو رہا ہے جبکہ اسلام آباد میں افغان مجاہدین کی مجلسِ شوریٰ افغانستان کے مستقبل کا فیصلہ کرنے اکٹھی ہوئی۔ یہ تمام قرائن ہمارے شکوک کو تقویت پہنچاتے ہیں کہ یہ سب کچھ مرزائیوں، رافضیوں، کمیونسٹوں

اور پاکستان کے لادین عناصر کی ملی بھگت کا نتیجہ ہے۔ قارئین اپنے حافظہ پر زور دیں تو انہیں یاد آئے گا کہ مسٹر کوثر نیازی ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں پسرور کے اسی حلقہ سے کامیاب ہوئے تھے جہاں مرزائیوں کی اکثریت تھی اور پورے علاقہ کے غریب مسلمان وہاں دم نہیں مار سکتے تھے۔ اور یہ بھی کہ اس دور کے روز نامہ "مساوات" کی فائلیں گواہ ہیں کہ مسٹر کوثر نیازی نے انہیں دنوں یہ فتویٰ بھی صادر کیا تھا کہ اسلام اس مرتد کے قتل کا حکم دیتا ہے جو اہل اسلام سے جنگ کرے۔ جو خاموش رہے اس مرتد کے قتل کا حکم اسلام میں نہیں ہے۔

اب یہی مولانا کوثر نیازی سلمان رشدی کا خون پئے بغیر مطمئن نہیں ہو رہے۔

ع یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے

سابقہ اشارات اور قرائن ہمارے تشکوک کی تقویت کے اسباب ہیں۔ افغانستان میں دینی حکومت کے قیام میں رکاوٹ پیدا کرنے کے لئے یہ تمام سلسلہ شروع کیا گیا۔ اور اس سلسلہ کی ساری کڑیاں ہم نے ذکر کر دیں اور ہم پورے اعتماد کے ساتھ اسے رافضیوں، مرزائیوں، کمیونسٹوں اور پاکستان کے بدذات سیکولرسٹوں کی ملی بھگت کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔ طبقاتی کشمکش ان کا بنیادی عمل ہے۔ اس لئے انہوں نے اس طبقاتی کشمکش کے لئے ناموس رسالت کا مالٹو لگا کر "موسم" کا رُخ تبدیل کرنے کی احمقانہ کوشش کی ہے۔

## ناموسِ رسالت

مَنْ سَبَّ الْاَنْبِیَاءَ قُتِلَ وَمَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ جُلِدَ (الحدیث)

جو انبیاء کی توہین کرے وہ قتل کر دیا جائے۔

اور جو صحابہ و اہل بیت پر تنقید، سب و شتم کرتا ہے اس کو کوڑے مارے جائیں۔"

تمام انبیاء اور حضور خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذوات قدسیہ کے بارے میں جو شخص بھی اہانت کا لب ولہجہ اختیار کرے وہ واجب القتل ہے۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے اور اس سلسلہ میں مجلس احرار اسلام کی ساٹھ سالہ تاریخ گواہ ہے کہ احرار نے دشمنانِ نبوت اور منکرینِ ختم نبوت اور صحابہ و اہل بیت کے دشمنوں کو کبھی معاف نہیں کیا۔ احرار نے کبھی بھی مرزائیوں یا مرزائی نوازوں کو سیاسی مصلحت کے ماتحت بھی لفٹ نہیں کرائی ——— اور نہ ہی رافضیوں، مرزائیوں، کمیونسٹوں، سیکولرسٹوں سے کبھی کمپرومائز کیا۔

تحریک مدح صحابہ، خدام صحابہ، تحریک ختم نبوت قادیان اور ربوہ ہمارے دینی محاذ ہیں۔ احرار اور تحفظ ناموسِ رسالت لازم وملزوم ہیں۔ احرار ان مقاصد سے انحراف ایمان کی موت سمجھتے ہیں۔

سید عطاء المحسن بخاری

# خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سُن لے

دور است سراب! دریں بادیہ ہُش دار
تا غُول بیاباں نفریبد بہ سرابت

عالمی مجلسِ احرارِ اسلام کے تبلیغی جہاد میں عملی جدوجہد کا میرا یہ تیسواں سال ہے۔ ان تیس برسوں میں میری کوئی تقریر ایسی نہیں جس میں میں نے عزیمت کے راستہ پر گامزن دینی کارکنوں اور علمائے حق کا دفاع نہ کیا ہو اور انکی قربانیوں کا ذکرِ خیر نہ کیا ہو ـــــ اور ایسا بھی کبھی نہیں ہوا کہ میں نے حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے مخلص رفقائے احرار کے مجاہدانہ کارناموں کو سلام نہ کیا ہو ـــــ میری تو جنگ ہی یہ ہے کہ احرار کے مجاہدانہ کارناموں پر جن لوگوں نے خطِ نسخ کھینچا ہے ان کا تعاقب کروں اور نئی نسل کو یہ بتاؤں کہ آج پاکستان میں جس قدر دینی جذبہ اور ایمانی غیرت کی جھلک آپ دیکھ رہے ہیں اسکی بنیادوں میں بانئ احرار حضرت امیرِ شریعتؒ اور ان کے بہادر رفقائے احرار کا خون پسینہ دفن ہے۔ پاکستان کے اکثر دینی مدارس ان کے نامور فرزند اور دینی جماعتوں کے موجود نامور کارکن اور زعماء، عزمِ احرار، جہدِ احرار اور گرمئ احرار کے پالے ہوئے ہیں ـــــ لیکن بعض "بزرگوں" کا قومی کریکٹر ایسا بھی تھا کہ ہزار صبر و کوشش کے باوجود میں ان کی مدح نہ کرسکا اور خاموش رہا۔ اور اگر ان سے اختلافِ رائے ہوا تو اختلاف کی تمام قوتوں کے ساتھ میں نے اختلاف کیا لیکن مخالفت نہ کی۔ اختلاف میرا شرعی اور قانونی حق ہے جسے کوئی مجھ سے چھین نہیں سکتا۔ خصوصاً مجلسِ احرار کا پلیٹ فارم ہم احرار کارکنوں کی وراثت ہے اس پر چیل کیطرح جھپٹنے والا ہمیں ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ چہ جائیکہ احرار کی قربانیوں سے حاصل ہونے والے مفادات کو ذاتی جاگیر بنانے والے کی توقیر کے لئے ہم جھاڑو دیتے رہیں۔ ہندوستان کی تقسیم سے پہلے اور پاکستان کی تشکیل و قیام کے بعد بھی حضرت امیرِ شریعت رحمہ اللہ نے اپنی بے نفسی اور شخصی ایثار سے احرار کے پلیٹ فارم پر بریلوی، دیوبندی، غیر مقلد اور چند ایک شیعہ بزرگوں کو اجتماعیت کی اکائی میں پرو رکھا تھا۔ جناب سید عنایت اللہ شاہ صاحب نے سب سے پہلے رخنہ ڈالا۔ انہوں نے صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب کے خلاف بھی مجلسوں

میں تند و تیز زبان استعمال کی اور اپنے وعظ و بیان میں صاحبزادہ صاحب کے مسلک کو خوب خوب سنائیں انہیں علانیہ مشرک کہا جس کے نتیجے میں صاحبزادہ نے حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ سے گلہ کیا اور مذکورہ بزرگ کو زبان درازی سے منع کرنے کی درخواست کی، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ لاہور دفتر احرار میں سید عنایت اللہ شاہ صاحب صاحبزادہ فیض الحسن، مولانا محمد علی جالندھری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور شورش کاشمیری، کی موجودگی میں خاصی بدمزگی ہوئی صاحبزادہ صاحب بگڑ گئے۔ پھر حضرت امیر شریعتؒ صاحبزادہ کو راضی کرنے ان کے گھر گئے اور احرار کے شیرازہ کو بکھرنے سے بچایا —— پھر سید عنایت اللہ شاہ صاحب جس مسجد میں فروکش ہیں یہ مسجد احرار کارکنوں کی جانفشانی سے ہی شاہ صاحب کو ملی۔ شاہ صاحب نے منبر و محراب پر قابض ہونے کے بعد وہ بمباری کی پناہ بخدا، بریلوی مسلک کے لوگ بلبلا اٹھے اور شاہ صاحب کے خلاف انہوں نے بھی وہی "پاکیزہ" زبان وہی "شریفانہ" لب ولہجہ اختیار کیا جو شاہ صاحب کا طرۂ امتیاز ہے —— پھر شاہ صاحب نے احرار کارکنوں کو توڑنا شروع کر دیا، نتیجہ" احرار میں ٹوٹ پھوٹ کا عمل شروع ہو گیا اور اجتماعیت کا حسن انفرادیت کے عفریت نے پامال کر دیا ۱۹۳۸ء میں فوجی بھرتی بائیکاٹ کی تحریک چلی تو جناب سید عنایت اللہ شاہ صاحب کو ایک تقریر پر ڈیڑھ سال کی سزا ہوئی مولانا عبد الرحمن میانوی مرحوم و مغفور بھی آپ کے ساتھ تھے شاہ صاحب نے بڑی مہارت سے فرنگی کی جیل پر "لعنت" بھیجی بہت سے وعدے وعید کیساتھ صرف ڈیڑھ ماہ بعد جیل سے باہر تشریف لے آئے اور پھر صرف اور صرف کالری دروازہ کے "کالرہ زدہ" ماحول کے ہو کے رہ گئے۔ اب شاہ صاحب کے مزید جوہر کھلے اور بریلویوں کو انہوں نے آڑے ہاتھوں لیا اور بریلوی دیوبندی مذہبی طبقاتی کشمکش سے جہلم اور گجرات میں طوفان مچ گیا احرار کارکن بہت پریشان ہوئے اور مکمل طور پر دو حصوں میں تقسیم ہو گئے اکثریت بریلوی احباب کی تھی وہ تمام ٹوٹ کر پیر ولایت شاہ صاحب کے حلقہ ارادت میں داخل و شامل ہو گئے اور ایک اقلیت شاہ صاحب کے گرد جمع ہو گئی ۱۹۴۵ء میں ہندوستان کی تقسیم اور فرنگی سامراج کے گماشتوں اور "بعض مذہبی نمائندوں" نے اودھم مچایا تو حضرت امیر شریعت ان "عالی ظرف" لوگوں کی اس افراتفری سے دل برداشتہ ہو کر اہل و عیال سمیت کشمیر چلے گئے ان اودھم مچانیوالوں میں مذکورہ بزرگ بھی تھے ان کے انہی رویوں سے تنگ آکر حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ نے نجی مجالس میں ان لوگوں کو "درلی جتھہ" اور توحیدیوں کا اکالی دل کہنا شروع کر دیا۔

۱۹۴۷ء میں پاکستان بن گیا ہم لوگ امرتسر سے اجڑ کر " دفتر احرار میں آ گئے وہاں سے خان گڑھ اور

۱۹۴۹ء میں ملتان آ گئے ۔ فوجی بھر بائیکاٹ کی عظیم تحریک کے دوران شاہ صاحب کے منفی رول کے بعد حضرت امیرِ شریعت کی آمد و رفت سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے ہاں نہ رہی بس یونہی کہیں اچانک ملاقات ہو گئی یا وہ بزرگ کبھی گھر آ گئے تو ملاقات ہو گئی ۱۹۴۹ء میں ہمارے دادا سید ضیاء الدین اللہ کو پیارے ہو گئے تو حضرت امیرِ شریعت کا گجرات آنا جانا بالکل ہی موقوف ہو گیا ۔ دادا جی کی تیمار داری کے لئے ۴۸، ۴۹ء میں دو تین مرتبہ ناگڑیاں جانا ہوا ایک مرتبہ غالباً دو ماہ ناگڑیاں قیام کیا مگر عنایت اللہ شاہ صاحب سے ہرگز نہیں ملے ۱۹۴۹ء سے ۱۹۶۱ء تک شاہ صاحب ایک یا دو مرتبہ ہمارے غریب خانہ پر آئے مگر چائے گھر سے بن کر آئی حضرت والد مرحوم نے نہیں بنائی تھی یہ بات جس نے کہی جس نے لکھی وہ بہت بڑا جھوٹا ہے اور پھر میں وہی مصرع لکھتا ہوں ؎

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

حضرت امیرِ شریعت رحمہ اللہ پر فالج کا پہلا حملہ نومبر ۱۹۵۴ء میں ہوا دوسرا حملہ ۱۹۵۶ء میں تیسرا ۱۹۵۸ء میں چوتھا ۱۹۶۰ء میں ساٹھ کے فالج کے بعد گلا زبان بالکل کام نہیں کرتے تھے ایک ماہ نشتر کالج رہے ، ایک ماہ لاہور ماڈل ٹاؤن میں رہے اور راقم ہی ہمراہ تھا —— مگر جن بزرگ کو رفیقِ امیرِ شریعت کہا اور لکھا جا رہا ہے یہ بزرگ عیادت کو سُنتِ رسول سمجھ کر بھی عیادت کے لیے نہ آئے دو سطر کا خط تک نہ لکھا —— بلکہ یہ کہتے ہوئے سُنے گئے ۔ ”کہ جدوں دا عقیدا خراب ہویا اللہ نے سزا وچ مُبتلا کر دِتا اے ۔“ کہ جب سے عقیدہ خراب ہو گیا ہے تب سے ہی سزا میں مبتلا ہیں ۔
پھر ۱۹۶۱ء میں حضرت امیرِ شریعت رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تو یہ ”دُر لی جتھہ اور توحید لوں اکال کال“ امیرِ شریعت کے جنازے تک میں شریک نہیں ہوا ۔ حتیٰ کہ تعزیت مسنونہ کا خط لکھنے کی بھی توفیق نہ ہوئی ۱۹۵۹ء میں صوفی عبدالحمید کی کوٹھی ۳۲ ۔ بی جیل روڈ ۔ لاہور میں حضرت قطب الاقطاب عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ قیام فرما تھے تو حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب اور سید عنایت اللہ شاہ صاحب تشریف لائے تو حضرت اقدس رحمہ اللہ نے انہیں مسئلہ حیاتِ انبیاء پر ان کے نامناسب رویئے اور تند و ترش لب و لہجہ پر سخت تنبیہہ فرمائی تو اس کے بعد یہ دونوں بزرگ اپنے پیر و مرشد سے ملنے بھی نہ گئے حتیٰ کہ ان کا جنازہ بھی نہ پڑھا ۔ واہ واہ کیا مقام و منصب ہے اور کیا مزاج پایا ہے کیا اکابر کا یہی شیوہ تھا ؟ ان تمام ”خوبصورت روئیوں“ کے باوجود برہم ہی تھے جنہوں نے ۱۹۷۰ء کے سیاسی طوفانِ بدتمیزی میں جناب سید عنایت اللہ شاہ

صاحب کو عوامی اسلامی محاذ کا امیر چنا اور تمام دیگر جماعتوں کو شاہ صاحب کی امارت پر متفق کیا لیکن جناب کیا کہنے هیں ان حق پرستوں کے مولانا علام اللہ خاں مرحوم و مغفور ملتان تشریف لائے اور بستی باد اصفرا میں خطاب فرمایا خوب گرجے، خوب برسے اور دَوران خطاب جوشِ جنوں میں ہمارے اس خالص دینی محاذ پر علی الاعلان لعنت بھیجی ـــــ میں خود اس جلسہ میں موجود تھا اور جو صاحب دعوت تھا وہ ابھی زندہ ہے اور ابھی پھر میرا جمعہ کا مستقل مقتدی ہے۔ میں چاہتا تو اسی وقت حضرت شیخ کا خمارِ شیفت اپنی ترشی سے کافور کر سکتا تھا مگر صرف علماء کی اجتماعی عزت و حرمت کی بقا کے نلطے ہم تمام ساتھی اٹھ کر خاموشی سے لوٹ آئے۔

۱۹۷۴ء میں جب مجلسِ احرار اسلام کی برپا کی ہوئی تحریک تحفظِ ختمِ نبوت اپنے تیسرے مرحلہ میں داخل ہوئی تو راقم ان دنوں گجرات میں تھا اسی تحریک میں بریلوی بھائی، غیر مقلد بھائی، دیوبندی اور شیعہ بھی قدم بقدم تھے شاہ صاحب اپنے فرزند ارجمند کی سرپرستی فرماتے ہوئے ہر اجتماع میں شریک ہوتے تھے ایک رات مجلس عمل کی منظوری، پالیسی اور کسی مقامی فیصلہ کے بغیر شاہ صاحب کے فرزند نے "جوشِ جہاد" میں کہا' ابھی اٹھو اور مرزائیوں پر حملہ کر کے ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دو، مجمع بپھر گیا سالار عنایت اللہ مرحوم سید باقر رضوی موجود تھے، میں بھی تھا۔ میں نے ان سازش کے برعکس کھڑے ہو کر پوری قوت سے مخالفت کی اور امت کے بے قابو نوجوانوں کو اس مذبوحی حرکت روکا ' الحمد للہ! لوگ باز آ گئے ـــ مگر قارئین حیران ہوں گے کہ دوسرے دن ۵ جولائی ۱۹۷۴ء کو راقم ڈی پی آر کے ماتحت گرفتار ہو گیا۔ سالارِ عنایت ، سید باقر رضوی بھی گرفتار ـــــ مگر سید عنایت اللہ شاہ صاحب اور انکا ہونہار برخوردار چین کی بانسری بجاتے رہے۔ ہم ۴۲، ۴۳ افراد قریب قریب ۳ ماہ جیل کی سلاخوں میں گرمی اور نظر بندی کی حالت میں جلتے رہے اور یہ باکرامت توحیدی خانوادہ راحت، آرام، اور سکون سے اپنے آشرم میں داد عیش دیتا رہا اور ایس پی گجرات بدنام زمانہ مسٹر چیمہ جس نے مولانا عبید اللہ انور کو ٹھڈے مار مار کر بیہوش کر دیا، اس سے انکی گاڑھی چھنتی رہی ـــــ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ یہ حق پرستوں کا سازشی ٹولہ جیل میں ملنے تک نہ آیا' باہر رہ کر تحریک کو سبوتاژ کیا۔

ایک دن ہم لوگوں کو اپنی بارک میں علم ہوا کہ باہر ڈیوڑھی میں جناب شیخ و برہمن تشریف لائے ہوئے ہیں اور سپرنٹنڈنٹ جیل مسٹر پال صاحب نے انہیں کہتے ہی نہایت میٹھے لب و لہجہ میں کہنا شروع کیا کہ شاہ صاحب جن لوگوں کے لیے آپ رس کی بوری اور کیلوں کی بوری لے کر آئے ہیں یہ لوگ اخلاقی مجرم نہیں ہیں یہ دین

کے مجاھد ہیں آپ کو شرم آنی چاہیئے آپ آدھے شہر کے مالک ہیں آپکی سرکاری اور درباری اثر ہے آپ نے انہیں پوچھا تک نہیں ان کے گھروں کا حال تک دریافت نہ کیا دنیا تو آپ نے کیا تھا آپ زبانی تسلی بھی نہ دے سکے ـــــ اگر یہ معافی مانگ لیتے تو ان کا کوئی قصور نہ ہوتا ہیں ان بچوں کی بہادری کی داد دیتا ہوں کہ انہوں نے اپنے اپنے گھروں سے کھانا منگوا کر اپنے غریب کارکنوں کی خدمت کی اور حوصلہ افزائی کی۔ یہ توحق پرستوں سے "کمالات واحسانات" کا شمار تھا اب دوسرا رُخ دیکھئے کہ جن بریلویوں کو یہ پیر طریقت مُشرک سمجھتے ہیں انہوں نے بڑی پامردی سے جیل کاٹی۔ خصوصاً سید محمود شاہ صاحب شہدی گجراتی مرحوم نے تو کمال کر دیا بیماری کے باوجود اپنے ۲۸ ساتھیوں سمیت بڑھ کر خود گرفتاری پیش کی اور پوری جرأت سے یہ تین ماہ کی نظر بندی کاٹی۔ مزید یہ کہ سید محمود شاہ صاحب روزانہ بلاناغہ عصر کے بعد جب گنتی بند ہونے لگتی تو باقاعدہ معمول کے طریقہ پر مرزائیوں بھٹو حکومت اور مرزائی نواز بے غیرت سیاست دانوں کے خلاف نعرے لگاتے حتیٰ کہ گجرات کی مشہور ریگانوالا فیملی کے میاں ارشد بھی خوب ڈٹے رہے ـــــ مگر یہ توحیدی گُرو جنتہ اپنے آشرم میں بیٹھا ہماری ہنسی اُڑاتا رہا اور جیل سے باہر کی فضا میں ہمارے خلاف زہر اُگلتا رہا۔

وہ شاخ گل پر زمزموں کی دُھن تراشتے رہے
نشیمنوں پر بجلیوں کا کارواں گزر گیا

سید عنایت اللہ شاہ صاحب کا علم، تحقیق، تقویٰ، یہ انکی انفرادی زندگی سے متعلق ہے۔ ہمیں تو انکی قومی زندگی اور اجتماعی منفی رویوں سے نہ صرف یہ کہ اختلاف ہے بلکہ سخت ناپسند ہے کیونکہ انہوں نے ملی اجتماعیت کو ریزہ ریزہ کر دیا اور خود کوئی اجتماعی عمل سرانجام نہ دے سکے۔ انہوں نے مفاد پرستوں کا ایک گروہ عبوس و پبوس ضرور بنا لیا ہے جو اپنے سوا کسی کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے لیکن سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے دربار میں سر کے بل تشریف لے جاتے ہیں۔ مولانا غلام اللہ خاں مرحوم سید عنایت اللہ شاہ صاحب کے گجرات میں تعلقات کی بنیاد پیر مرحوم چودھری ظہور الٰہی کی دختر نیک اختر کا نکاح پڑھانے تشریف لائے اور خوب اُن سے بھتہ کھایا اور آذوقہ حاصل کیا چودھری صاحب مرحوم پیر گجرات قبلہ شاہ صاحب کو ایک خطیر رقم سالانہ دیا کرتے تھے حضرت شاہ صاحب ہر الیکشن میں بڑے چھوٹے ووٹ کو دعاؤں کے ساتھ مختلف شخصیتوں کی خدمت میں پیش کرتے اور مفاد اُٹھاتے ہیں۔ حضرت والا کا دینی ادارہ "دختران وطن" کی "تہذیب نفس" کے لئے قائم کیا گیا۔ اس میں سرِدست کے مالک کے "مالِ حلال" کا بہت بڑا حصہ ہے اور یہ صرف الیکشن کے ثمرات

ہیں اور حضرت کے رُوحانی فرزند مسٹر سعید بلوچ نے اپنے پیشرو کی سُنّت ادا کرتے ہوئے بدترین رافضی سیّد فخر امام کے الیکشن میں خوب تقریریں کیں اور اس کے موسمی ثمرات سے دو منزلہ مسجد تعمیر کر لی میں پوچھتا ہوں کہ یہ مسجدِ تقویٰ ہے کہ مسجدِ ضرار ؟ یہ ہے پیر و مُرید کا کردار ۔

حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ کو حضرالاستاذ کہہ کے پُکارا کرتے تھے ان سے مختلف قرآنی آیات پر گفت گو ہوا کرتی تھی یہ کہا کہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ سورۃ فتحنا کی آیت میں مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ـــــ کے سلسلہ میں امیر شریعت کی تشفی نہ کرا سکے ، اور مولانا خیر محمد ڈیڑھ گھنٹہ سر کھپاتے رہے دیدہ دلیری اور جہالت سیری کے علاوہ اسے کیا کہا جا سکتا ہے جو شخص اپنی تعریف خود کرے اسکی شخصی حیثیت اس سے واضح ہے حضرت مولانا خیر محمد رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ قرآن نے اپنی تعبیر بھی خود ہی کی ہے اور وہ یوں کہ سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے قوم کی طرف جانے سے یہ کہہ کہ نبوتِ ہارون علیہ السلام کی درخواست کی ــــ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ

کہ اس قوم نے مجھ پر قتل کا الزام لگایا ہوا ہے میں ڈرتا ہوں کہیں مجھے قتل نہ کر دیں ۔ یہاں ذنب کا معنیٰ ہے الزام ــــــ لہذا فتحنا والی آیت میں بھی ذنبٌ کا معنیٰ الزام ہی ہے ۔ شاہ صاحب اور خاں صاحب کی تشریف آوری پر امیر شریعت نے مولانا خیر محمد کے حوالہ سے انہیں یہ تحفہ علیہ مرحمت فرمایا ان حضرت نے یہ بھی اپنے کمالات کی سلک میں پرو لی ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

سیّد عنایت اللہ شاہ صاحب نے تو ــــــــــــ

وَوَجَدَكَ ضَالًّا " اور آپ کو (حق کی تلاش) میں سرگرداں

فَهَدَىٰ : ــــ پایا تو اپنی راہ دکھائی ۔

کا معنیٰ بے دھڑک گمراہ کیا مگر حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ نے مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ اور دابریز کے حوالہ سے ترجمہ یوں کیا " کہ پھر ہم نے اپنی تلاش میں آپ کو سرگرداں پایا تو اپنی راہ دکھائی ۔ " حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کی عادت تھی کہ کسی عام آدمی نے بھی کوئی خوبصورت جملہ ، مفہوم ، شعر ، لطیفہ یا کوئی واقعہ سُنایا تو بے پناہ داد و تحسین فرماتے جس سے اس آدمی کا قد کاٹھ بلند ہوتا اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا تھا کہ وہ تلمیذِ رشید بن کر حاضر خدمت ہو جایا کرتے تھے بلکہ عجز و تواضع اور انکساری ان کا اوڑھنا بچھونا تھا جو کچھ ہم

نے لکھا ہے یہ تو جواب آں غزل ہے تاکہ ہر شخص کو اُس کے مقام پر رکھا اور دیکھا جائے ۔

مولانا غلام اللہ خاں مرحوم اور سیّد عنایت اللہ شاہ صاحب بالقابہ اپنی ذاتی حیثیت میں عالم بھی ہیں واعظ بھی ہیں خوش الحان بھی ہیں خوبصورت بھی ہیں اور سینکڑوں انسانوں کے استاذ بھی ہیں بہت سے لوگوں کے دل ان کے نام کے زیر و بم پر دھڑکتے ہیں لیکن بس ایک حد تک اس سے آگے بڑھاؤ گے اڑاؤ گے تو پر جل جائیں گے ـــــــ

چار سال قبل کی بات ہے کہ سیّد عنایت اللہ شاہ صاحب اور ان کے فرزند ڈیرا اسماعیل خاں تشریف لے گئے اور وہاں حضور کے لقب اُمّی کا ترجمہ جاہل بیان کیا استغفر اللہ حالانکہ مفسرین نے واضح طور پر لکھا ہے ـــــــ

امی ـــ ماں کی گود میں تہذیب و تمدن حاصل کرنے والا ۔

امی ـــ ام القریٰ مکہ والا

امی ـــ اصل والا یعنی نجیب الطرفین

یہی حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ بیاں فرمایا کرتے تھے سیّدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کریم کی آیت لَقَدْ جَاءَکُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفَسِکُمْ ـــ فاء کی زبر سے پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے اس کا مفہوم بھی یہ ہے کہ محمد رسول اللہ بنی ہاشم میں بھی ماں اور باپ کی طرف سے عالی نسب ہیں ـــ لیکن حضرت پیر گجرات نے اپنے فرزند بلند کی تائید میں امی کا معنی جاہل ہی کیا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ـــ نبی کا رتبہ گھٹایا اور بیٹے کا علمی مقام بالاخانے پر پہنچانے کے لئے کندھا دیا ـــ تلک بتلک ولدینا مزید


فون ۳۰۳۲۷

مسودہ دیں۔ کتاب لیں

طباعت اور رنگزین کی سنہری ڈائی دار جلد بندی کا با اعتماد ادارہ

ملتان بک بائنڈرز

آپ کا اطمینان ہمارا امتیاز

شاہ فیصل کالونی، رجوانہ روڈ عقب کچہری ملتان، پاکستان

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

# ماں وہ کہ جس کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے

زیرِ نظر مضمون میں ماں کی عظمت و منصب اور ممتا کے اظہار کے ایسے واقعات ہیں جو ہمارے معاشرے میں بسنے والے بے شمار انسانوں کی آپ بیتیاں ہیں۔ مضمون کا آغاز حضرت احسان دانش مرحوم کی "جہانِ دانش" میں رقم ایک ایسے واقعہ سے کیا گیا ہے جو ماں کی ممتا کا ناقابلِ فراموش اظہار ہے ——— (ادارہ)

"والد بچپن ہی میں فوت ہو گئے خشک ٹکڑوں پر گزارہ تھا۔ پہننے کے لئے ایک ہی بوسیدہ جوڑا، وہ بھی پھٹ گیا۔ سینے کے قابل نہ تھا۔ میں رونے لگا۔ صبح سکول کیا پہن کر جاؤں گا۔ اماں نے تسلّی دی، "صبح کوئی سبیل نکل آئے گی"۔ صبح ہوئی سبیل نظر آگئی۔ ماں نے جہیز میں ملے ہوئے سفید برقعے کے دو ٹکڑے نکال کر میرے لئے جوڑا بنا دیا۔ پرانے زمانے کا یہ برقعہ جو جہیز کی آخری نشانی تھا۔ عورت کا حجاب تھا۔ اپنے بیٹے کا تن ڈھانپنے کے لئے قربان کر دیا۔

زمانہ گزرتا رہا۔ میں بڑا ہو کر نوکر ہو گیا۔ کئی برقعے خریدے لیکن اس برقعے کا حق ادا نہ ہو سکا۔ جو ماں نے اولاد کے لئے قربان کیا تھا۔ آج جب بھی کوئی عورت سفید برقعہ پہنے گزرتی ہے تو میرا سر اس کی عظمت و تکریم میں جھک جاتا ہے۔

اور اب والدہ کے انتقال کے بعد اُن کی یادگار کے طور پر ایک برقع میرے پاس ہے جسے کھلوا کر میں نے چادر کی شکل دے لی ہے۔ اور جب مجھ پر کوئی اچانک مصیبت آتی ہے، تو وہ چادر اوڑھ کر لیٹ جاتا ہوں۔ خدا شاہد ہے کہ مجھے اس سے سکون ملتا ہے۔ ایسا سکون جیسے زندگی کو بہاروں نے گود میں لے لیا ہو اور مہکتی ہوائیں مجھے اُٹھائے ہوئے ہوں۔"

ماں ایک گھنا چھپّر ہے کہ جو خود تو دُھوپ میں جلتا ہے، مگر اپنی اولاد کو ہر بلا د مُصیبت سے محفوظ رکھتا ہے۔ اولاد کے لئے والدہ کا سایہ باعثِ رحمت ہوتا ہے۔

ماں ایک ایسا سایہ دار درخت ہے کہ اگر اُسکی شاخوں کو کوئی نقصان پہنچے تو وہ خود سُوکھ جاتا ہے جب کہ عام درخت جڑوں کو نقصان پہنچنے سے سُوکھتے ہیں۔

ایک ماں جس کا بیٹا چھہ ماہ کا تھا کہ اُس کے سَر کا سایہ جاتا رہا۔ اُس بیوہ نے بڑے ارمانوں سے اپنے بچّے کو پال پوس کر جوان کیا۔ بڑے چاؤ سے شادی رچائی۔ ایک دِن وہ جوان بیٹا اپنی ساٹھ ماہ کی بچّی کو چھوڑ کر ٹریفک کے ایک حادثے میں جاں بحق ہو گیا۔ اُس غم زدہ بوڑھی ماں نے لکھا :

"میں نے اپنے بیٹے کی جائے حادثہ سے خُون آلود مٹی ایک ڈبیہ میں محفوظ کر لی ہے۔ جب کبھی دِل اُس کے فراق میں تڑپتا ہے اور دُکھ کی آگ زیادہ بھڑکتی ہے، شعلۂ جوالہ بن جاتی ہے۔ برداشت نہیں کر سکتی، آتشِ غم سے جگر پھٹنے لگتا ہے، تو بچّوں سے چھُپ چھُپا کر اُس خون آلود مٹی کو سُونگھ لیتی ہوں۔ اُس میں سے مجھے میرے بیٹے کی خوشبو آتی ہے۔"

سیلاب میں ایک ماں اپنے بچّے کو بغل میں لئے ڈوب رہی تھی۔ لوگوں نے رسّہ پھینکا کہ اسے پکڑ کر باہر آجاؤ۔ ماں نے رسّہ پکڑا، بچّہ بغل سے نکل گیا۔ ماں نے یہ کہہ کر رسّہ چھوڑ دیا کہ جب گود ہی خالی رہ گیا، تو زندہ رہنے کا کیا فائدہ ——— ؟

ایک ماں کہ جس کی بیٹی اُسکی نگاہوں کے سامنے زندہ جلادی گئی اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھی، اور اب بھی اُس پاگل عورت کی چیخیں اور قہقہے راتوں کے پچھلے پہر خاموشی کا سینہ چیرتے ہیں تو مائیں وفورِ جذبات میں آکر اپنی سوئی ہوئی بیٹیوں پر آنچل ڈال دیتی ہیں۔

ایک بچّے کا جنازہ جارہا تھا ایک بُرقع پوش خاتون سامنے سے آرہی تھی جنازے کو دیکھ کر رُک گئی۔ دیکھتی رہی اور اُس وقت تک دیکھتی رہی، جب تک بچّے کا جنازہ آنکھوں سے اوجھل نہ ہو گیا۔ میرا وجدان کہتا ہے کہ وہ بھی ایک ماں تھی، اُس معصوم سے جنازے کو دیکھ کر اُسے اپنے اُس ننھے مُنے بچّے کی یاد آگئی ہوگی۔ جو پہلے کبھی اسی طرح کفن میں لپیٹ لپٹا کر اُسے داغِ مفارقت دے چکا ہوگا۔

ایک بس میں آگ لگ گئی بھگدڑ میں ماں دُوسرے لوگوں کے ساتھ باہر آگئی۔ بچّہ نہ نکل سکا۔ اندر سے

آواز آئی: "اماں"۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ماں: "جی میرے بیٹے"! کہہ کر دہکتی ہوئی آگ میں کود پڑی اور ساتھ ہی بھسم ہو گئی۔

بے وقوف سے بے وقوف عورت بھی بحیثیت ماں اپنی اولاد کے لئے باعثِ رحمت ہے۔ ماں کے سرچشمے سے آدمی وہ جذبات حرکت حاصل کرتا ہے۔ جو اُسے عمر بھر مصروف تگ و دَو رکھتے ہیں۔

اگر یہ بات درست ہے کہ عورتوں میں سے کوئی صدیقؓ، عمرؓ، حسنؓ، حسینؓ، شافعیؒ، مالکؒ، رازیؒ، غزالیؒ، اقبالؒ، حالیؒ، نہیں بن سکتی۔ تو یہ بات بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کے مرد چاہے کتنا ہی سر مار لیں۔ وہ اپنی پوری صنف میں سے ایک معمولی درجہ کی ماں بھی پیدا نہیں کر سکتے۔

تعلیماتِ اسلامی میں ماں باپ دونوں میں سے والدہ کو فوقیت دی گئی ہے۔ والد کو چوتھے درجہ میں رکھا گیا ہے۔ خدمت و انعام میں ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت جب ماں کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ تو اُس بنی نوع انسان کے بعض افراد (یعنی اولاد) پر اُس کا درجہ حقوق کے اعتبار سے اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ اُسکی برابری کوئی مَرد نہیں کر سکتا۔

حکم ہے۔ "والدہ کے ساتھ ایسے رہو۔ جیسے ایک خطا کار غلام اپنے باوقار آقا کے ساتھ رہتا ہے۔ جب تک ماں زندہ ہے۔ اُسی کی خدمت کرتے رہو۔ ماں کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کرو۔ ماں کو تیز نظر سے نہ دیکھو۔ ماں کی طرف محبت و مروّت کی نظر سے دیکھو گے۔ تو حج مقبول کا ثواب پاؤ گے۔ ماں کے مرنے کے بعد اُس کے لئے استغفار اور ایصالِ ثواب کرتے رہو۔"

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اپنے ماں باپ کو گالی نہ دو۔" صحابہؓ نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا کوئی اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔" فرمایا! "ہاں! وہ دوسرے کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔ تو وہ دوسرا پلٹ کر جواب میں اُس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔ تو یہ اپنے والدین کو گالی دلوانے کا سبب بن گیا۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو شخص تم میں سے بیوی کو والدہ پر ترجیح دے گا۔ اُس پر اللہ کی لعنت ہو گی۔ اُس کی عبادت مقبول نہ ہو گی۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے کہا۔ "یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم! اولاد پر ماں باپ کا کیا حق ہے۔" فرمایا! "وہ تیری جنّت بھی ہیں دوزخ بھی۔ یعنی اُن کا حق ادا کرنا اور اُن کی رضا، جنّت میں

داخل ہونے کا سبب ہے۔ اور اُن کی نافرمانی کرنا دوزخ میں داخل ہونے کا سبب ہے۔"

حدیث شریف میں ہے۔" وہ شخص خاک میں مِل گیا جس نے والدین کو پایا، اور انکی خدمت کرکے جنّت حاصل نہ کی۔"

" اللہ تعالیٰ والدین کی نافرمانی کرنے والوں کو مرنے سے قبل زندگی ہی میں سزا دیتا ہے۔

نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔" وہ آدمی ذلیل ہو پھر ذلیل ہو پھر ذلیل ہو۔" لوگوں نے پوچھا " اے خُدا کے رسولؐ! کون آدمی!" آپؐ نے فرمایا:" وہ آدمی جس نے اپنے ماں باپ کو بڑھاپے کی حالت میں پایا۔ دونوں کو پایا۔ یا کسی ایک کو۔ اور پھر (اُن کی خدمت کرکے) جنّت میں داخل نہ ہُوا۔"

حضرت جاہمہؓ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس گئے اور کہا:" میں نے ارادہ کیا ہے کہ جہاد کو جاؤں۔" آپؐ نے فرمایا:" کیا تیری ماں زندہ ہے؟" جاہمہؓ نے کہا۔" ہاں زندہ ہے!" فرمایا، " تو ماں کے پاس رہ کر اُس کی خدمت کر کہ اُس کے پاؤں کے نیچے جنّت ہے۔"

ایک شخص نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کیا۔ کہ" حُسنِ سلوک۔ احسان اور خدمت گزاری کا میرے لئے سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟" فرمایا:" تیری ماں"! اُس شخص نے کہا:" پھر کون؟" " فرمایا:" تیری ماں"۔ اُس شخص نے کہا:" پھر کون ---؟" فرمایا:" تیری ماں"۔ اُس شخص نے کہا۔" پھر کون؟" فرمایا:" تیرا باپ۔"

حضرت اویسؓ، نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے دَور میں موجود تھے۔ مگر آپ کی مُلاقات کا شرف حاصل نہ کر سکے۔ اُنکی ماں بوڑھی ہو چکی تھیں۔ دِن رات ان ہی کی خدمت میں لگے رہتے۔ نبی صلّی علیہ وسلّم کے دیدار کی بڑی آرزو تھی۔ اور کون مومن ہوگا۔ جو اِس تمنّا میں نہ تڑپتا ہو کہ اسکی آنکھیں دیدارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم سے روشن نہ ہوں۔ چنانچہ حضرت اویسؓ نے آنا چاہا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے منع فرمایا۔ فریضۂ حج ادا کرنے کی بھی اُن کے دِل میں بڑی آرزو تھی۔ لیکن جب تک والدہ زندہ رہیں۔ اُن کی تنہائی کے خیال سے حج نہیں کیا۔ اور اُن کی وفات کے بعد ہی یہ آرزو پوری ہو سکی۔

ارشادِ خداوندی ہے۔" اللہ کی عبادت کرو۔ کسی کو اُس کا شریک اور ساجھی نہ بناؤ اور جن لوگوں نے تمہاری تربیت کی ہے۔ اللہ کے بعد اُن کی فرمانبرداری کرو۔"

ربّ العالمین تو حقیقتاً بچّہ کو وجود عطا فرماتا ہے۔ والدین اُسی کی ایجاد کا ظاہری ذریعہ ہیں۔ اِسی

لئے اللہ تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ والدین کے حقوق ذکر کئے گئے ہیں ۔

"پس اُن کو "ہُوں" بھی نہ کہنا اور نہ اُنہیں جھڑکنا اور کہہ اُن سے تعظیم کی بات اور جُھکا دے اُن کے آگے عاجزی کا بازو نیاز سے ۔ اور کہہ "اے میرے پروردگار! ان پر رحم فرما جیسے اُنہوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا"۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔" اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے ۔ پہلے اسے اُس کی ماں ضعف پر ضعف برداشت کر کے (اپنے پیٹ میں) اُٹھاتی ہے ۔

اور (پھر) دو برس میں اُس کا دُودھ چھُوٹتا ہے ۔ کہ ہمارا بھی شُکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی (اور یاد رکھ کہ) تو نے ہماری طرف لوٹ کے آنا ہے ۔"

جب لالہ کا شگوفہ چٹک کر پھُول بننے لگتا ہے ۔ تو دھرتی ماں اپنے سینے سے اپنی محبت کا خون دے کر اُسے بہاروں سے ہم کنار کرتی ہے لیکن اس جاں سوز کوشش میں اس کی اپنی زندگی کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں ۔ بالکل یہی حالت اولاد کے لئے ماں پر بھی گزرتی ہے ۔

اولاد کے لئے ماں کا سایہ باعثِ رحمت ہوتا ہے ۔ ماں کے اندر پیغمبر کی سی شفقت کی ایک جھلک پائی جاتی ہے ۔ ماں محبت کا ایک روشن چراغ ہے ۔

۲۷ ذوالحج ۱۴۰۰ھ جمعرات کی شام کوئی ساڑھے تین بجے میں بھی اس ہستی سے محروم کر دیا گیا جو بے لوث محبت کی آغوش وا کئے ہمیشہ میرے انتظار میں رہتی تھی ۔ ماں کی اصل خوبصورتی اس کی محبت ہے ۔ اور اس لحاظ سے میری ماں دنیا کی خوبصورت ترین ماں تھی ۔ اس کے جانے کے بعد احساس ہوتا ہے کہ میرا کتنا بڑا نقصان ہو گیا ہے ۔

میری تو دُعاؤں کا سرچشمہ ہی بند ہو گیا ۔ میری پناہ گاہ زیرِ زمین چلی گئی ۔ وہ درخت ہی کاٹ دیا گیا جس کے سائے تلے میں زندگی کی کڑی دُھوپ کا ستایا ہُوا کچھ دیر کے لئے سستا لیا کرتا تھا ۔

جس کے سائے میں زیست کرتے تھے ۔ ماں کی صُورت وہ پیار ہی نہ رہا
اب کڑی دھوپ ہے حیات اپنی ۔ شجرِ سایہ دار ہی نہ رہا

اور
کس کو اب ہو گا وطن میں آہ میرا انتظار ۔ کون میرا خط نہ آنے سے رہے گا بیقرار
خاکِ مرقد پہ تری لے کر یہ فریاد آؤں گا ۔ اب دُعائے نیم شب میں کس کو میں یاد آؤں گا

میرا اب گھر جانے کو جی نہیں چاہتا کہ ماں کے بغیر گھر ویران لگتا ہے ۔ کسی نے صحیح کہا تھا کہ اگر مجھ سے

میری ماں چھین لی جائے تو میں پاگل ہو جاؤں گا۔ مجھے ماں اور پھول میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ آہ! مجھ سے میرا پھول چھین لیا گیا۔ مگر میں کس سے کہوں۔ نطق پہ تالے ہیں۔ کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ وہ بے نیاز ہے۔ وہ سب سے پوچھ سکتا ہے اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔ صبح دم پھول نے آسمان کی طرف منہ کر کے فریاد کی: "مجھ سے میری شبنم چھین لی گئی ہے۔" اُسے کیا خبر تھی کہ آسمان اپنے ستارے بھی کھو چکا ہے ــــــ اب جبکہ میری والدہ دنیا میں نہیں رہی، اُس کی زندگی میری آنکھوں کے سامنے پھر رہی ہے کہ میری ماں کتنی عظیم تھی۔ وہ کتنی محنت کرتی رہی جس نے میرے لئے اپنی راتوں کی نیند حرام کی۔ شب و روز کی محنتِ شاقہ سے میری تعلیم و تربیت کی، ہر مشکل میں میرا حوصلہ بڑھایا ــــــ ایک دفعہ میں چھوٹا سا تھا، مرحوم باپ کی یاد میں رو رہا تھا۔ کہنے لگیں۔ "بیٹا! تمہارا صاحب ایک ہی صاحب ہے اور وہ بہتر کارساز ہے۔ دُکھ میں اُسی کو پکارو۔ گھبرانا نہیں ــــــ رازق وہ دی سرکاری ہے جس نے پیدا کیا ہے۔ اُس نے دینی ہی دینی ہے۔ صرف والد کا سایہ نہیں رہا۔ اور جس کا ناخدا نہ ہو اُس کا خُدا ہوتا ہے۔ دنیا تو جتنی لکھی ہے، ملنی ہی ملنی ہے۔ دین کے لئے محنت اور فکر کیا کرو۔

اور پھر آخر تک وہ ہمت نہ ہاری، سات سال مسلسل موت کا مقابلہ کرتی رہی۔ بڑے حوصلے اور بڑی استقامت کے ساتھ ــــــ اور انجام کار میری ماں پر بھی موت کا ضابطہ پُورا ہوا کہ جس ضابطے سے بڑے بڑے اولوالعزم پیغمبر بھی نہ بچ سکے۔ وہ تو بہت اچھی تھی۔ اچھی ہو گئی کہ ماں ہمیشہ اچھی ہوتی ہے کسی کی بھی ہو۔ مگر جب مجھے اپنی کمی اور خلا کا احساس ہوتا ہے، تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا آ جاتا ہے کہ میری ایک نہایت ہی قیمتی چیز گم ہو گئی ہے۔

ماں وہ جس کے پاؤں کے نیچے بہشت ہے
ماں پیکرِ کرم ہے۔ محبّت سرشت ہے
سطحِ زمیں پہ گلشنِ رضواں کہیں جسے

خود دُکھ اٹھا کے راحت و آرام دے ہمیں
تسکینِ قلب، ہر سحر و شام دے ہمیں
وہ ذات ہے کہ معدنِ احساں کہیں جسے

خورشید ماں کا رُتبۂ عالی بتاؤں کیا
دُنیا کو ماں کی شانِ جمالی بتاؤں کیا
اک نعمتِ عظیم ہے وہ ماں کہیں جسے

آخری قسط

مولانا محمد عبدالحق چوہان
گلشن معاویہ۔ رحیم یار خاں

# تلخ و شیریں

عام صحابہ اور خصوصاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف تحریر کردہ اس مسموم مضمون کے آخر میں مودودی صاحب یزید کے خلاف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اقدام کے متعلق رقمطراز ہیں :۔

"پھر جب اس میں تغیر کیا گیا کہ حکومت کو موروثی بنا دیا جائے تو حضرت حسینؓ نے ولی عہدی کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت حسینؓ نے کہا تھا کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو۔ میں اس کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا۔ تو یہ درست نہیں ہے۔ بلکہ انہوں نے جو کہا تھا وہ یہ تھا کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو اور پھر اس سے فیصلہ کرنے دو خواہ میرے قتل ہی کا فیصلہ کر دے۔ غرض حضرت حسینؓ نے یہ نمونہ پیش کیا کہ اگر حکومت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو اور وہ غلط راہ پر جا رہی ہو تو اس کے خلاف جد وجہد درست ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صحابہؓ نے تو بیعت کر لی تھی۔ حضرت حسینؓ نے کیوں نہ کی۔ وہ ان کو مطعون کرتے ہیں۔ حالانکہ جب کوئی مسلمان حکومت پوری طاقت سے قائم ہو تو اس کے خلاف اُٹھنا ہما شما کا کام نہیں۔ صرف وہ اُٹھ سکتا ہے جو فیصلہ کر چکا ہو کہ وہ اُٹھے گا خواہ کچھ ہو جائے۔ جو لوگ ایسی بات کہتے ہیں ان کو صحابہ کرامؓ کی طرف سے صفائی پیش کرنی چاہیئے۔"

انہی جملات پر مودودی نے اس مضمون کو ختم کیا ہے۔ مضمون کے اس نازک ترین حصّہ پر اظہار تبصرہ کرنے سے قبل اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات تمام فضائل و مناقب کی مرکز و مرجع ہے۔ آپ کی فضیلت کے متعلق تمام کتب احادیث اور خصوصاً صحاح ستہ میں کئی احادیث منقول و مروی ہیں۔ نبوت کے بعد سب سے بڑی فضیلت، صحابیت کے درجۂ رفیعہ پر آپ فائز ہیں۔ اور نسبی شرافت کے اعتبار سے آپ نواسۂ رسولؐ ہیں۔ اور آپ کے لئے جنت کی بشارت بھی ہے۔ اور یزید ان تمام فضائل و خصوصیات سے تہی دامن ہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس

کوئی نسبت دی جا سکتی ہے۔

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

بنات طاہرات کی نسبت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد امجاد کے ساتھ امت کو جو محبت و عقیدت ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ مؤدودی اسی عقیدت و محبت کی شراب شیریں میں سبائیت کے زہریلے جراثیم کی آمیزش کرنا چاہتا ہے۔ محبت کے انہی جذبات کے پس پردہ اس کی تنقید کا پہلا ہدف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات ہے پہلے وہ یہ یاد کرانا چاہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یزید کو "ولی عہد" مقرر کرنے کا اقدام غلط تھا۔ یزید کے خلاف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا اقدام اسی عمل کی تغلیط کیلئے تھا۔ یہ بھی ایک مغالطہ ہے۔ کیونکہ یزید کی ولی عہدی کا زمانہ تو حضرت معاویہؓ کے دور خلافت میں تھا۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد تو وہ دور ولی عہدی سے گزر کر خلافت پر متمکن ہو چکا تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کو ولی عہدی ختم کرنے کے لئے کس طرح تصور کیا جا سکتا ہے؟

باقی رہا یہ امر کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو ولی عہد کیوں مقرر کیا؟ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے جمل اور صفین کے واقعات تھے ——— اور انہیں یہ خطرہ درپیش تھا کہ اگر امت کو ایک مرکز پر مجتمع کئے بغیر میں اس دنیا سے رخصت ہو گیا تو عین ممکن ہے کہ ملت اسلامیہ پھر خانہ جنگی اور انتشار کا شکار ہو جائے۔ اس لئے انہوں نے یزید کو ولی عہد مقرر کر دیا۔ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امت کو اختلاف و انتشار سے محفوظ رکھنے کی غرض سے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلافت کے لئے نامزد کیا اور اسی جذبۂ خیر خواہی کے تحت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی حیاتِ مستعار کے آخری وقت میں ملت اسلامیہ کی قیادت و امارت کو صرف چھ اشخاص میں محصور کر دیا۔ اور پھر ان حضرات نے باہمی مشورہ سے اس فریضہ کی سرانجام دہی سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی۔ اور یزید کی ولی عہدی کی تجویز درحقیقت محفل "دھاۃ العرب" کے رکن سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ تھی اور حضرت معاویہؓ نے ملتِ اسلامیہ کی بہی خواہی کے جذبہ کے تحت اس تجویز کو قبول کیا۔ اور مملکتِ اسلامیہ کے دانش ور حضرات کے مشورہ کے بعد ہی اس تجویز کو عملی جامہ پہنایا گیا۔ یہ درست ہے کہ بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس تجویز سے اختلافات کیا۔ لیکن صحابہ کی اکثریت نے اس تجویز سے اتفاق کیا اظہار کیا۔ کیونکہ ان حضرات کے نزدیک ملتِ اسلامیہ کی ہیئتِ اجتماعیہ کا تحفظ بہت ہی ضروری تھا۔ اور اس وقت یہی عمل صورت اجتماعیہ کے تحفظ کے لئے ان کے نزدیک کارگر اور موثر تھا۔ چنانچہ حمید بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں یزید کی ولی عہدی کے وقت حضرت بشیرؓ کے پاس گیا جو صحابہ

بیہ سے تھے انہوں نے فرمایا،

یقولون انما یزید لیس بخیر امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وانا اقول ذالک ولکن لان یجمع اللہ امۃ محمد احب الی من ان تفرق.

لوگ کہتے ہیں کہ یزید امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے بہتر نہیں ہے۔ اور میں بھی کہتا ہوں لیکن امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جمع ہو جانا مجھے افتراق کی بہ نسبت زیادہ پسند ہے۔

(تاریخ الاسلام للذہبی صفحہ ۲۶۷ ج ۲ - بحوالہ حضرت معاویہ اور تاریخی حقائق صفحہ ۹۱)

بظاہر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو چاہیئے تھا کہ ولایت عہد کے لئے اپنے بیٹے یزید کو مقرر نہ کرتے بلکہ اپنے قرابت داروں کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو متعین کرتے۔ اگر بنظر تعمق اس وقت کے حالات و واقعات کا تجزیہ کیا جائے تو اس اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ کیونکہ ولایت عہد کے عمل سے ملت اسلامیہ کی صورت اجتماعیہ کا تحفظ مقصود تھا اور اس وقت سیاسی قیادت و امارت کے اعتبار سے بہ حیثیت قبیلہ بنو امیہ کو حاصل تھی اور کسی عہدہ پر رشتہ دار کو فائز کرنا شرعی اعتبار سے اس میں نہ کوئی قباحت ہے اور نہ ہی ممانعت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریبی رشتہ دار سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یمن کی تولیت پر مقرر کیا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر بھی سبائیوں نے ایک اعتراض یہی کیا تھا کہ انہوں نے اہم عہدہ جات پر اپنے قریبی رشتہ داروں کو متعین کر دیا ہے۔ علماء نے اس اعتراض کے تذکرہ کے بعد اس طرح اس کا جواب دیا ہے:۔

منھا تولیۃ اقاربہ ولیس فی ھذا ادنی عیب لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولی علیاً وھو ابن عمہ واذا کانت تولیۃ القریب عیباً تنھی عنھا علیہ السلام ولم یفعلھا ومع ذالک فالاسلام سوی بین الناس لا قریب عند

ان اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ انہوں نے قریبی رشتہ داروں کو عہدہ جات پر مقرر کیا ہے حالانکہ اس میں کوئی بھی عیب نہیں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو والی متعین کیا۔ حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے اور اگر قریبی رشتہ داروں کو عہدوں پر متعین کرنا عیب ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع کرتے اور خود ہی اس طرح نہ کرتے، اور

ولابعید فالامر موکول لرائی الامام الذی القیت الیہ مقالید الامۃ

(اتمام الوفا صہ ۲۰۶)

ساتھ ہی یہ بات ہے کہ اسلام دین مساوات ہے اس میں امام کا نہ کوئی قریب ہے نہ بعید بلکہ سب لوگ اس کیلئے برابر ہیں اور اس تولیتہ کی تفویض میں امام کی رائے کا اعتبار ہے جس کے پاس امت کے تمام امور سپرد کر دیئے گئے ہیں۔

---

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج کو اپنے بعد خلافت بلافصل کے لیئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق خداوند قدوس سے دعا مانگی۔ اگر قریبی رشتہ دار کو کسی عہدہ پر متعین کرنا شرعًا ممنوع ہوتا تو آپ ہرگز ہرگز یہ دعا نہ مانگتے۔ کیونکہ پیغمبر جس طرح معصیت کے ارتکاب سے معصوم ہوتا ہے اسی طرح معصیت کی آرزو سے بھی معصوم ہوتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لما عرج بی سئلت ربی ان یجعل الخلیفۃ من بعدی علی بن ابی طالب فقالت الملائکۃ یا محمد ان اللہ یفعل ما یشاء الخلیفۃ من بعدک ابوبکر۔

ازالۃ الخفاء صہ ۳۰ ج ا غنیۃ الطالبین صہ ۶۷ ج ا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس وقت مجھے معراج کرایا گیا تو میں نے خداوند قدوس سے سوال کیا کہ میرے بعد علی بن ابی طالب کو خلیفہ بلافصل بنائے۔ فرشتوں نے مجھے کہا کہ اے محمد! اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتے ہیں اسی طرح کرتے ہیں۔ تیرے بعد خلیفہ بلافصل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے

---

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب یزید خلیفہ متعین ہوگیا اور شہروں میں اس کی خلافت پر بیعت ہوئی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی بیعت سے تخلف اختیار کیا اور آپ مدینہ سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ کوفہ کے سبائیوں کو جب اس صورت حال کا علم ہوا تو پھر وہ امت کے درمیان تفرقی و انتشار پیدا کرنے کے لیئے اپنی سازشی ریشہ دوانیوں میں مصروف ہوگئے۔ اور اپنی مطلب برآری کے لیئے انہوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ذات کا انتخاب کیا۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ سب سے پہلے سلیمان بن صرد

مسیب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد، اور حبیب بن مظاہر نے عبداللہ بن سبع ہمدانی کے ذریعے اپنے خطوط حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت روانہ کیے۔ اور ۱۰ رمضان کو یہ خطوط آپ کو موصول ہوئے۔ پھر تسلسل کے ساتھ سبائیوں نے آپ کے پاس خطوط روانہ کرنا شروع کر دیئے۔ ان خطوط کی وصولی کے بعد تیسرے دن سبائیوں کی طرف سے قیس بن مسہر، عبدالرحمٰن بن عبداللہ اور عمارہ سلولی ۵۳ خطوط لے کر آگئے۔ اور پھر ان کے تین دن بعد ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ آپ کے پاس آ گئے۔ کوفیوں کی طرف سے اس کثرت سے آپ کے پاس خطوط وارد ہوئے کہ ان خطوط کا انبار لگ گیا۔ ان لوگوں نے خطوط کے ذریعہ اور زبانی طور پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یقین دلایا کہ عراق اموی خلافت کے خلاف پورے طور پر منظم ہے۔ اور آپ جس وقت تشریف لائیں گے تو ہم والیٔ کوفہ نعمان بن بشیرؓ کو نکال دیں گے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان کی بات پر یقین آگیا اور آپ نے یہ سمجھا کہ عراق ابھی تک یزید کی بیعت سے دست کش ہے اور یزید کو تسلط حاصل نہیں ہوا۔ اور اس کی خلافت تا ہنوز منعقد نہیں ہوئی۔ اور آپ نے مزید اطمینان حاصل کرنے کے لئے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ کی طرف روانہ کیا تاکہ حالات کا جائزہ لے کر آپ کو صحیح صورتِ حال سے مطلع کریں۔ جب حضرت مسلم بن عقیل کوفہ پہنچے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنیوالوں کی تعداد اٹھارہ ہزار تک پہنچ گئی۔ حضرت مسلم بن عقیل نے آپ کو ان حالات سے آگاہ کیا۔ ان حالات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے آپ کوفہ جانے کو تیار ہو گئے اور یزید کو جب ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو اس نے کوفہ، بصرہ کے عامل عبداللہ بن زیاد کی تحویل میں دے دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بہی خواہ حضرات مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم کو جب آپ کے کوفہ جانے کے ارادہ کی خبر ملی تو انہوں نے آپ کو اس اقدام سے روکا۔ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تو اس قدر کوشش کی کہ والیٔ مکہ عمرو بن سعید سے آپ کے نام ایک خط لکھوایا اور وہ خط لے کر عمرو بن سعید کے بھائی یحییٰ بن سعید کے ہمراہ آپ کے پاس گئے اور آپ کو روکنے کی کوشش کی۔ لیکن یہ تمام تر مساعی تقدیرِ ایزدی کے باعث بے نتیجہ ثابت ہوئیں۔ جب آپ میدان کربلا میں پہنچے اور وہاں جو صورتِ حال آپ کے سامنے آئی تو آپ کو یقین ہو گیا کہ اہلِ کوفہ نے غداری کی ہے اور مملکتِ اسلامیہ پر یزید کا تسلط مکمل ہو چکا ہے تو آپ نے عمر بن سعد کے سامنے تین تجاویز پیش کیں۔ اور ان میں ایک یہ تھی کہ

"مجھے یزید کے پاس جانے دو، میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دوں گا۔"

مودودی حضرت حسینؓ کے اس قول کا انکار کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

"یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت حسینؓ نے کہا تھا کہ "مجھے یزید کے پاس لے چلو میں اس کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا" تو یہ درست نہیں ہے"۔

معلوم نہیں کہ مودودی کا یہ انکار جہل پر مبنی ہے یا کہ تجاہل عارفانہ ہے۔ کیونکہ ان کے اپنے اکابر کی کتب میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی یہ تجویز بصراحت موجود ہے اور مودودی کا یہ انکار بقول کسے :

من چہ سرایم و طنبورِ من چہ سراید ––– کا مصداق ہے۔

هذا اعطاني ان يرجع الى المكان الذى اتى منه او ان يسير الى ثغر من الثغور فيكون رجلاً من المسلمين له مالهم وعليه ماعليهم او ان يأتي الى امير المؤمنين يزيد فيضع يده فى يده فيرى فيما بينه وبينه رائه۔

(اعلام الورى باعلام الهدى ص ۲۳۶)
(تالیف ابی علی الفضل بن الحسن الطبرسی)

عمر و بن سعد نے عبید اللہ بن زیاد کی طرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تجاویز کے ذکر میں تحریر کیا کہ یا تو یہ کہ وہ جہاں سے آئے ہیں وہاں واپس تشریف لے جائیں یا یہ کہ وہ مملکت کی سرحدات میں کسی سرحد کی طرف چلے جائیں اور آپ ان لوگوں میں سے ایک ہوں گے اور آپ ان لوگوں کے نفع و نقصان میں شریک ہوں گے یا یہ کہ وہ امیر المؤمنین یزید کی طرف تشریف لے جائیں اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں وہ اپنے اور حضرت حسینؓ کے درمیان جو فیصلہ چاہے کرے۔

---

تلخیص الشافی میں ہے :

وقد روى انه عليه السلام قال لعمر بن سعد۔ اختاروا مني اما الرجوع الى المكان الذى اقبلت منه او ان اضع يدى على يد يزيد فهو ابن عمى يرى فى رأيه۔ واما ان تسيروا بى الى ثغر من ثغور المسلمين فاكون

روایت کیا گیا ہے کہ حضرت حسین علیہ السلام نے عمر بن سعد سے فرمایا کہ میری ان تجاویز میں سے کسی کو اختیار کر لو۔ یا اس جگہ کی طرف واپسی جہاں سے میں آیا ہوں یا یہ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دوں وہ میرا چچا زاد بھائی ہے۔ میرے متعلق خود ہی فیصلہ کرے یا یہ کہ سرحدات میں سے کسی سرحد کی طرف

رجلا من اھل لہ مالہ وعلیہ ما علیہ
(تلخیص الشافی صہ ۱۸۶ ج ۴)

بحارالانوار کے فارسی ترجمہ میں ہے:

این حسین کہ بمن می گوید۔ حاضر است برگردد
بہ آن مکانی کہ از آنجا آمدہ است۔ یا بسوئے
یکی از سرحدہا بازگردد و نظیر یک مردی
از مسلمانان باشد آنچہ برلہ آناں باشد برلہ
وی ہم باشد و آنچہ برعلیہ ایشاں باشد
برعلیہ او نیز باشد۔
یا اینکہ نزد امیرالمؤمنین یزید بیاید و دست
خودرا درمیان دست او بگذارد۔
و یزید ہر نظریہ اے کہ دارد بین خود و امام
حسین رض بدہد۔ (بحار الانوار مترجم،
تالیف: ملا باقر مجلسی صہ ۴۴۴۔ ج ۱۰)

اور الارشاد میں ہے:

ھذا حسین قد اعطانی عھداً ان
یرجع الی المکان الذی ھو منہ
اتی او یسیر الی ثغر من
الثغور فیکون رجلا من
المسلمین لہ مالھم وعلیہ ما علیھم
او یأتی امیرالمؤمنین یزید
فیضع یدہ فی یدہ فیری[۱]
فیما بینہ وبینہ۔

مجھے لے چلو۔ میں ان میں سے ایک ہوں گا اور
ان کے نفع ونقصان میں برابر کا شریک ہوں گا۔

---

یہ حضرت حسین رض ہیں، مجھے فرماتے ہیں کہ وہ
اس بات پر تیار ہیں کہ جہاں سے آئے ہیں
اسی طرف واپس چلے جائیں، یا سرحدات میں سے
کسی ایک سرحد کی طرف چلے جائیں اور مسلمانوں
میں سے ایک ہوں گے اور ان کے نفع و
نقصان میں برابر کے شریک ہوں گے۔
یا یہ کہ امیرالمؤمنین یزید کے پاس
چلے جائیں اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ
میں رکھ دیں۔ اور یزید خود ہی اپنے
اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے درمیان
فیصلہ کرے۔

---

یہ حضرت حسین رض ہیں، میرے ساتھ انہوں
نے یہ عہد کیا ہے کہ یا تو وہ اس جگہ واپس چلے
جائیں جہاں سے وہ آئے ہیں یا سرحدات میں سے کسی
سرحد کی طرف چلے جائیں، اور عام مسلمانوں
میں سے ایک ہوں گے، اور ان کے نفع و
نقصان میں برابر کے شریک ہوں گے یا یہ کہ
امیرالمؤمنین یزید کے پاس جائیں اور اس کے ہاتھ
میں اپنا ہاتھ دیدیں اور خود ہی اپنے اور ان کے

(الارشاد ص۲۳۴ للشیخ المفید رہ) درمیان فیصلہ کرے۔

تاریخ طبری مترجم ترجمہ سید حیدر علی طباطبائی میں ہے۔

"تین باتوں میں سے ایک بات میرے لئے اختیار کرو، یا تو یہ کہ جہاں سے میں آیا ہوں وہیں چلا جاؤں۔ یا یہ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دوں، وہ اپنے اور میرے درمیان جو فیصلہ چاہے کرے۔ یا یہ کرو کہ مملکت اسلام کی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر مجھے روانہ کردو۔ میں ان لوگوں کا ایک شخص بن کر رہوں۔ میرا نفع ونقصان ان کے نفع ونقصان کے ضمن میں ہوگا۔"

(تاریخ طبری حصہ چہارم مترجم۔ ترجمہ: سید حیدر علی طباطبائی۔ عنوان: حضرت حسینؓ کی تین شرائط)

تاریخ اور روافض کی ان معتبر کتب میں اس روایت کے موجود ہونے کے بعد بھی اگر کوئی شخص حضرت حسینؓ سے اس فرمان کا انکار کرے تو اس کا انکار ایک بدیہی حقیقت کے انکار کے مترادف ہوگا۔ جس کو علماء علم کلام کی اصطلاح میں سفسطہ کہتے ہیں۔ اور اگر بالفرض مودودی کی اس بات کو تسلیم کرلیا جائے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اس قول کی نسبت صحیح نہیں تو پھر بھی اس کا مفروضہ نظریہ ثابت نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس نے اپنی کتاب "خلافت وملوکیت" میں اس واقعہ کو اس طرح تحریر کیا ہے:

"پھر حضرت حسینؓ نے آخر وقت میں جو کچھ کہا تھا وہ یہ تھا کہ یا تو مجھے واپس جانے دو، یا کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو، یا مجھ کو یزید کے پاس لے چلو۔" (خلافت وملوکیت ص۱۸۰)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان کہ —— مجھے واپس جانے دو —— تب ہی صحیح ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اپنے پہلے موقف سے رجوع فرمالیا ہو۔ کیونکہ آپ کی استقامت اور تصلب سے یہ بات بعید اور خارج از امکان ہے کہ آپ جس موقف کی بنا پر یہاں تشریف لائے تھے پھر اسی پر قائم ہوتے ہوئے واپس تشریف لے جائیں اور پھر اس کی مزید تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا —— کہ مجھے کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو —— کیونکہ سرحدات میں وہی لوگ مشغول جہاد تھے جنہوں نے یزید کی امارت کو تسلیم کرلیا تھا مودودی صاحب اسی کشمکش کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں:

"بعض لوگ کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے تو بیعت کرلی تھی حضرت حسینؓ نے کیوں نہ کی۔ وہ ان کو مطعون کرتے ہیں، حالانکہ جب کوئی مسلمان حکومت پوری طاقت سے قائم ہو تو اس کے خلاف اٹھنا ہر ہما شما کا کام نہیں، صرف وہ اٹھ سکتا ہے جو فیصلہ کرچکا ہو کہ وہ اٹھے گا خواہ کچھ ہو جائے۔"

اس تحریر میں مودودی پوری آب وتاب کے ساتھ سبائیت کے لباس میں جلوہ گر نظر آتا ہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ذات کا سہارا لے کر صحابہ کرام کی سخت الفاظ میں توہین وتنقیص کی ہے۔ انداز تحریر اور سیاق وسباق کے لحاظ سے لفظ شما ہما شقو خیرے کے مترادف ہے۔ یعنی مودودی کے نظریہ کے مطابق حجاز، شام، بصرہ، کوفہ اور مصر میں رہنے والے بہت سے صحابہ جنہوں نے یزید کی امارت کو تسلیم کرکے بیعت کر لی۔ وہ نتھو خیرے کے زمرہ میں شامل ہیں۔ شیخ الصحابہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ حبر الامت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی نتھو خیرے میں شامل ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس طرح کے توہین آمیز الفاظ سے تعبیر کرنا مودودی کے سبائیت زدہ ذہن کی اختراع ہے، ورنہ اہل سنت کے نزدیک صحابہ کی یہ حیثیت ہے:

| | |
|---|---|
| كانوا مصابيح الهدى واوعية العلم حضروا من الكتاب تنزيله ومن الدين جديده وعرفوا من الاسلام مالم يعرفه غيرهم واخذوا من رسول الله صلى الله عليه وسلم تاويل القرآن۔ | یہ حضرات ہدایت کے چراغ اور علم کے ظروف تھے۔ قرآن ان کے سامنے اترا اور نیا دین ان کے سامنے آیا۔ یہ اسلام کے ان علوم ومعارف سے آگاہ تھے، جنہیں کوئی دوسرا نہیں جان سکتا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی حقیقت کو سمجھا۔ |
| البدایہ والنہایہ صہ ۱۳۳ ج ۸ | |

اور مضمون مودودی کے آخر میں ہے:

——— جو لوگ ایسی بات کہتے ہیں ان کو صحابہ کرام کی طرف سے صفائی پیش کرنی چاہیئے نہ کہ حضرت حسین رضؓ کو مطعون کرنا چاہیئے۔

اہل سنت والجماعت میں سے کوئی شخص بھی ایسا سنگدل نہیں جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس اقدام پہ معاذاللہ مطعون کرتا ہو، اور نہ ہی کوئی ایسا فرد ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق سوء ظن کا ارتکاب کرتا ہو، بلکہ یہ سبائیوں کا ہی مذہب وعقیدہ ہے کہ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مطعون کرتے ہیں جیسا کہ مودودی کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور باقی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے یزید کے دور خلافت میں اس طرز عمل سے جو مبدا اختلاف مترشح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اُس وقت موجود اکثر صحابہؓ کی یہ رائے

تھی کہ یزید کی خلافت متحقق ہوچکی ہے اور اس کے خلاف خروج کرنا ملت اسلامیہ کی اجتماعی قوت کو تحلیل کرنے کے مترادف ہے۔ اور یزید کے افعال میں سے کوئی ایسا فعل نہیں جس کی بنا پر وہ عزل کا مستحق ہو۔

| | |
|---|---|
| وقد کان فی ذالک العصر کثیر من الصحابۃ بالحجاز والشام والبصرۃ والکوفۃ ومصر وکلھم لم یخرج علی یزید لا وحدہ ولا مع حسین رض (اتمام الوفا ص۲۹۰) | حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حجاز، شام، بصرہ، کوفہ اور مصر میں بہت سے صحابہ موجود تھے۔ نہ ان میں سے کسی نے اکیلے یزید کے خلاف خروج کیا اور نہ ہی حضرت حسینؓ کے ساتھ مل کر۔ |

اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یہ اجتہاد تھا کہ یزید کی خلافت ابھی تک متحقق نہیں ہوئی اور تا حنوز مسلمانوں کا اس کی امارت پر اتفاق نہیں ہوسکا۔ اہل کوفہ کے وفود اور خطوط نے ان کے مؤقف کو مزید تقویت پہنچائی اور ان کو اس بات پر پورا یقین تھا کہ ان کی ذات ستودہ صفات پر ملت اسلامیہ مجتمع ہوجائے گی۔ اسی موقف کی بنیاد پر آپ نے کوفہ کا سفر اختیار کیا۔ لیکن آپ جب وہاں پہنچے اور صورت حال کا مشاہدہ کیا تو آپ کو یقین ہوگیا کہ یزید کی خلافت پر مسلمانوں کا اجماع ہوچکا ہے۔ اس لئے آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا لیکن عبیداللہ بن زیاد اور شمر کی بدبختی کی وجہ سے آپ واپس نہ ہوسکے اور کربلا کا حادثہ فاجعہ امت کو پیش آیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ وصفوۃ بریتہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ واولادہ واتباعہ اجمعین الیٰ یوم الدین۔

## غدارانِ ختمِ نبوت کا عبرتناک انجام

**تحریک** ختم نبوت کو کچلنے والوں کے بارے میں جناب عبدالرب نشتر مرحوم کی رائے۔

"جن لوگوں نے ۱۹۵۳ء میں عاشقانِ ختم نبوت کو شہید کیا اور ان کے خون سے ہولی کھیلی ہے میں اندرخانہ کے راز دار کی حیثیت سے جانتا ہوں کہ ان پر کیا بیت رہی ہے اور وہ کن حادثات وسانحات کا شکار ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب کا اطمینان سلب کرلیا اور ان کی روحوں کو سرطان میں مبتلا کر دیا ہے"

(سردار عبدالرب نشتر مرحوم)

حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹ

آخری قسط

# ضرورتِ نبوّت

پہاڑوں کی غاروں اور آبادی سے دور دراز ویرانہ میں ایک ایک ہفتہ نہیں بلکہ ایک ایک مہینہ اور ایک ایک چلہ زہد و تقشف کی زندگی گزارتا ہے۔ تورات میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں مرقوم ہے کہ کتاب ملنے سے قبل وہ چالیس روز تک کوہ طور پر روزہ کی حالت میں رہے۔ اسی طرح انجیل میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت مرقوم ہے کہ وہ ایک ویرانہ میں چالیس روز تک روزہ کی حالت میں عبادتِ الٰہی میں مصروف رہے خود سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰت والتحیات نزولِ وحی سے قبل غارِ حرا میں عزلت گزینی اور گوشہ نشینی اور عبادت وریاضت اور فکر و مراقبہ کی زندگی گزارتے رہے۔ چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔

قیل ما کان صفۃ تعبدہ اجیب بان ذلک کان بالتفکر والاعتبار

یعنی یہ سوال کیا گیا کہ (قبل از اعلان نبوت) آپ کی عبادت کیا تھی۔ جواب یہ ہے کہ غور و تفکر اور عبرت پذیری۔

(عمدۃ القاری جلد ۱ صہ )

بات دراصل یہ ہے کہ نبی اور رسول کا تعلق چونکہ خاص اللہ رب العزت کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ محبت خداوندی میں فنا ہو چکا ہوتا ہے لہٰذا اس کو اس مادی دنیا کی ہر وہ شئی اور اس فانی جہان کا ہر وہ فعل جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو مکروہ اور ناپسندیدہ معلوم ہوتا ہے اور وہ ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ اس سے دور بھاگ کر کسی گوشۂ خلوت میں جا بیٹھے جہاں وہ چیز نہ ہو۔ انبیاء علیہم السلام جب اس دنیا میں تشریف لاتے ہیں تو اس وقت دنیا میں طرح طرح کے ناپسندیدہ افعال، کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیرے اور فحشاء و منکرات کے سیاہ بادل امنڈے ہوتے ہیں جن سے انسانی اخلاق اور انسانی روحانیت گندی ہو چکی ہوتی ہے۔ چنانچہ جس طرح ہم گندگی اور غلاظت دور بھاگتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء زمانہ قبل از نبوت میں بھی اس روحانی اور اخلاقی گندگی کے طوماروں کو دیکھ کر ان سے دور بھاگتے ہیں اور کوئی گوشۂ خلوت تلاش کرتے ہیں جس میں تفکر و مراقبہ کر کے اللہ رب العزت سے لو لگائیں اور اس مادی دنیا کی آلائشوں اور غلاظتوں سے یکسر الگ ہو جائیں۔

چنانچہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| فلما نشأت بغضت الی الاوثان | جب میرا نشو و ارتقاء شروع ہوا اسی |
| وبغض الی الشعر | وقت سے بتوں اور اشعار سے شدید |
| (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۰۵) | نفرت اور عداوت میرے قلب میں ڈال دی گئی |

نبی کی اس ریاضت و عبادت کے ساتھ ساتھ کچھ اور خصوصیات بھی اس میں رکھی جاتی ہیں تاکہ دوسرے نوعِ انسانی سے جس کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اس کو بھیجا گیا ہے، ممتاز ہو جائے۔ چنانچہ وہ حسنِ صورت، حسنِ عمل، اعتدالِ مزاج، حسنِ تربیت، طہارتِ نسب، نیک طینت، نشوونما کی پاکیزگی، سنجیدگی، دیانت، امانت اور متانت کا مجسمہ ہوتا ہے۔ اللہ کے دوستوں کے ساتھ تواضع اور نرم خوئی سے پیش آتا ہے۔ ویسے تو دشمنوں کے ساتھ بھی اُس کا حُسنِ اخلاق ضرب المثل ہوتا ہے اور اپنے خون کے پیاسوں تک کو لا تثریب علیکم الیوم کہہ کر چھوڑ دیتا ہے لیکن دشمنانِ حق کے ساتھ شدت و قوت کے ساتھ کبھی بدر و حنین کا معرکہ بھی لڑ لیتا ہے۔ راست گفتار اور امانت دار اس قدر ہوتا ہے کہ دشمن بھی اس کی بات کو سچا جانتے ہیں اور اپنی قیمتی سے قیمتی امانتیں اُس کے پاس رکھتے ہیں۔ وہ دنیا کی سب خوبیوں اور فضائل سے آراستہ برائیوں اور معائب سے یک قلم مبرا ہوتا ہے۔ اس قدر باحیا، کہ کنواری عورتیں بھی اس کے حیاء کے سامنے ماند ہوتی ہیں۔ فریاد خواہوں کی فریاد رسی اس طرح کرتا ہے کہ دشمن بھی اپنی فریادیں اُس کے پاس لانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ قرابت داروں اور ہمسایوں کے ساتھ احسان اُس کی فطرت اور نیکی سے محبت اور بدی سے نفرت اس کی طینت ہوتی ہے۔

تمام دنیا کی قومیں اور ساری دنیا کی اکڑی ہوئی گردنیں اس کے سامنے طوعاً و کرہاً سرنگوں ہوتی ہیں۔ بڑے بڑے جابر اور ظالم پابجولاں اُس کے پاس لائے جاتے ہیں اور وہ اُن کی تقدیروں کا فیصلہ کرتا ہے۔ اللہ کے بندے اُس کے سامنے نہایت عاجزی اور تواضع کے ساتھ اس طرح دست بستہ اور سرنگوں ہو کر بیٹھتے ہیں گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ زمانہ کے بڑے بڑے اہلِ فضل و کمال اُس کے آگے دبے بیٹھے ہیں بایں ہمہ نہ اُس میں غرور و نخوت کی بُو آتی ہے اور نہ ہی وہ جفا پیشہ، درشت مزاج اور بدخو ہوتا ہے بلکہ اُس کے ہر ہر عضو سے رحمتِ خداوندی کے شیریں چشمے جاری ہوتے ہیں۔ اُس کے کلام میں شیرینی، افعال میں متانت اور مزاج میں سلامتی ہوتی ہے۔ بعض دفعہ ساری دنیا کے خزانے اُس کے قدموں میں پڑے ہوتے

ہیں لیکن اُس کے اپنے چولہے میں مہینوں آگ نہیں جلتی ۔ دوسروں کو ہزاروں اور لاکھوں درہم و دینار بخشے جاتے ہیں لیکن خود اپنی اولاد کو ایک غلام بھی نہیں دیا جاتا ، طبیعت کی اِس فیاضی اور مزاج کے اس اعتدال کی وجہ سے وہ باہمہ ہوکر بھی بے ہمہ ہوتا ہے اور ہر نعمت کے اظہار پر وَلَا فَخَر کا فقرہ دہراتا ہے ۔ حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ نے خصائصِ نبوت کو اپنے مخصوص حکیمانہ پیرایہ میں یوں بیان فرمایا ہے کہ نبی کی پاکیزہ و معصوم ذات چار قسم کے افراد کی حامل ہوا کرتی ہے ۔

۱۔ بادشاہ یا حاکم ہو جس کو حکمتِ عملی کا ماہر مدنی انسان کہتا ہے یعنی ایسا انسان جس کے نفسِ ناطقہ کے پرتو سے انسانی افراد میں اتحاد اور تنظیم قائم ہو جائے ۔ بالفاظِ دیگر وہ حکمرانی میں ہر لحاظ سے بے مثل و بے نظیر ہو ۔

۲۔ وہ حکیم بھی ہو جسے حکمتِ عملی سے وافر حصہ ملا ہو اور جسے علمِ اخلاق، تدبیرِ منزل اور سیاستِ مدن میں اعلیٰ دسترس حاصل ہو ۔ پھر نہ صرف وہ اس سے آشنا ہی ہو بلکہ وہ تمام اوصاف تحقیقاً اور تخلیقاً اس میں نمایاں نظر آئیں ۔

۳۔ صوفی اور مرشد کی شان کا حامل بھی ہو اور ان کی مجالس میں اس کی ذات محیر العقول کرامات کا سرچشمہ ہو ۔ اپنے رشد و ہدایت سے گمراہوں کو صراطِ مستقیم سمجھانے اور ان کی نجات کے لئے کوشاں رہے نیز یہ جانتا ہو کہ اصلاحِ نفس بذریعہ طاعت و ریاضت کس طرح کی جائے ۔

۴۔ جبرائیل کا مرتبہ بھی رکھتا ہو جو تدبیرِ الٰہی کو عملی جامہ پہنانے کیلئے ایک آلہ (جارحہ) ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت اس کا فرض ہے ۔ اس کی جبلت اور خطیرۃ القدس کے مابین ایک وسیع راہ کھلی رہتی ہے جس کے باعث وہاں کے اعلیٰ علوم پیغمبر کے قلب پر وارد ہوتے رہتے ہیں ۔ نتیجۃً اُن سے اس کو اطمینانِ قلب، یقین اور بزرگی حاصل ہوتی ہے ۔

چنانچہ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں :

" اگر می خواہی کہ خواص نبی بفہمی فرض کن کہ چہار شخص در یک تن جمع کردہ اند و آں مجموعہ را نبی گذاشتند ۔ بادشاہی کہ صاحبِ حکمتِ عملی او را انسان مدنی می گویند یعنی انسانی کہ ظلِ نفس ناطقہ او بر مردمان می رفتہ و بسبب آں ظلِ التیامی و انتظامی در میان افرادِ بشر واقع می شود ۔ حکیمی کہ در حکمتِ عملی بسر آمدہ و علمِ اخلاق و تدبیرِ منزل و سیاستِ مدن نیک

شناختہ ۔۔۔ وتصوفی مرشدی کہ درمیان زمزمۂ صوفیاں نشستہ مصدر کرامات عجیبہ وخوارق غریبہ گشتہ ۔۔۔ وجبرئیلی کہ جارح او راجوارح تدبیر الٰہی گشتہ وواسطہ اخذ علوم حقہ از منبع آں شدہ ۔ (قرۃ العینین ص۴۲/۲، ازالۃ الخفاء جلد ا ص۲۵۹ )

شاہ صاحب نے اپنی مختلف کتابوں میں کچھ اور خصائصِ نبوت بھی بیان فرمائے ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ نبوت کے لوازمات وخصائص میں ایک لازمہ یہ ہے کہ نبی اپنے نفس ناطقہ کی دونوں قوتوں یعنی قوت عاقلہ اور قوت عاملہ پر کچھ اس درجہ شدید غلبہ رکھتا ہو کہ وہ دوسروں کے مقابلہ میں تین طور پر ممتاز اور منفرد نظر آئے۔ اس کے تمام علوم وکمالات وہبی ہوں، فکر وخیال کا نتیجہ نہ ہوں جیساکہ عام لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اخلاق میں ہر پہلو سے کامل ہو اور عالم بالا کی طرف طبعاً مائل ہو کیونکہ وہ اپنی اصل فطرت کے اعتبار سے "عالم مثال" کا ایک نقشہ ہوتا ہے اور اُس کا نفس، انسانی صورت سے کلی تدبیر کے باعث مشابہت رکھتا ہے۔

وہ مجسم عصمت ہو اور اُس سے خلاف شریعت کوئی بھی فعل صادر نہ ہو اور معصوم تو وہ بہر طور ہوتا ہی ہے کیونکہ اس کے آئینۂ قلب پر حظیرۃ القدس کا عکس ہر وقت پڑتا رہتا ہے، ہر اُس چیز کا اثر جو اللّٰہ تعالیٰ کو پسند و ناپسند ہو۔ حظیرۃ القدس میں ظاہر ہوتا ہے جس سے پیغمبر بر وقت آگاہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ نبی کی ذات سے ارتکاب معصیت کا امکان سرے سے باقی ہی نہیں رہتا۔

علاوہ ازیں اسباب غیبی بھی نبی کے غلبہ اور کامیابی میں اُس کے ممد ومعاون نیز اُس کی عظمت کے متقاضی ہوں۔ اس کے دشمن ہمیشہ مغلوب رہیں اور تمام سازشوں میں نامراد اُس کی جماعت سرفراز رہے۔ اور وہ پیش آنے والے واقعات کو خواب میں دیکھے۔

علاوہ ازیں نبی سے معجزات کا ظہور ہوتا ہے۔ وہ بعض اوقات اسرار قلوب سے آگاہ ہوتا ہے اس کی دعائیں مستجاب ہوتی ہیں اور وہ سچے خواب دیکھتا ہے۔ اس سے غیر معمولی قوت ظاہر ہوتی ہے اس کا دم مؤثر ہوتا ہے اور ساتھ ساتھ وہ غیر معمولی فراست اور ضبط کا مالک ہوتا ہے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ قرۃ العینین صفحہ ۴، البدور البازغہ صفحہ ۱۷۵-۱۷۶ وغیرہ۔

## نبی اور ریفارمر یا لیڈر

نبی کی ان خصوصیات سے یہ بات بھی عیاں ہوگئی کہ نبی ایک ریفارمر یا لیڈر نہیں ہوتا کیونکہ نبی اور لیڈر یا ریفارمر میں زمین و آسمان کا فرق ہے لیکن اس زمانہ میں بعض جاہل، بدبخت اور شقی القلب لوگ نبی کو ایک لیڈر اور ریفارمر اور دین کو ایک تحریک سمجھتے ہیں۔ نبی کے لئے لیڈر اور ریفارمر کے الفاظ استعمال کرنا میرے خیال میں نبی کی توہین کرنا ہے اور اس کو اپنے مقام سے گرا کر عمومی سطح پر لانا ہے اور یہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو یا تو اسلام کی روح اور معنویت سے نا آشنا ہوں یا اُن کے دل بغض رسول سے بھرے ہوئے ہوں۔ کیونکہ نبی کا صحیح مقام لوگوں کو سمجھانے کے لئے، لفظ نبی یا رسول سے زیادہ صحیح لفظ اور کوئی نہیں چلیے

"خدا تعالیٰ کے سب رسولوں نے اپنا تعارف اسی لفظ رسول (یا نبی) کے ذریعہ پیش کیا اور آخر میں قرآن حکیم نے سب سے افضل اور سب سے برتر رسول کا تعارف بھی جس لفظ سے پیش کیا ہے وہ بھی لفظ رسول ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ... محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُولٌ .... محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پیغمبر ہونے کے سوا الوہیت کا شائبہ بھی نہیں رکھتے۔ معلوم ہوا کہ یہ کلمہ ایسا پُر عظمت کلمہ ہے کہ نبی الانبیاء کے تعارف کے لئے بھی اس سے زیادہ موزوں کوئی اور کلمہ نہیں ہے۔ وجود کا نقطۂ اوّل، حقیقۃ الحقائق، برزخیۃ الکبریٰ، مگر انصاف یہ ہے کہ ان سب کلمات کے تکرار سے کچھ غلط فہمیاں تو پیدا ہوگئیں۔ لیکن رسول کا صحیح مقام پھر بھی آشنا دریافت نہ ہو سکا جتنا کہ لفظ رسول سے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول کا لفظ ہر دور میں مشہور و معروف تھا۔ اس کے لوازم سب کے ذہن نشین تھے۔ اس کے فرائض و خدمات سب کو معلوم تھے۔ اس کی شخصیت و احترام سے سب آشنا تھے اور یہ تو ناسمجھ سے ناسمجھ انسان پر پوشیدہ نہ تھا کہ بادشاہ اور اس کے رسول کے درمیان نوازش و کرم کے سوا برابری اور مساوات کا کوئی شائبہ نہیں ہوتا۔ اس لئے جب کوئی رسول دنیا میں آتا تو یہی کہہ دیتا کہ میں احکم الحاکمین، ملک الملوک کا ایسا ہی ایک رسول ہوں جیسا کہ دنیا کے بادشاہوں کے رسول ہوا کرتے ہیں۔ بس اسی ایک لفظ سے سامعین کے دلوں میں وہ ساری عظمتیں دوڑنے لگتیں۔ محبت و توقیر، اطاعت و حکم برداری کے وہ تمام جذبات اُمڈنے لگتے جو ایک رسول کے لئے اُمڈنا چاہئیں اور بیک وقت وہ تمام حدود بھی نظروں کے سامنے آجاتیں جو ایک

بادشاہ اور اُس کے رسول کے درمیان فاصل رہنی چاہئیں۔ اس لئے محبت و اطاعت کے ان تمام جذبات کے ساتھ ان کا جوہر توحید بھی کفر و شرک کی گرد سے کبھی بے آب نہ ہونا۔"

(ترجمان السنہ جلد ۱ صفحہ ۴۵۷)

اس طویل، مفصل اور غیر مبہم اقتباس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی اور رسول کے تعارف کے لئے یہ دو الفاظ ہی جنھیں حق تعالیٰ نے ان برگزیدہ اور ستودہ ہستیوں کے لئے خود استعمال کیا ہے کافی ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی اور ایسا لفظ استعمال کرنا جس کے معاشرہ میں ایسے معانی متعارف ہوں جو ہر قسم کے لوگوں پر بولے جاتے ہوں، درست نہیں ہے۔ خصوصی طور پر جبکہ وہ الفاظ جیسے لیڈر اور ریفارمر ایسے لوگوں کے لئے استعمال ہوتے ہوں جن کا مسلمان ہونا بھی ضروری نہ ہو۔ چنانچہ موجودہ زمانہ میں لیڈر اور ریفارمر کے الفاظ پوری دنیا میں متعارف ہیں۔ انبیاء کرام کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرکے اُن کو بلند مقام سے گرا کر ایک عام انسان کی سطح پر لانا ہے جو کہ اُن کی توہین کے مترادف ہے۔ چنانچہ نبی اور لیڈر یا ریفارمر کے الفاظ کو واضح کرنے کے لئے اُن کا فرق مختصر الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) ایک ریفارمر اور لیڈر کی پرورش اور تربیت عام انسانوں کی طرح ہوتی ہے۔ اُن ہی کی طرح وہ تعلیم و تربیت حاصل کرتا ہے اور اُن ہی کی طرح اُس کی زندگی میں اتار چڑھاؤ آتے ہیں۔ پھر وہ اپنی سعی و محنت اور متواتر جد و جہد اور اُس کے ساتھ اپنی فطری صلاحیت اور دل سوزی کی بناء پر قوم یا ملک میں کوئی سیاسی اجتماعی، اقتصادی، معاشرتی یا تعلیمی انقلاب برپا کرتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی فراست طبعی، خلوص و دیانت، ایثار و قربانی، نیک نیتی اور نیک کرداری کی بناء پر قوم کی نگاہ میں محبوب ہو جاتا ہے اور قوم اس کو اپنا ریفارمر اور لیڈر تسلیم کر لیتی ہے لیکن انبیاء کی حالت ایسی نہیں ہوتی۔ اوّل تو اُن کی تعلیم و تربیت ہی اللہ تعالیٰ کی صفت دو اصطفاء کے تحت ہوتی ہے کیونکہ آگے چل کر اُن کو ایک بہت بڑی ذمہ داری کو اٹھانا ہوتا ہے جو کہ لیڈر اور ریفارمر کی ذمہ داری سے بہت بھاری ہوتی ہے۔ پھر اُن کے ہر قول و فعل کی قدرت خود نگرانی کرتی ہے حتیٰکہ ان کی غذا، قوت شنوائی، قوت بینائی سب کو صفت عصمت کے تحت معصوم رکھا جاتا ہے۔ پھر وہ لیڈروں کی طرح قوم کے کہنے پر نبی نہیں بنتے بلکہ وہ ایک مناسب عمر پر جو کہ اکثر چالیس برس ہوتی ہے خود اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اور رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ہمیں نبی ماننے پر تمھاری دنیوی اور اُخروی زندگی کی بہتری اور

اصلاح کا دارومدار ہے ہم اس بات پر مامور ہیں کہ ہمیں نبی مانو، ہمارے احکام پر عمل کرو اور دنیا اور آخرت کے عذاب سے بچ جاؤ۔ غرضیکہ نبی اور رسول نہ از خود نبی اور رسول بنتے ہیں اور نہ قوم اُن کو نبی اور رسول بناتی ہے بلکہ حق تعالیٰ براہِ راست ان کو رسول بناتا ہے۔

(۲) لیڈر اور ریفارمر اپنی تحریکوں اور پارٹیوں کو دنیوی مصلحتوں اور سیاسی حکمت عملی کے تحت چلاتے ہیں۔ وہ اپنی دہانت اور صوابدید سے تحریک کے مختلف گوشوں میں ہوا کا رُخ دیکھ کر ردوبدل کرتے رہتے ہیں۔ ان میں معیّن حدود و قیود کی پابندیاں ہوتی ہیں اور نہ ہی پیروی کے لئے اُن کے سامنے کوئی اُسوہ ہوتا ہے۔ وہ خود ہی کوزہ اور خود ہی کوزہ گر ہوتے ہیں۔ اگر عوام کو بھڑکانے کے لیے ضرورت محسوس کریں گے تو اپنی الکشنی سرگرمیوں کو بھی بدر و حنین کے غزوہ سے تعبیر کریں گے اور اس جہاد سے الگ رہنے والوں کو مرتد اور مردود ٹھہرائیں گے اور اگر ہوا کا رُخ خلاف دیکھیں گے تو بدر و حنین کے مجاہدین اس طرح بلوں میں جا گھسیں گے جس طرح بلّی کو دیکھ کر چوہے بلوں میں جا گھستے ہیں۔ اگر موسم سازگار پائیں گے تو گلے پھاڑ پھاڑ کر اعلان کریں گے کہ وقت آگیا ہے کہ کرسیوں والے اپنے اقتدار کی کرسیاں اُن کے لئے خالی کر دیں لیکن اگر شومیٔ قسمت سے اثنائے تقریر ہی موسم بدلتا نظر آئے تو زورِ تقریر کے جھاگ خشک ہونے سے پہلے ہی اپنے مجاہدین کو ہدایات دیں گے کہ اپنی وردیاں پھینک دو۔ اپنی تلواریں توڑ دو، اپنے بورڈ اتار دو، اپنے املاؤں کو گھس گھس کر مٹا دو، اپنے نعروں اور ناموں پر سیاہیاں پھیر دو اور اپنے گھروں کے دروازے بند کر لو۔

لیکن اس کے برعکس انبیاء کے لئے خود حق تعالیٰ کے مقرر کردہ حدود و قیود ہوتے ہیں۔ وہ حق تعالیٰ کی وحی کی روشنی میں چلتے ہیں۔ ان کی جدوجہد کو یہ افتاد کبھی نہیں پیش آتی کہ وہ اٹھیں تو آندھی کی طرح اور بیٹھ جائیں بلبلے کی طرح۔ وہ طوفانوں کے زور کے ساتھ بھی چلیں گے تو اُس میں بھی نسیم صبح کی خوش ادائی اور بادِ بہاری کی عطر بیزی اور مشک افشانی ہوگی۔ بجلیاں آئیں گی لیکن وہ بھی اُن کو اپنے راستہ سے نہیں روک سکیں گی۔ وہ زمانے کی ہوا کا رُخ دیکھ کر نہیں چلیں گے۔ بلکہ زمانے کو اپنے مطابق چلانے کی کوشش کریں گے اور اس کوشش میں وہ اکثر کامیاب ہوتے ہیں۔

(دین میں حکمت عملی کا مقام از امین احسن اصلاحی ملخصاً)

(۳) لیڈروں کا مقصد کامیابی ہوتا جس کو حاصل کرنے کے لئے اگر بُرے سے بُرا طریقہ بھی اُن کو اختیار کرنا پڑے تو وہ اس سے بھی نہیں چوکتے۔ لیکن انبیاء کا مقصد کامیابی نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی رضا اُن کا مقصد ہوتا

ہے خواہ ساری زندگی کے وعظ و نصیحت کے بعد ایک متنفس بھی اُن پر ایمان نہ لائے لیکن لوگوں کو ایمان کے راستے پر لانے کے لئے وہ کبھی بھی ایسا طریقہ اختیار نہیں کرتے جو حق تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے کے خلاف ہو یا جسے حق تعالیٰ ناپسند فرماتے ہوں۔ نہ ہی انھوں نے کبھی اس بات کی پروا کی ہے کہ دین کی تبلیغ حالات و مصالح کے مطابق ہے یا نہیں اور لوگ اُس کو رد کریں گے یا قبول کریں گے۔ اگر مصلحت کے پرستاروں کی طرف سے کبھی یہ اصرار کیا گیا کہ دونوں بات میں اگر یہ ترمیم و اصلاح کر دی جائے تو وہ پورے دین کو بخوشی قبول کرلیں تو انھوں نے صاف کہہ دیا کہ ہم اپنی جانب سے اس میں کسی ردّ و بدل کے مجاز نہیں ہیں۔ جس کا جی چاہے اسے قبول کرے۔ جس کا جی نہ چاہے ردّ کر دے۔ بلکہ وہ اس دین کو جو اُن پر اتارا گیا بغیر کسی کمی بیشی، بغیر کسی دخل و تصرف اور بغیر کسی ردّ و بدل کے پوری وضاحت و صراحت کے ساتھ خلقِ خدا کو پہنچا دیتے ہیں اور اس طرح پہنچاتے ہیں کہ نہ اس کے مزاج میں کوئی تغیر پیدا ہونے دیتے اور اس کے مواد اور ترتیب میں کوئی تبدیلی ہونے دیتے ہیں۔ وہ اللہ کے دین کے امین ہوتے ہیں نہ کہ موجد اور مُصنّف۔ اس وجہ سے ہر طرح کے حالات میں وہ اپنی ذمہ داری صرف یہ سمجھتے ہیں کہ اُس کے پیغام کو لوگوں تک پہنچائیں۔

پھر وہ لیڈروں اور ریفارمروں کی طرح صرف گفتار ہی کے غازی نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنے اصولوں، اپنے دعاوی اور اپنے نظریات کے عملی مظہر ہوتے ہیں۔ ان کے دل و زبان، قول و فعل اور خلوت و جلوت میں مطابقت ہوتی ہے۔ ان کی ایک ایک ادا اُسی دین کی شہادت دیتی ہے جس کے وہ داعی بن کر آتے ہیں۔ اُن کی زندگی کی کتاب اور اُن کی دعوت کی کتاب میں ذرا برابر فرق نہیں ہوتا۔ وہ جس شئے کو دوسروں سے روکتے ہیں اُس سے پوری شدت کے ساتھ خود پرہیز کرتے ہیں بلکہ اُس کی پرچھائیں بھی اُن پر نہیں پڑنے دیتے۔ جس چیز کا دوسروں کو حکم دیتے ہیں اُس پر خود پوری قوت اور عزیمت کے ساتھ عمل کرتے ہیں بلکہ جس چیز کو وہ دعوت دیتے ہیں اگر دوسروں سے اس پر پاؤ سیر عمل کا مطالبہ کرتے ہیں تو خود اس پر پورا سیر بھر عمل کرتے ہیں۔

۵۔ لیڈر اور ریفارمر صرف اپنے اعتماد پر چلتے اور جیتے ہیں۔ اس وجہ سے اگرچہ وہ اپنی ذہانت کی دوربین سے بیس سال کی مسافت تک مستقبل کے پردوں میں جھانک کر دیکھ لیتے ہیں لیکن حق تعالیٰ کی وحی کی روشنی سے محروم ہونے کی وجہ سے جب وہ ٹھوکریں کھاتے ہیں تو بسا اوقات اپنی ناک کے نیچے کے پتھر سے ٹھوکر کھا جاتے ہیں اور جب گرتے ہیں تو اُن کو سنبھلنا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ انبیاء کا معاملہ اس سے بالکل برعکس ہوتا ہے اول تو وہ اپنی ذہانت اور فراست کی دوربین سے مستقبل کے پردوں میں جھانک کر دیکھنے پر کُلی اعتماد نہیں کرتے،

بلکہ حق تعالیٰ کی وحی کی روشنی میں چلتے ہیں لیکن اگر کبھی اپنی کسی اجتہادی لغزش کے سبب گرتے بھی ہیں تو اپنے رب کے دروازے پر ہی گرتے ہیں اور "رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا" کی دعائیں مانگتے ہیں اور اُن کا رب ان کو اٹھاتا اور سنبھالتا ہے۔ (دین میں حکمت عملی کا مقام ملخصاً)

اس قدر واضح فرق کے بعد یہ کہنا کہ دین ایک تحریک اور نبی اس تحریک کا ایک لیڈر اور ریفارمر ہوتا ہے عقل و ذہن کی شیدہ مذاقی اور دین و مذہب کی کم نصیبی نہیں تو اور کیا ہے؟ ایسے آدمی کو اگر چند سر پھرے اور دین و مذہب اور نبوت و رسالت کے مقام سے نا آشنا لوگ "مفکر اسلام" کہنے لگیں تو یہ اسلام کے ساتھ ایک استہزاء سے کم نہیں ہے۔

## رسول اور وکیل

اوپر کی بحث میں یہ معلوم ہوا کہ رسول نہ تو ایک لیڈر ہوتا ہے اور نہ ہی ریفارمر، وہاں اس بات کا پتہ بھی چل گیا کہ وہ وکیل بھی نہیں ہوتا کیونکہ ایک وکیل اپنے مؤکل کی طرف سے اختیار کلی رکھتا ہے۔ جو چاہے خود بھی کر سکتا ہے۔ اسی لئے جواب دہی کا بھی اُس کو حق حاصل ہوتا ہے لیکن اس کے مقابلے میں نبی صرف اس امانت کے بے کم و کاست پہنچانے کا ذمہ دار ہوتا ہے جو اس کے سپرد کی گئی ہے۔ اس کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس کے مزاج اُس کے مواد اور اس کی ترتیب و تدریج میں کوئی تبدیلی پیدا کر سکے۔ وکیل تو سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اب کا وکیل کا وکیل اور کون ہو سکتا ہے اور کس انسان میں یہ طاقت اور قوت ہے کہ وہ اس ذمہ داری کا بار اٹھا سکے جو اللہ رب العزت نے اپنے ذمہ لی ہوئی ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔

اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْل

اللہ تعالیٰ ہر شئی کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی سب کا وکیل ہے۔


**لاہور میں نقیب ختم نبوت کے ایجنٹ**

سُنی پبلی کیشنز" عزیز مارکیٹ اُردو بازار جہاں نقیب ختم نبوت، کے علاوہ دیگر دینی، ادبی اور تاریخی کتب بھی دستیاب ہیں۔!

مولانا ابوالکلام آزاد

# شہر رمضان

ہم کو سب سے زیادہ اس چیز پر غور کرنا چاہیئے جس کی بناء پر قرآن مجید رمضان میں نازل کیا گیا ہم نماز پڑھتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں حج کرتے ہیں لیکن ہم پر کوئی آیت نازل نہیں ہوتی۔ صرف روزہ ہی ایک ایسی عبادت ہے جس کی برکت سے ہم پر پورا قرآن نازل ہوا۔

روزہ صرف تقویٰ کا نام ہے۔ اس بنا پر قرآن مجید کا حقیقی ظرف رمضان اور اس کا حقیقی مخاطب صرف روزہ دار ہی ہو سکتا ہے۔

| | |
|---|---|
| شھر رمضان الذی انزل فیہ | رمضان کا وہ مہینہ جس میں قرآن نازل کیا گیا |
| القرآن ھدی اللناس وبینات | جو ہدایت ہے لوگوں کے لئے اور اس میں نہایت |
| من الھدی والفرقان ط | واضح اور روشن دلیلیں امتیاز و ہدایت کی موجود ہیں۔ |

روزے سے انسان کے قلب میں تقویٰ و طہارت کی جو کیفیت الٰہیہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کا مظہر اگرچہ اس کی زندگی کا ہر حصہ ہو سکتا ہے۔ تاہم اس کے اظہار کا حقیقی موقع معاملات تمدن ہیں جہاں انسان کا قدم ڈگمگا جاتا اور حلال و حرام کے درمیان جو مشتبہات ہیں ان کی تمیز اُٹھ جاتی ہے کسی نے امام محمد سے کہا کہ آپ نے زہد میں کوئی کتاب نہیں لکھی انہوں نے فرمایا میں نے معاملات میں کتابیں لکھ دی ہیں۔ زہد کا مظہر اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس لحاظ سے تمہارے معاملات روزے کے نتائج کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزے کے احکام کے بعد فرمایا،

| | |
|---|---|
| ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل | اور اپنے مال کو باہم ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ |
| وتدلوبھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من | اور نہ حکام کو رشوت دو کہ وہ لوگوں کے مال کا |
| اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون ۵ | ایک حصہ ناجائز طریقہ سے کھائیں۔ |

نظم کلام و ترتیب آیات کے لحاظ سے ان احکام کو بظاہر روزے سے کوئی مناسبت نہیں معلوم ہوتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ روزے کی روح یہی اکلِ حلال ہے روزہ نے انسان پر اکلِ حلال صرف اس لئے حرام کر دیا کہ اگر وہ رزق پر قناعت نہیں کر سکتا تو اس کو کم از کم زہد و قناعت کا خوگر ہو کر اکلِ حرام سے تو ضرور بچنا چاہیئے۔ قرآن مجید کا طرز خطاب یہی ہے کہ وہ مقدمات قائم کر دیتا ہے ان کے نتائج پیش کر دیتا ہے لیکن یہ نہیں بتلاتا ہے کہ اس میں کون سا مقدمہ ہے اور کون سا نتیجہ؟ تاہم فطرت سلیمہ خود بخود اس کی طرف ہدایت کرتی ہے۔ ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم ط

محمد ادریس اعوان

## امیر المؤمنین

# حضرت سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ اپنی انقلابی تعلیمات سے ایک تحریک کی بنیاد رکھ کر رخصت ہو گئے، لیکن انکی انقلاب آفریں تعلیمات ابھی تک اضطراب پیدا کر رہی تھیں۔ شاہ عبدالعزیز اور ان کے بھائی تحریک کو سہارا دیے رہے تھے۔ ضرورت تھی کہ کوئی نوجوان اُٹھے اور اس میدان کو سنبھالے۔ کیونکہ حضرت شاہ کے بڑھاپے سے زیادہ اُمید نہ کی جا سکتی تھی۔ قدرت کی نگاہِ انتخاب سیّد احمد شہید پر پڑی۔ جنہوں نے آگے چل کر حضرت شاہ ولی اللہ کے مشن کا جھنڈا لہرایا اور فکرِ ولی اللّٰہی کی بنیاد پر ایک ایسی پارٹی تشکیل دی جو برصغیر میں اسلامی انقلاب کی اوّلین داعی تھی۔ سیّد احمد شہید ہند میں اسلامی انقلاب کی تحریک کے معمارِ اوّل ہیں جنہوں نے ایک شمالی تحریک چلائی اور سرحد کے کچھ علاقے پر قبضہ کر کے اسلامی حکومت کا صحیح نقشہ پیش کیا۔

حضرت سیّد احمد شہید نومبر ۱۷۸۶ء میں رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سیّد محمد عرفان تھا جن کا شجرۂ نسب حضرت علیؓ سے جا ملتا ہے۔ اس لئے ان کو حسنی الحسینی کہتے ہیں۔ سیّد احمد کی عمر جب چار سال کی ہوئی تو آپ کو مکتب میں بٹھایا گیا۔ لیکن آپ تعلیم کی طرف راغب نہ ہوئے۔ کھیل کود میں اکثر مشغول رہتے۔ آپ کو تن سازی کا بہت شوق تھا۔ گھنٹوں ورزشیں کیا کرتے تھے۔ وزن اُٹھاتے، ڈنٹر پیلتے، پیراکی کے بڑے ماہر اُستادوں کو مات کر دیتے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ عبادت، ذکر اور تہجد گزاری آپ کا معمول تھا۔ خدمتِ خلق کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے۔ ضعیفوں، اپاہجوں اور بیواؤں کے گھر دونوں وقت جاتے ان کا حال پوچھتے اور کہتے اگر لکڑی، پانی، آگ وغیرہ کی ضرورت ہو تو لے آؤں ——— وہ لوگ سیّد احمد کے ہی بزرگوں کے مُرید تھے وہ اس سے ہچکچاتے اور کہتے، میاں کیوں گنہگار کرتے ہو، ہم تو آپ کے باپ دادا کے غلام ہیں ہماری کیا مجال کہ آپ سے کام لیں ——— لیکن سیّد باصرار ان کے کام کر جاتے۔

آپ کی والدہ نہایت ہی نیک خاتون تھیں، عبادت گزاری اور اسلامی جذبے میں اعلیٰ مقام رکھتی تھیں۔ منظورہ میں سید احمد شہید کے ایامِ شباب کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مسلمانوں اور ہندوؤں کی جنگ کی خبر ملی تو سید احمد شہید نے جانے پر آمادگی ظاہر کی اور والدہ سے اجازت چاہی والدہ نے کہا جاؤ بیٹا جاؤ، اللہ کا نام لے کر جاؤ لیکن خبردار پیٹھ نہ پھیرنا ورنہ میں تمہاری صورت نہ دیکھوں گی اسی طرح سید احمد شہید نے شفقتِ مادری کو اسلامی غیرت پر قربان کر کے حوصلے اور جوانمردی کی ایک اعلیٰ مثال قائم کر دی۔

جب آپکی عمر چودہ سال کے قریب تھی تو آپکے والد کا انتقال ہو گیا۔ روزگار کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہے، بالآخر عزیزوں کے اصرار پر لکھنؤ کا سفر اختیار کیا۔ اس سفر میں آپکے دُوسرے کئی عزیز بھی شامل تھے۔ لکھنؤ میں بھی باوجود تلاش کے روزگار نہ مل سکا۔ سید صاحب اپنے عزیزوں کو کہتے عزیزو! اس تلاش و جستجو اور اس تکلیف کے باوجود دنیا تمہیں نہیں ملتی۔ ایسی دنیا پر خاک ڈالو اور میرے ساتھ دہلی چلو اور شاہ عبدالعزیز کا وجود غنیمت جانو مگر کوئی بھی اس پر راضی نہ ہوا اور مذاق میں ہنس دیئے۔ آخر ایک روز سید صاحب نے خود ہی دہلی جانے کا فیصلہ کر لیا۔ سفر بڑا دشوار تھا۔ راستے میں درندوں بھرا جنگل تھا۔ جہاں سے بچ نکلنا انتہائی مشکل تھا۔ لیکن آپ ارادہ کر چکے تھے راستے میں خاصی تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں۔ میلوں پیدل چلنا پڑا، خوراک کی کمی تھی، کئی فاقے ہوئے۔ لیکن ہمت نہ ہاری۔ راستے میں ایک روز آپ ستو گڑ میں گھول کر کھانے بیٹھے تھے کہ ایک غریب آدمی نے پکارا کہ چار دن سے فاقے سے ہوں۔ سید صاحب نے یہ کھانا اُٹھا کر اُسے دے دیا اور رات فاقے سے گزار دی یہ واقعہ ۱۷ سال کی عمر کا ہے۔

آپ دہلی پہنچے تو سیدھے شاہ عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب نے مصافحہ اور معانقہ کیا اپنے برابر بٹھایا اور پوچھا کہاں سے تشریف لائے ——— ؟ آپ نے عرض کیا، رائے بریلی سے۔ فرمایا، کس خاندان سے ہو؟ کہا سادات سے۔ شاہ صاحب نے کہا، سید ابو سعید اور سید نعمان کو جانتے ہو؟ سید صاحب نے جواب دیا، ابو سعید میرے نانا اور سید نعمان میرے چچا ہیں۔ ! شاہ صاحب نے دوبارہ اُٹھ کر مصافحہ اور معانقہ کیا۔ پھر پوچھا کیسے آنا ہوا۔ سید صاحب نے جواب دیا آپ کی ذاتِ مبارک کو غنیمت جان کر اللہ کی طلب کے لئے یہاں پہنچا ہوں۔ شاہ صاحب نے فرمایا اگر

اللہ کا فضل شاملِ حال ہے تو اپنے دودھیال اور ننھیال کی میراث تم کو مل جائے گی۔ آپ حضرت شاہ صاحب کے ہاں ہی مقیم رہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی اداؤں کو دیکھ کر حضرت شاہ عبدالقادر نے شاہ عبدالعزیز سے مانگ لیا تھا۔ آپ نے شاہ عبدالقادر سے دوبارہ تعلیم شروع کی اور پھر شاہ عبدالعزیز سے بیعت کر لی۔ سید صاحب نے اس دوران باطنی میدان میں خوب خوب ترقیاں کیں، شاہ عبدالعزیز نے ایک مرتبہ فرمایا کہ :- "اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تم کو ولایتِ نبوّت سے نوازا ہے۔"

دہلی میں قیام کے بعد آپ نے ۱۸۰۸ء میں وطن واپسی کا قصد کیا اور دو برس وہاں ٹھہرے رہے اس دوران آپ کی شادی ہوئی اور آپ کی بڑی صاحبزادی سارہ پیدا ہوئیں۔

ڈاکٹر قیام الدین احمد کہتے ہیں کہ رائے بریلی میں دو سال کے قیام میں سید احمد نے زیادہ وقت اپنے مشن اور اسکی کامیابی کے طریقوں پر غور و فکر میں صرف کیا۔ شروع ہی سے انگریزوں کو شکست دینے اور مسلمانوں میں پھیلی ہوئی بدعات کی غلاظتوں کو صاف کرنے کے لئے ایک نظام کے قیام کی ضرورت محسوس کی۔ یہ احساس ہی ان کو ۱۸۰۹ء میں دوبارہ دہلی لے گیا۔ (ہندوستان میں وہابی تحریک)

دہلی میں کچھ عرصہ قیام کے بعد اپنے مشن کی تکمیل کے لئے جنگی کاروائیاں سیکھنے کے لئے امیر خان کے لشکر میں بھرتی ہو گئے۔ لشکر میں آپ نے جنگی مشقوں اور حربی تدابیر کے ساتھ ساتھ اصلاح و تبلیغ اور وعظ و نصیحت کا عمل بھی جاری رکھا جس سے لشکر کی اکثریت آپ کی نیکی کی قائل ہو گئی۔ ایک دفعہ لشکر میں ایک آدمی "نارو" میں مبتلا تھا، وہ حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے برے کاموں سے توبہ کرائی اور پانچ وقت نماز کی پابندی کا عہد لے کر اپنا لعابِ دہن اس پر لگایا اور وہ اچھا ہو گیا۔ یہ خبر لشکر میں مشہور ہو گئی۔ لشکر میں کئی دوسرے آدمی بھی اس بیماری میں مبتلا تھے۔ سید صاحب نے ان سے بھی یہی عہد لیا۔ اور لعابِ دہن لگایا وہ بھی شفایاب ہو گئے۔ آپ نے اس لشکر میں کئی مہمیں سر کیں۔ لوگ آپ کی جوانمردی، بہادری، نیکی اور کرامات کے بیک وقت قائل ہو گئے۔

جب امیر خان نے انگریزوں سے مصالحت کر لی تو سید صاحب نے اس مصالحت کی سخت مخالفت کی پھر افہام و تفہیم سے کام بھی لیا لیکن جب کوئی چیز کارگر نہ ہوئی تو آپ نے لشکر چھوڑ کر دہلی کا سفر اختیار کیا۔

ادھر آپ ابھی دہلی نہ پہنچے تھے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز نے خواب دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

جامع مسجد دہلی میں تشریف لائے لوگ دُور دُور سے زیارت کو پہنچے سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے شاہ صاحب کو شرفِ بازیابی بخشا اور عصائے مبارک دے کر فرمایا کہ اس عصا کو لے کر مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاؤ اور جو آنا چاہے اندر آکر اس کا حال عرض کرد اور میری اجازت سے اندر بھیجو۔ شاہ صاحب نے اسکی تعمیل کی اور ہزارہا بندگانِ خُدا نے حضور کی زیارت کی صبح اُٹھ کر حضرت شاہ صاحب۔ شاہ غلام علیؒ خلیفۂ مجاز حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کے پاس تشریف لے گئے۔ اور تعبیر چاہی۔ شاہ صاحب نے فرمایا، سُبحان اللہ! یوسفِ وقت مجھ سے تعبیر پُوچھتا ہے۔ شاہ صاحب نے کہا، خواب کی تعبیر آپکی زبان سے سُننا چاہتا ہوں۔ شاہ غلام علیؒ نے کہا آپ کے یا آپ کے کسی مُرید کے ذریعے رسُول اللہؐ کی ہدایت اور فیض کا سلسلہ جاری ہو گا۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے کہا میرے خیال میں بھی یہی تعبیر آئی ہے ——————

اس واقعہ کے ایک ہفتہ بعد سیّد احمد شہید دہلی تشریف لائے۔ اکبر آبادی مسجد میں قیام کیا بہت سے لوگ بیعت ہوئے۔ اس موقع پر شاہ ولی اللہؒ کے پوتے اور شاہ عبدالغنی کے فرزند جلیل مولانا شاہ اسمٰعیل اور شاہ عبدالعزیزؒ کے داماد مولانا عبدالحی کے علاوہ شاہ اھل اللہ (برادر شاہ ولی اللہ) کے پوتے محمد یوسف اور ان کا خاندان حضرت سے بیعت ہُوا۔ اس سے آپ کی شُہرت و مقبولیت دُور دُور تک پھیل گئی۔ جگہ جگہ سے دعوت نامے موصول ہونے لگے لہذا حضرت سیّد نے خلقِ خدا کی نفع رسانی کے لئے دوآبہ کا تفصیلی دَورہ کیا۔ جس میں ہزاروں انسان بیعت ہوئے۔ اس دَورہ میں آپ میرٹھ، پھلت، مظفر نگر، دیوبند، سہارنپور، انبیٹھ، گنگوہ، نانوتہ بھی گئے۔ ان اضلاع کے دَورے کے بعد سیّد صاحب نے لکھنؤ بنارس وغیرہ کا اصلاحی اور تبلیغی دَورہ کیا۔ ان دَوروں میں سیّد صاحب بیعت لیتے لوگوں کو رسُوم سے روکتے، بدعات کا ردّ کرتے اور سنّت کی تلقین کرتے۔ دیکھتے دیکھتے دین کی ایک بہار آگئی تھی۔ جدھر سے گزرے ایک بڑا اثر چھوڑ گئے۔ لوگوں کو پابندِ صوم و صلوٰۃ بنا گئے۔ کہیں حرام سے نفرت دِلائی، کہیں رسُوم کو توڑا۔ آپکے وعظ سے ہزاروں جرائم پیشہ تائب ہوگئے۔ اس دورے سے واپسی پر سیّد صاحب نے ایک سال رائے بریلی میں قیام کیا۔ اب آپ لوگوں کو جہاد کی دعوت دے رہے تھے۔ اکثر جہاد پر ہی گفتگو فرماتے، ہتھیار رکھنے کو کہتے۔ لکھنؤ میں سیّد صاحب نے ایک شخص کو تحفہ دیا

اور کہا جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے ہتھیار رکھو اور شکم سیر ہو کر کھاؤ۔ انشاء اللہ کفار سے جہاد کریں گے۔ تم بھی مشق میں مشغول رہو۔ اس سے بہتر کوئی فقیری اور درویشی نہیں۔

آپ لوگوں کو جہاد پر آمادہ کرتے رہے اور ساتھ ہی حج کا ارادہ فرما لیا۔ اس دَور میں علماء کا فتویٰ تھا کہ سفر مشکل اور پُرخطر ہونے کے باعث حج ساقط ہو گیا ہے سیّد احمد نے اس عظیم شعار کو ہندوستان میں پھر سے زندہ کیا۔ مختلف علاقوں کا دَورہ کر کے لوگوں کو حج کی ترغیب دی اور ایک بڑی جماعت کو حج کے لئے تیار کر لیا۔ اس سلسلے میں سیّد ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں :

"ہندوستان کی ہزار بارہ سو سالہ تاریخ میں اسکی قطعاً نظیر نہیں ملتی کہ اتنی بڑی جماعت نے اس ذوق و شوق اور جوش و خروش اور اس باہمی اُلفت و محبت اور اس متحرک اسلامی ماحول کے ساتھ جو اس قافلے کے ساتھ ساتھ چلتا تھا حج کا سفر کیا ہو...... جب تک قافلہ سفر میں تھا ہندوستان کا وہ خطّہ جو اسکی گزرگاہ تھا، پیہم جنبش میں تھا۔ پھر اس کے جلو میں دینی اصلاح و تبلیغ کا عظیم سیلاب تھا جس میں شرک و بدعت، فسق و فجور، جاہلیت کے رُسوم و شعار خس و خاشاک کی طرح بہے جاتے تھے۔ ہندوستان کا پُورا شمال مشرقی علاقہ جو تین وسیع صُوبوں پر پھیلا ہوا تھا اس کے فیض سے گلزار بن گیا۔"

(سیرت سیّد احمد شہید)

سیّد احمد شہید کی قیادت میں حج کو جانے والا یہ قافلہ رائے بریلی سے مرزا پور، مرزا پور سے بنارس اور کلکتہ سے ہوتا ہوا مکہ معظمہ کے لئے رَوانہ ہوا۔ اس قافلے کا ایک ایک فرد اخلاص کا پیکر، للّٰہیّت اور تقوے کا مجسّمہ، ایثار و قربانی کا مظہر اتم جاں نثاری اور جانبازی کی مکمل تصویر تھا۔ یہ لوگ ہنس ہنس کے سفر کی تلخیاں سہہ رہے تھے، فاقوں پر مسرور تھے، تکالیف پر تبسم کناں مشقتوں اور کلفتوں کو اخلاص کی ڈھال سے ٹال رہے تھے آخر مُصیبت کے پہاڑوں کو جذبے کی کدالوں سے پاش پاش کرتے ہوئے ۲۹ شعبان کو شہر عشق مکّہ معظمہ پہنچے۔ اور باب السلام سے حرم کعبہ میں داخل ہوئے۔ ہر ایک کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ گریہ طاری تھا کئی مہینوں سفر کی صعوبتیں بَرداشت کرنے والے منزلِ مراد کو پہنچ چکے تھے۔

رمضان وہیں گزارا پھر حج کیا۔ اسی دوران منیٰ میں عقبیٰ جہاں آٹھ انصاریوں نے اسلام قبول کیا۔

تھا، اور اسلام مدینے کے گھر گھر پہنچا تھا اس مقام پر سید احمد شہید نے اپنے ساتھیوں سے بیعتِ جہاد لی۔ تمام ساتھی اس مقدس مقام پر مقدس مہینے میں سید احمد کے ہاتھ پر اللہ سے اسلام کی سربلندی کے لئے تن من دھن قربان کرنے کا عہد کر رہے تھے۔ پھر وہ اسے زندگی میں کیسے فراموش کر سکتے تھے۔ حج سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے۔ کئی بار زیارتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ مدینہ میں سردی بڑھ رہی تھی۔ ساتھیوں کے پاس کمبل نہ تھے۔ ایک روز سید صاحب نے حضور سرورِ کائنات کو خواب میں دیکھا حضور فرما رہے تھے۔ "احمد یہاں سے جاؤ تمہارے ساتھیوں کو سردی سے تکلیف ہے۔"

آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا مکہ معظمہ پہنچے طواف وداع کیا اور اکتوبر ۱۸۲۳ء کو واپس ہندوستان پہنچے۔ رائے بریلی میں ایک سال دس مہینے قیام کیا۔ ساتھیوں کو جہاد کی ترغیب دی اور ایک جماعت اکٹھی کر لی۔ آپ نے جہاد کے لئے سرحد کا انتخاب کیا اور یہ انکی سیاسی بصیرت کی لازوال مثال ہے۔ آپ نے ۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء رائے بریلی سے ہجرت کی آپ رائے بریلی سے گوالیار اور گوالیار سے ٹونک اور مارواڑ اور پھر حیدر آباد سندھ پہنچے۔ یہاں آپ سید صبغۃ اللہ راشدیؒ سے ملے۔ جن کی اولاد پیر جھنڈا اور پیر پگاڑو کے نام سے موسوم ہے۔ پیر سید صبغۃ اللہ راشدی نے سید صاحب کے جہاد کے پروگرام کو سراہا اور ان مجاہدین کی نصرت کے علاوہ اصل مقصد جہاد میں شرکت و رفاقت کا عزم بھی کیا۔ لیکن سید صاحب نے ان کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی اپنی جمعیۃ و انصار کے ساتھ سکھوں کی حدودِ حکومت کے متصل کسی موزوں مقام پر جہاد کا آغاز کریں۔ سید صاحب کا اس سے مقصد یہ تھا کہ سکھوں کی حکومت دوطرفہ مقابلہ و مدافعت میں الجھ جائے اور اس کی پریشانیوں میں اضافہ ہو۔

حیدر آباد سندھ سے سید صاحب شکار پور پہنچے اور وہاں سے ہوتے ہوئے کوئٹہ کے راستے پشاور پہنچے پھر نوشہرہ اور اکوڑہ خٹک میں پہلی جنگ ہوئی جہاں ۳۶ مجاہدین شہید ہوئے اور سکھوں کو شکست ہوئی۔ سید صاحب آزاد علاقہ میں خوانین اور عوام کو ساتھ ملا کر اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے لیکن بدقسمتی سے انہوں نے اپنی سلطنت کے خاتمہ کے ڈر سے اور اسلامی احکامات پر عمل کے خوف سے سکھوں کے ساتھ مل کر سید کا مقابلہ کیا۔ سید کی اکثر جنگیں، سکھوں اور سرداروں کے درمیان ہوئیں ان میں انگریز پورے پورے شریک رہے۔ بالآخر سید صاحب نے پنجتار، سمہ اور پشاور

کے علاقے میں اپنی شرعی حکومت قائم کر دی یہ خطۂ ہند میں ایک مثالی حکومت تھی ۔ شراب پر مکمل پابندی تھی ، شرعی عدالتیں قائم تھیں ، زکوٰۃ و عشر کا مکمل نظام رائج تھا ۔ لیکن ان مجاہدین کے خلاف جلد ہی ایک زبردست سازش رونما ہوئی ۔ حکومت چونکہ وسیع ہو رہی تھی لیکن انتظام سنبھالنے والے کم تھے ۔ ہر شہر میں چند مجاہدین متعین کئے جا سکتے لہٰذا شرعی سزاؤں کے خلاف سرداروں اور شر پسند دینی لوگوں کو اُبھارا اور بکھرے ہوئے مجاہدین کا قتل عام شروع ہوا اور اسلامی سلطنت ختم ہو گئی ۔

اس کے بعد سید صاحب نے کشمیر پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا اور کشمیر سے کئی خطوط بھی اِس سلسلے میں موصول ہو چکے تھے ۔ آپ نے مظفر آباد جانے کے لئے بالاکوٹ کا راستہ اختیار کیا ۔ اِدھر شیر سنگھ کو اسکی خبر ہوئی تو وہ سید صاحب کو اس اقدام سے باز رکھنے کے لئے چڑھ آیا ۔ ۶ مئی کو بالاکوٹ کے مقام پر آمنا سامنا ہوا ۔ مجاہدین کی ساری فوج مجتمع نہ تھی سکھوں کے پاس بہت بڑی فوج اور کافی تعداد میں سامان تھا ۔ جم کر لڑائی لڑی گئی بالآخر امیر المؤمنین سید احمد شہید کو شہید کر دیا گیا ان کے ساتھ ان کے تین سو سے زیادہ ساتھی بھی شہید ہو گئے ۔ اور یوں ایک عظیم تحریک کا خاتمہ ہوا ۔ رنجیت سنگھ نے اِس پر سرکاری طور پر خوشی منائی سلامی کی توپیں داغی گئیں ، امرتسر میں چراغاں ہوا ۔

سید احمد کی تحریک بظاہر تو کوئی نتائج پیدا کر سکی لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی تحریک آج بھی اسلامی انقلاب کے لئے جد و جہد کرنے والوں کے لئے آئیڈیل اور نمونہ ہے ان کی تحریک آج بھی ہمارے لہو کو گرم رکھے ہوئے ہے ۔ وہ ظلمت کدہ ہند میں اسلامی انقلاب کی تحریک کے معمار ِ ل ہیں ۔

---

## قارئین توجہ فرمائیں !

۱ : اس مرتبہ مارچ اپریل کا شمارہ یکجا شائع کیا جا رہا ہے ، آئندہ شمارہ مئی میں شائع ہو گا !

۲ : جن خریداروں کا سالانہ چندہ ختم ہو گیا ہے وہ بلا تاخیر مبلغ -/50 روپے منی آرڈر فرما دیں !

۳ : ضخامت بڑھنے کی وجہ سے اس شمارہ کی قیمت -/6 روپے ہے ۔

منجانب

سرکولیشن منیجر

"نقیب ختم نبوت" دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان !

بیادِ شہدائے ختمِ نبوۃ

# سلام

شورش کاشمیری

وہ ایک پرچم رہے سلامت اس اک نوا کو سلام پہنچے
حرم کی عزت پہ کٹنے والوں کے نقشِ پا کو سلام پہنچے

عروسِ لالہ بہار پر ہے بہار کو تہنیت کا ہدیہ!
چمن چمن پہ درود لازم صبا صبا کو سلام پہنچے!

عبیدیوں کو ستم مبارک، حسینیوں کی وفا کے قرباں!
فقیرِ گوشہ نشین کا خاکِ کربلا کو سلام پہنچے!

نفس نفس برکتوں کے مخزن قدم قدم رحمتوں کے چشمے!
ہر ایک حلقہ بگوشِ سردارِ انبیاؐ کو سلام پہنچے!!

زمینِ لاہور جن کے خوں سے بہشت کو ماند کر چکی ہے
تمام خونیں کفن شہیدانِ باصفا کو سلام پہنچے

جو تیغ کی دھار چومتے ہیں جو کوئے قاتل میں گھومتے ہیں
نثار جس پر قضا کے تیور اس اک ادا کو سلام پہنچے

کچھ اس ادا سے لڑے مجاہد خدا کی رحمت کو پیار آیا
بلالؓ و بوذرؓ کے ہم نشینانِ باوفا کو سلام پہنچے

جہاں بظاہر ہیں استراحت میں بادشاہ ہے جہاں پناہ ہے
اسی فضا میں درود گونجے، اس فضا کو سلام پہنچے!

چلے چلو دوستو! کبھی تو زمانہ کروٹ ضرور لے گا!
خجستہ پا رہرووں کا ہر ایک بے نوا کو سلام پہنچے!

وہ ایک کشتی جو قعرِ دریا میں ڈوبتی تھی پکار اٹھی!
بلاکشانِ غریب ساحل کا ناخدا کو سلام پہنچے

سلگ رہے ہیں گلاب و لالہ خطیبِ اعظم[1] کے زمزموں سے
ہمارا اس باوقار و بے باک رہنما کو سلام پہنچے

[1] امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

# کیا مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوّت کا دعویٰ کیا تھا؟

ع : ہے یہ گنبد کی صدا، کان لگا، غور سے سُن!

| |
|---|
| قائدِ تحریکِ ختمِ نبوّت ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہٗ نے ۱۹۸۷ء میں یوکے ختمِ نبوّۃ مشن کی دعوت پر برطانیہ کا دورہ فرمایا۔ اِسی سفر میں آپ نے یہ تحقیقی مضمون قلمبند کیا، جو اپنی اہمیت کے پیشِ نظر ہدیۂ قارئین ہے — ادارہ |

## قارئینِ محترم —!

مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریکِ اجرائِ نبوّت اور اِرتداد پر اَب تک اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اُسے پڑھنے کے لئے بھی ایک مُدّت چاہیئے۔ مگر نئے دَور کے مرزائی سابقہ مرزائیوں سے کچھ مُختلف ہیں۔ انہیں اگر کہا جائے کہ تُم مرزائی کیوں ہو؟ تو کہتے ہیں، ہم تمہاری طرح مُسلمان ہیں۔ فرق صِرف یہ ہے کہ ہم مرزا صاحب کو ریفارمر مُصلح اور مسیح مَوعُود مانتے ہیں۔ اِس کا جواب دیا جائے کہ غلام احمد نے تو نبوّت کا دعویٰ کیا تھا اور یہ اُمّتِ مُسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور آخرالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر وُہ شخص، جو نبوّت کا دعویٰ کریگا وُہ نہ صرف یہ کہ کافر ہے بلکہ مُرتد ہے۔ اُس کو نبی ماننے والا بھی کافر مُرتد، دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور اگر دُنیا میں کہیں بھی خالص دینی حکومت قائم ہو جائے تو اس میں مُرتد کی سزا قتل ہوگی، تو مرزائی حضرات یہ سُن کر ہنس دیتے ہیں اور مسلمان بھائیوں کا مذاق اُڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم مُسلمان جھوٹ بولتے ہو۔ یہ احرار کے کارکُن اور مُبلّغینِ احرار بھی جھوٹ بولتے ہیں اور مرزا غلام احمد پر دعویٰ نبوّت کا اِلزام و بہتان لگاتے ہیں حالانکہ مرزا نے نبوّت کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا۔ بعض مرزائی اِس بات میں سچّے ہوتے ہیں۔ کیونکہ اُنہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا ہوتا۔ اُن کو تو صرف مرزائیوں کی سوشل سروس نے متاثر کیا ہوتا ہے کہ وُہ مالی مدد کرتے ہیں، کنواروں اور بے روزگاروں کی نوکری اور شادی تک کا

بندوبست کر دیتے ہیں۔ لہٰذا وُہ انہیں سچا مسلمان جانتے اور مانتے ہیں۔ ہر چند کہ بعض نئے نئے پھنسنے والوں کے ساتھ مرزائیوں کا سلوک نہایت اچھا ہوتا ہے مگر وُہ انہیں کس سمت لے جانا چاہتے ہیں؟ یہ عام مُسلمانوں اور نئے نئے ہونے والے مرزائیوں کو معلوم نہیں ہوتا۔

مَیں نے عام مُسلمانوں اور مرزائیت کے دامِ اِرتداد میں نئے گرفتار ہونے والوں کی اِصلاح کے لئے یہ چند سطُور لکھی ہیں۔ ھدایت اَللہ سُبحانہٗ و تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ دُعا گو ہوں وُہ ہادیٔ مطلق اَیسے تمام لوگوں کو اِمامُ الانبیاء سیّدنا **محمّد رسُول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلّم کی **نبوّت**، **رسالت** اور **ختمِ نبوّت** پر مضبُوط ایمان و یقین عطا فرمائے اور آخرت میں جہنّم کے عذاب سے بچائے۔ آمین —!

# ملاحظہ ہو مرزا غلام احمد قادیانی کی مَرحلہ وار نبوّۃ

---

ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے اس اُمت کے لئے مُحدّث ہو کر آیا ہے اور **مُحدّث بھی ایک معنیٰ سے نبی ہی ہوتا ہے**۔[۲]

گو اُس کے لئے نبوّتِ تامّہ (پُوری) نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے[۳] کیونکہ وُہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے، امورِ غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں[۴] اور رسُولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخلِ شیطان سے منزّہ کیا جاتا ہے[۵] اور مغزِ شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہٖ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے[۶] اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآوازِ بلند ظاہر کرے[۷] اور اس سے اِنکار کرنے والا ایک حد تک مستوجبِ سزا ٹھہرتا ہے۔[۸]

اور نبوّت کے معنیٰ بجز اس کے کچھ نہیں کہ امورِ متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں[۱]

مرزائی حضرات اس عبارت کو ظاہرو باطن کی آنکھیں کھول کر پڑھیں اور خوب غور کرنے کے بعد یہ تجزیہ

---

[۱]: بحوالہ "قادیانی مذہب" ص: ۱۵۰، پانچواں ایڈیشن - یہ کتاب ۵۳ برس پہلے چھپی تھی۔

۲: "توضیحِ مرام" ص: ۱۸، مصنّفہ غلام احمد قادیانی مرزا - مطبوعہ قادیان۔

بھی ملاحظہ کریں :

۱ : پہلے تو مرزاجی نے **مُحدَّث** ہونے کا دعویٰ کیا۔

۲ : پھر **مُحدَّث** کو **نبی** کہا (یعنی مرزاجی نبی ہیں)۔

۳ : پھر علمِ غیب پر اِطّلاع کا دعویٰ کیا (مرزا صاحب عالم الغیب ہیں)۔

۴ : **مُحدَّث** کی معلومات کو وحیِ الٰہی کہا (مرزا صاحب کی معلومات اللہ کی وحی ہیں)۔

۵ : پھر **مُحدَّث** کی مَعلُومات کو رسُولوں اور نبیوں کی وحی جیسی وحی کہا (مرزا غلام احمد پر رسُولوں اور نبیوں کی طرح وحی آتی ہے)۔

۶ : پھر **مُحدَّث** کو رسُولوں اور نبیوں کی طرح مَامُور من اللہ کہا (غلام احمد مَامور من اللہ ہے بالکل رسولوں کی طرح)۔

۷ : پھر بعینہٖ انبیاء کی طرح اظہار و اعلان کو واجب قرار دیا۔ (یعنی مرزا صَاحب پر اعلانِ رسالت فرض ہے)۔

۸ : اور غلام احمد کو **مُحدَّث** ، نبی و رسُول نہ ماننے والوں کو سزا کا مستحق قرار دیا۔

اَب دو بارہ اس عبارت کو پڑھیں ، خوب غور و فکر کریں۔ مَیں یہ فیصلہ آپ کی دیانت پر چھوڑتا ہوں اور پُوچھتا ہوں کیا اس گفتگو میں اُور نُبوّت کے دعویٰ میں کچھ فرق رہ گیا ؟ مرزائی حضرات پر حُجّت پُوری کرنے کے لئے ایک اُور حوالہ مرزاجی کی بولیوں میں سے درج کیا جاتا ہے ۔ ملاحظہ ہو :

"لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا اور کہہ دیا کہ یہ شخص نُبوّت کا مدّعی ہے اور اللہ جانتا ہے کہ اُن کا قول قطعاً جھُوٹ ہے جس میں سچ کا شائبہ نہیں اور نہ اس کی کوئی اصل ہے۔

ہاں مَیں نے یہ ضرور کہا ہے کہ **مُحدَّث** میں تمام اجزاءِ نُبوّت پائے جاتے ہیں لیکن بالقُوّۃ بالفعل نہیں ، تو **مُحدَّث بالقُوّۃ نبی ہے**۔"[1]

ملاحظہ کیا جناب آپ نے ، مرزاجی کیا کہہ رہے ہیں ؟ مرزاجی کہتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ غلام احمد نے نُبوّت کا دعویٰ کیا ہے وُہ جھُوٹا ہے۔ لیجیے ملاحظہ ہو کہ کون جھُوٹا ہے :

۱ : "**مُحدَّث** میں نُبوّت کے تمام اجزاء پائے جاتے ہیں"۔

(**مُحدَّث** میں نبی کی ساری خصوصیات مَوجُود ہوتی ہیں لہٰذا غلام احمد میں نُبوّت کے سارے اجزاء مَوجُود ہیں)۔

---

[1] ۱ : بحوالہ "قادیانی مذہب" ص : ۱۴۹ ، ۲ : "حمامۃ البُشریٰ" ص : ۹۹ ، مُصنّفہ مرزا غلام احمد ، مطبوعہ : قادیان

۲ : " مُحدَّث میں تمام اجزار بالقوّۃ ہوتے ہیں بالفعل نہیں"

۳ : " مُحدَّث بالقوّہ نبی ہوتا ہے"

(چونکہ غلام احمد مُحدَّث ہے اور مُحدَّث میں نبوّت کے تمام اجزار موجود ہوتے ہیں لہٰذا غلام احمد میں تمام اجزاءِ نبوّت موجود ہیں۔ اور مُحدَّث میں یہ تمام اجزار بالقوّہ ہوتے ہیں، بالفعل نہیں، لہٰذا غلام احمد بالقوّت اجزاءِ نبوّت کا مالک ہے اور چونکہ مُحدَّث بالقوّہ نبی ہوتا ہے لہٰذا غلام احمد بالقوّہ نبی ہے مگر انبیاء اور رسولوں والا عمل نہیں کر سکتا)۔

یہ بات بہت قابلِ غور و فکر ہے کہ نبوّت کا یہ ارتقائی عمل مرزا جی کی بالکل ذاتی تخلیق ہے مگر نہایت مکّارانہ تخلیق ہے۔ پہلے مُحدَّث، جو نبوّت کے بعض جُز اپنے اندر رکھتا ہے پھر ایسا مُحدَّث جس میں نبوّت کے تمام اجزار پائے جاتے ہیں مگر بالقوّہ، بالفعل نہیں ہوتے۔ پھر وہ مُحدَّث ایسا، جو نبی تو ہے مگر بالقوّہ نبی ہے صرف اتنی کسر باقی رہ گئی کہ وہ انبیار کی طرح احکام نہیں نافذ کرتا، یعنی بالفعل نہیں۔ لیجئے وہ حد بھی مرزا قادیانی نے توڑ ڈالی۔ مرزائی حضرات پر تعجّب اور افسوس ہے کہ وہ غلام احمد کو مانتے تو ہیں مگر اپنے پیارے مرزا جی کی تحریر کا مطالعہ کرنے سے گریز کرتے ہیں ذرا اُن کی اس دماغی حالت کا اندازہ تو لگائیں جس کی تفصیل ان کی تحریروں میں جابجا بکھری دکھائی دیتی ہے۔ یہی دو عبارتیں نہیں جو مرزا جی کی خرابیٔ فکر پر گواہ ہیں۔ ایسی سیکڑوں عبارتیں ہیں جن میں غلام احمد کا یہ متضاد نقشہ اُبھرا اُبھرا صاف نظر آتا ہے۔ ملاحظہ ہو مرزا جی کی اچھوتی بانکی۔

پہلے کہا مَیں مُحدَّث ہوں۔ پھر کہا مَیں جُزئی نبی ہوں۔ پھر کہا مکمل نبی ہوں اور کہا کہ مکمل نبی مگر بالقوّہ بالفعل نہیں —— لیکن دیکھئے کتنی ڈھٹائی سے مرزا جی مدّعی ہیں :

" جس بنا پر مَیں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اسی قدر ہے کہ مَیں خدا تعالیٰ کی ہم کلامی سے مُشرّف ہوں اور میرے ساتھ بکثرت بولتا اور ہم کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا ہے اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اُس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو، دُوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا اور انہی اُمور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو مَیں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر مَیں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیوں انکار کر سکتا ہوں۔ مَیں اس پر قائم ہوں اُس وقت تک جو اس دُنیا سے گزر جاؤں"۔ ؎۱

---

؎۱ بحوالہ "قادیانی مذہب" ص : ۱۸۲ ، خط مرزا غلام احمد قادیانی بنام "اخبار عدم - لاہور" ۲۳ مئی ۱۹۰۸

مرزا جی تو مرتے دم تک نبوت کے دعویٰ پر اڑے رہے مگر مرزائی چلاتے ہیں کہ اُس نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ کیا مرزائی سچے ہیں یا مرزا جی؟ یہ تو ان کے مکر و فریب کا سلسلہ ہے۔ اس سلسلہ کی آخری کڑی بھی ملاحظہ ہو۔ غلام احمد نہ صرف یہ کہ نبی ہونے کا مدعی ہے بلکہ اب وہ رسول ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہے۔ یعنی صاحبِ شریعت بھی ہے کیونکہ یہ بات تمام اُمتِ مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ رسول کہتے ہی اُس کو ہیں جو نئی شریعت لائے۔ اب مرزا جی کی بولی ٹھولی ملاحظہ ہو:

"سچا خدا وُہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا"۔ [1]

کیا اب بھی مرزائی ہم پر یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ ہم مجلسِ احرارِ اسلام کے کارکن مرزا جی پر تہمت لگاتے ہیں؟ کیا کوئی کسر باقی رہ گئی ہے اِس بات کے ثابت کرنے میں کہ غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ صرف نبوت نہیں بلکہ رسالت کا بھی دعویدار ہے۔ اللہ تعالیٰ مرزائیوں کے جال میں پھنسنے والے مسلمانوں اور مرزائیوں کو ہدایت دے اور ان کے لئے ہدایت آسان بنائے۔ آمین! لیجئے اب ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو جس میں غلام احمد کو محمدؐ مثل، نبی اور رسول نہ ماننے والوں کو "شیطان" کہا گیا ہے۔

## انبیاء علیہم السلام کی توہین اور امتِ مسلمہ کو گالی:

"اور خدا تعالیٰ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں، اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ وہ "ہزار نبی" پر بھی تقسیم کئے جائیں تو اُن کی بھی اُن سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے ........ لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے۔" [2]

مرزا صاحب نے ظلم کی حد کر دی، شرافت کی تمام حدیں توڑ دیں۔ افسوس، صد ہزار افسوس! غلام احمد قادیانی کی سابقہ عبارتوں کو آپ نے ملاحظہ کیا، ان پر غور و فکر کرنے سے جو نتائج کھل کر سامنے آتے ہیں اور جو تضادات اُبھرتے ہیں، آپ انصاف کی نظر سے انہیں ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں مرزا غلام احمد کس قدر متضاد گفتگو کرتا ہے۔ پہلی بات کہنے کے بعد وہ بھول جاتا ہے کہ اُس نے کیا کہا اور دوسری بات زیادہ کافرانہ انداز سے کہہ جاتا ہے۔

---

[1] "دافع البلاء" ص: ۱۰، مصنفہ غلام احمد قادیانی بحوالہ "قادیانی مذہب" ص: ۱۸۲۔

[2] "چشمۂ معرفت" ص: ۳۱۷، مصنفہ غلام احمد قادیانی بحوالہ "قادیانی مذہب" ص: ۱۸۲، ۱۸۳

۱ : مرزا غلام احمد مُحدَّث ہے۔

۲ : مُحدَّث جُزوی نبی ہوتا ہے۔

۳ : غلام احمد جُزوی نبی ہے۔

۴ : مُحدَّث میں تمام اَجزاءِ نُبوّت پائے جاتے ہیں۔

۵ : غلام احمد میں تمام اَجزاءِ نُبوّت پائے جاتے ہیں۔

۶ : مَیں نے نُبوّت کا دعویٰ نہیں کیا۔

۷ : مَیں خُدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔

۸ : جو شخص یہ کہتا ہے کہ مَیں نے نُبوّت کا دعویٰ کیا ہے وُہ جھوٹا ہے۔

۹ : اِنسانوں میں سے شیطان مجھے نبی نہیں مانتے۔

۱۰ : مُحدَّث پر رَسُولوں اَور نَبیوں کی طرح وحی نازل ہوتی ہے۔

۱۱ : غلام احمد پر رَسُولوں اَور نَبیوں کی طرح وحی نازل ہوتی ہے۔

۱۲ : مُحدَّث بالقُوّہ نبی ہوتا ہے۔

۱۳ : غلام احمد بالقُوّہ نبی ہے۔

۱۴ : مُحدَّث مَامُور من اللہ ہوتا ہے۔

۱۵ : غلام احمد مَامُور من اللہ ہے۔

۱۶ : مُحدَّث بالفعل نبی نہیں ہوتا۔

۱۷ : غلام احمد بالفعل نبی نہیں ہے۔

۱۸ : مُحدَّث پر اعلان و اِظہار، نبی و رَسُول کی طرح فرض ہوتا ہے۔

۱۹ : غلام احمد پر اپنے وجود کا اِظہار نَبیوں کی طرح فرض ہے۔

۲۰ : جو مُحدَّث کو نہ مانے وُہ سَزا کا مُستوجِب ہے۔

۲۱ : جو غلام احمد کو نہ مانے وُہ سَزا کا مستحق ہے۔

۲۲ : سچّا خدا وُہی ہے جس نے قادیان میں رسُول بھیجا۔

**کس قدر** خوفناک لب و لہجہ ہے اس شخص کا۔ ایک سانس میں کتنی باتیں کہہ ڈالتا ہے۔ سُننے پڑھنے والا اگر

اللہ کی طرف سے ھدایت پر قائم نہ ہو اور صراطِ مستقیم پر گامزن نہ ہو تو یہ شخص فوری زہرِ قاتل پلا دیتا ہے اور ایک ہی منہ سے متضاد باتیں کہنے میں بُری طرح پھنس جاتا ہے "مَیں نبی نہیں" ، "جو مجھے نبی نہیں مانتا وُہ شیطان ہے" "جو مجھے نبی کہتا ہے وُہ جھوٹا ہے" آخر یہ کیا گفتگو ہے؟ کیا یہ معقول اور صحیح الفکر آدمی کی گفتگو ہے؟ اور کیا یہ نبوت کا دعویدار نہیں؟

## مرزائیوں سے آخری بات :

ھم نے اپنی طرف سے اپنی عقل کے مطابق آپ کو سمجھانے کی بشری حجت پوری کر دی ہے۔ مانیں نہ مانیں سمجھیں نہ سمجھیں یہ آپ کی مرضی ہے —!

ع : ہم نیک و بد جناب کو سمجھانے جائیں گے

★

عقبیٰ کے مسافر ——— انا للہ وانا الیہ راجعون ———

گزشتہ ماہ میں بہت سے احباب اللہ کو پیارے ہو گئے ۔ عالمی مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان کے مرکزی امیر حضرت محمد حسن چغتائی مدظلہ کے جواں سال پوتے آناً فاناً بیمار ہوئے اور چند روز میں آخرت کو سدھار گئے ۔ گجرات میں ہمارے مخلص کارکن محمد اسلم صاحب اور محمد اصغر صاحب کی والدہ صاحبہ اور خالہ صاحبہ انتقال فرما گئیں، مدرسہ محمودیہ ناگڑیاں ضلع گجرات کے معاون جناب منظور کشمیری وفات پا گئے ، اور محترم چودھری محمد فاضل صاحب کی والدہ ماجدہ رحلت فرما گئیں، چونڈہ میں احرار کے نوجوان مخلص کارکن محمد شاہد نقشبندی صاحب کے بھائی ایک حادثہ میں انتقال کر گئے ۔

مجلس احرارِ اسلام تلہ گنگ کے قدیم کارکن اور صوفی عبدالرحمٰن اور ابومعاویہ عبدالرحیم کے والد حاجی غلام حسین انتقال کر گئے ۔

مجلس احرارِ اسلام کے تمام اراکین و معاونین دعائے مغفرت اور ختم قرآن کریم کا اہتمام کریں۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائیں ، درجات بلند فرمائیں اور لواحقین کو صبر عطا فرمائیں (آمین)

ادارہ نقیبِ ختمِ نبوّت اور تمام احرار ساتھی اس فطری غم میں آپ کے ساتھ شریک ہیں۔

——— جلال پور پیر والہ میں ———

نقیبِ ختمِ نبوّت : کا تازہ شمارہ اور دیگر احرار لٹریچر مولانا عبدالرحمٰن جامی نقشبندی محلہ نقشبندیہ سے حاصل کریں۔

سید محمد کفیل بخاری

# بیادِ شہدائے ختمِ نبوّت

مارچ ۱۹۵۳ء کے اس حسین منظر پر آج بھی تاریخ شاہد عدل ہے۔ جب شمع رسالت ؐ کے پروانے آبروئے ختم نبوت پر دیوانہ وار قربان ہو رہے تھے۔ فدائین ختم نبوت علم احرار تھامے رزمگاہِ حق و باطل میں کشاں کشاں چلے آ رہے تھے۔ اس وقت کے مسلم لیگی حکمرانوں نے ناموسِ رسالت ؐ کے محافظوں پر مارشل لاء کا پہرہ بٹھا دیا۔ اور اپنے تئیں یہ سمجھ لیا کہ اس صدائے حق کو وہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں گے۔ پھر جب دیوانگانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میدان میں اترے تو ظالم اور فاسق و فاجر حکمرانوں کے گماشتوں کی بزدل ٹیم رائفلوں سے مسلح ہو کر عاشقانِ رسول ؐ پر بھیڑیوں کی طرح ٹوٹ پڑی۔ اس جذبہ صادقہ کو فنا کرنے کے لئے ظالموں نے جی بھر کے گولیاں چلائیں لیکن یہ دیوانے ؏

سینہ تان کر کہتے تھے، گولی آئے سینے پر

دس ہزار عشاقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نام نہاد مسلمانوں کی گولیوں سے خون میں نہا گئے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی شاہراہیں ان کے خون سے سرخ ہو گئیں۔ اس مقدس اور متحرک خون سے یہ رستاخیز صدا آ رہی تھی۔

؎ قتل گاہوں سے چُن کر ہمارے علم اور نکلیں گے عشاق کے قافلے

آبروئے ختم نبوت کے محافظوں نے حق پرستی، جاں بازی، جاں نثاری اور سرفروشی کے ایسے انمٹ نقوش صفحۂ ہستی پر ثبت کئے کہ قتل گاہوں کو پسینہ آ گیا۔ ان کی استقامت و جواں مردی کے سامنے پہاڑوں کے دل پھوٹ گئے۔ حق چھا گیا اور باطل بھاگ کھڑا ہوا۔ اے حق کے پاسدارو! اے صدق و صفا کے پیکرو، اے رسول ؐ سے وفاداری کے علمبردارو! اے شہیدانِ باوفا، اے ناموس رسالت پر مر مٹنے والو! ہمارا تم کو سلام پہنچے۔ تمہارے ایثار اور قربانی نے ہمیں اک نیا ولولہ دیا اور ہمارے ایمانوں کو جلا بخشی۔ اے وفا کیشانِ ختم نبوت ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ جب تک احرار زندہ ہیں تمہاری جلائی ہوئی شمع کو روشن رکھیں گے۔ ربِ ذوالجلال کی قسم! ہم ردائے ختم نبوت کو داغدار نہ ہونے دیں گے۔ سارقانِ نبوت کا جینا دوبھر کر دیں گے۔ ہم اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں گے جب تک تمہارا انتقام نہ لے لیں۔

اے سرفروشانِ ختمِ نبوت تم پر ہزاروں سلام، سلام سلام تم پر لاکھوں سلام

؏ جہاں تم ہو حیاتِ جاوداں تقسیم ہوتی ہے

آغا غیاث الرحمٰن انجم

# زباں میری ہے بات اُن کی

"امریکہ پاکستان میں جمہوریت کو سلام کرتا ہے۔" (امریکی صدر بش)

بہت شکریہ آقا! چالیس برس میں پہلی بار ہمارے سلام کا جواب ملا ہے۔

"پہلے گوجرانوالہ کی اور پھر ملک بھر میں بجلی بند کریں گے۔ حافظ آباد کی بجلی پہلے ہی بند ہے۔"

(مزدور رہنما بشیر بختیار اور خورشید احمد)

جیو لال... خوب نام روشن کرو گے ماں باپ کا۔

"قومیت کی بنیاد زبان یا دھرتی نہیں۔ ورنہ نورانی اور نہرو ایک ہوتے۔" (مولانا شاہ احمد نورانی)

پاسپورٹ کے قومیت کے کالم میں نورانی اور کارنیس ایک ہی ہیں۔ "پاکستانی"

"پنجاب کے ساتھ زیادتی ہوئی تو نواز شریف دیوار بن جائے گا۔" (وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف)

نا... نا۔ بڑی مشکل سے تو وزیر اعلیٰ بنے ہو۔

ہم سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو اس کی تصحیح کی جائے۔" (جنرل سیکرٹری پیپلز پارٹی شیخ رفیق احمد)

بس! زیڈال استعمال کیجیے۔

"ملتان ایئرپورٹ پر نواب زادہ نصر اللہ خاں کی کار پر پیپلز پارٹی کے کارکنوں کا پتھراؤ!"

حالانکہ حقے کا سیاست سے گہرا تعلق ہے۔

"مولانا کوثر نیازی اپنی کتاب "دیدہ ور" میں ترامیم اور اضافہ کر رہے ہیں۔"

مولانا کی ساری زندگی وفاداریوں میں ترمیم و اضافہ کرتے گزری، ممکن ہے دیدہ ور دختر دیدہ ور ہو جائے

"پیپلز پارٹی اور جمعیت علماء اسلام کے اختلافات دور کرنے کی کوشش"

(محمد حنیف خان اور مولانا فضل الرحمٰن کی ملاقات)

اب مولانا فضل الرحمٰن کی بے چینی ضرور ختم ہو جائے گی!

"بے گھر افراد کی جانب سے وزیراعلیٰ ہاؤس کے سامنے تمبو لگانے کی دھمکی" ایک خبر

گھر ہم نے لے لیا ہے تیرے گھر کے سامنے

---

"بے وفا سیاستدانوں کی سوچ سے پنجابیوں کے سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔"

(غلام حیدر وائیں اسلامی جمہوری اتحاد)

بات کوئی اور معلوم ہوتی ہے۔

---

"وفاق اور پنجاب حکومت میں کوئی کشیدگی نہیں" (وزیر اعظم)

کشیدگی کو کم کرنے کیلئے اختلافات پیدا کر دیئے گئے ہیں۔

---

"پاکستان کا موسم اب خوشگوار ہے۔ اس لئے وطن واپس آیا ہوں۔"

(افغانستان سے واپسی پر اجمل خٹک کا بیان)

ع عقل کے اندھوں کو الٹا ہی نظر آتا ہے

مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

---

"تعلیم یافتہ اور ہنرمند ڈاکوؤں کو ملازمتیں فراہم کی جا سکتی ہیں۔" (مخدوم خلیق الزمان پیپلز پارٹی)

حکومت کا کام بہت آسان ہو جائیگا۔

---

"سیاست دان مسجد نبوی میں بیٹھ کر اختلافات ختم کریں۔" (سردار عبدالقیوم خان صدر آزاد کشمیر)

یہ بیت اللہ شریف میں بیٹھ جائیں تب بھی اپنے اختلافات ختم نہیں کریں گے۔

---

"محکمۂ تعلیم سے مگرمچھ نکال باہر پھینک دیئے جائیں گے۔" (وزیر تعلیم پنجاب)

سیاسی مگرمچھوں کے ذریعہ یہ پھر آ جائیں گے۔

---

"میاں نواز شریف نے پنجاب میں صحافیوں، ادیبوں اور دانشوروں کے لئے پلاٹوں کا کوٹہ مختص کرنے کی ہدایت کر دی۔" (ایک خبر)

میاں صاحب کی خیر

---

"حیا کر حیا" (ٹی۔وی ڈرامے کا ایک فقرہ)

حیا ہو وے سے نہ رے

---

"امریکہ نے بھارت کو آبدوز شکن ہیلی کاپٹر دے دیا۔" (ایک خبر)
گڑ گڑ پاکستان میں اور انڈا ہندوستان میں

"انسانوں میں نفرت صرف سیاستدان ہی ختم کر سکتے ہیں۔" (فخر زماں۔ پیپلز پارٹی)

یار تم بھی کمال کرتے ہو۔

---

"پیپلز پارٹی کی حکومت کمزور بنیادوں پر کھڑی ہے۔" (محمد خان جونیجو)

پاکستان کے ایک طاقتور سابق وزیر اعظم کا بیان

"سیاسی، گروہی اور لسانی محاذ آرائیوں سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔" (صدر پاکستان)

بہت سے لوگ تو بہت کچھ حاصل کر رہے ہیں۔

---

"آمروں نے مارشل لاء لگا کر سیاسی عمل کو ناممکن بنا دیا۔" (نوابزادہ نصر اللہ خان)

اور سیاسی لیڈروں نے نااہلی کا ثبوت دے کے مارشل لاء کو ممکن بنا دیا۔

---

"وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کو روایت کے تحت ہار پہنایا تھا۔" (میاں شجاع الرحمٰن سابق میئر لاہور)

اور ضیاء الحق شہید کو؟

---

"امن و امان ہر قیمت پر برقرار رکھا جائے گا۔" (وزیر اعلیٰ سندھ)

کب؟

---

"کوئلے کے ذخائر کی ترقی کیلئے بورڈ قائم کیا جائے۔" (پاکستان یو۔ ایس۔ ایڈ کے چیف)

تاکہ کوئلے کی دلالی میں منہ کالا کرنے والے کوئلے کی قلت کا شکار نہ ہوں!

---

"پی۔ آئی۔ اے تیسری دنیا کی ایئر لائنوں کو بہترین تربیت فراہم کر سکتی ہے۔" (سندھ کے وزیر قانون و محنت)

اپنے عملے ہی کو بہترین تربیت دے دے تو بہت بڑی بات ہے۔

---

"طلبہ یونینوں کے انتخابات پر امن طور پر مکمل ہو گئے۔" (ایک خبر)

صرف لاہور میں طلبہ گروپوں کی فائرنگ سے ۹ افراد زخمی ۲ ہلاک۔ ۱۰۰ سے زائد کاریں تباہ۔ ۲ بسیں جلا دی گئیں۔ جی ٹی روڈ بلاک، کئی دکانوں کے شیشے توڑ دیئے گئے، پولیس گاڑیوں کو نقصان، لاٹھی چارج، آنسو گیس کا استعمال اور جمہوریت بحال ہو گئی۔

# ملتان پوچھتا ہے

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں ملتان میں حکومت کے وحشی درندوں نے گولیاں چلا کر چھ محافظین ختم نبوت کو شہید کر دیا تھا۔ یہ نظم ساغر صدیقی مرحوم کا ان شہداء کو خراج تحسین ہے۔ (ادارہ)

ملتان کے شہیدو! ملتان کے ستارو!
ملتان تم پہ نازاں
ملتان تم پہ قرباں
ملتان کی حیا تم
مسرور ہو گئی ہیں ملتان کی فضائیں
پُر نور ہو گئی ہیں ملتان کی فضائیں
ملتان مسکرایا
ملتان جگمگایا
ملتان جھومتا ہے!
ملتان چومتا ہے!
نقش قدم تمہارے ملتان کے دلارو!
ملتان کے شہیدو، ملتان کے ستارو
ملتان کی بہاریں
خاموش گزاریں
تم کو بھلائیں کیسے!
دل کو منائیں کیسے!

ملتان ہنس رہا ہے ملتان رو رہا ہے
پھولوں میں جیسے کوئی کانٹے چبھو رہا ہے
ملتان کی دعائیں
ملتان کی صدائیں
کہتی ہیں یہ فسانہ
سن لے جسے زمانہ
ٹوٹے گا دستِ ظالم، ملتان کے سہارو
ملتان کے شہیدو، ملتان کے ستارو
ملتان کی تمنا
ملتان کا تقاضا
انصاف شہریارو
انصاف شہریارو
بیٹے کہاں ہیں میرے ملتان پوچھتا ہے
کیوں چھا گئے اندھیرے ملتان پوچھتا ہے
ملتان کو بتا دو!
ملتان کو دکھا دو!

ملتان کی جوانی! — اک داستاں رہے گی ملتان کے لبوں پر

ملتان کی نشانی — انسانیت کے نغمے ، انسان کے لبوں پر

ملتان لٹ گیا ہے ملتان کے نطلب رہنما! — سو سو سلام تم پر

ملتان کے شہیدو ملتان کے ستارو! — دوزخ حرام تم پر

ملتان کی نظر سے — تم نے اٹھا لیا ہے

ملتان کے جگر سے — تم نے بچا لیا ہے

صدیوں لہو بہے گا — بطحا کا سبز پرچم ملتان کے لکھارو!

تازہ یہ غم رہے گا — ملتان کے شہیدو ملتان کے ستارو!

## فدائے احرار حضرت مولانا گل شیر شہید رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات

حضرت مولانا گل شیر شہیدؒ مجلس احرارِ اسلام کے عظیم رہنما اور تحریکِ آزادی کے نامور سپوت تھے کیمبل پور، میانوالی آپ کی جد وجہد کے مراکز تھے۔ آپ نے راہِ حق میں جامِ شہادت نوش کیا۔ جن احباب کے پاس اُن کے متعلق کوئی تحریری یا واقعاتی مواد موجود ہو تو وہ مہربانی فرما کر ہم سے رابطہ فرمائیں۔ مولانا کی سوانح حیات اشاعت کے آخری مراحل میں ہے یہ مواد احباب کے شکریہ کے ساتھ اس میں شامل کر دیا جائے گا۔ اصل دستاویز کی فوٹو اسٹیٹ کاپی اس پتہ پر روانہ فرمائیں — شکریہ!

محمد عمر فاروق — فاروق دواخانہ! مین بازار تلہ گنگ ضلع چکوال

## حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ!

دسمبر اور جنوری کے شمارہ میں حضرت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہٗ کا مضمون بعنوان "سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور عہد حاضر میں ان کے ناقدین" دو قسطوں میں شائع ہوا۔ اس میں صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ کے اسم گرامی کے ساتھ رضی اللہ عنہ نہیں لکھا ہوا تھا جو سہوِ کتابت ہے۔ احباب درست فرمالیں۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ پاک تمام صحابہ سے راضی ہو گئے لیکن بعض نام نہاد سُنی ابھی تک کئی صحابہؓ سے ناراض ہیں۔ اللہ ہدایت دے۔ آمین۔

محمد شاہد شوکت اختیار۔ چونڈہ

# زوالِ اُمّت کا الہامی علاج

خُدائے ذوالجلال نے انسان کو عقل و شعور جیسی نعمت عظمیٰ سے نوازا۔ اسے بہت حد تک اپنے ماحول پر، اپنے حالات و اعمال پر اختیار بھی دیا۔ لیکن اس حد تک کہ جس سے خالق و مخلوق کا فرق باقی رہے۔

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۔ ہم نے انسان کو وہی کچھ دیا جس کی اس نے کوشش کی۔ انسان نے خُدا کے عطا کردہ عقل و شعور اور اختیارات کو کام میں لاتے ہوئے اتنی ترقی کی کہ وہی انسان جو بجلی کی کڑک اور بادل کی گرج سے سہم جایا کرتا تھا آج اسی بجلی کو اپنے اختیار میں لا کر اس سے ایسے ایسے کام لے رہا ہے جو کہ آج سے چند صدیاں پہلے کے انسان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھے۔ انسان نے اپنی ایجادات کی بدولت ایک طرف زمین کا سینہ چاک کر کے اس میں چھپے ہوئے خزانوں کو اپنے استعمال میں لانا شروع کر دیا ہے تو دوسری طرف چاند سے آگے مریخ اور زہرہ پر کمندیں ڈال رہا ہے۔ یہ سب کچھ درست ہے لیکن ؎

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا! — اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاؤں کو گرفتار کیا — زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں اُلجھا ایسا — آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا

اگر خدا نے انسان کو ترقی کی منازل سے ہمکنار کیا ہے تو اس نے روزِ ازل سے لئے گئے میثاق میں یہ بھی کروایا تھا کہ بالآخر تم میری ربوبیت کا اعتراف کر لو گے اور پھر تم روحانی ترقی کے معراج پر پہنچ جاؤ گے۔ ؎

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ـــــ قَالُوْا بَلٰی!

ہم نے ترقی کا ایک زاویہ نگاہ میں رکھا۔ دوسرے کو بالکل فراموش کر بیٹھے، جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ ہستی کو عملاً فراموش کر دینے والے انسان نے مادی ترقی کو بھی منفی انداز سے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ خدا نے اسے نعمتوں سے نوازا مگر یہ خُدائی فیصلے پر شاکر نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی ہوس میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ آ دنیا جدید اور مہلک ہتھیاروں کے انبار پر بیٹھی ہے۔ نہ جانے کب کسی کی ذرا سی کوتاہی یا شرارت سے یہ انبار پھٹ پڑے

اور پوری انسانیت بھک سے اُڑ جائے۔

یہ اسی انسانی ہوس کا نتیجہ ہے کہ دنیا کے چند وڈیروں نے اپنے مخصوص مفادات کی خاطر پورے عالم انسانیت کو اپنے اپنے بلاکوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ تعاون ہمدردی اور امداد کے نام پر غریب اور بے کس اقوام کا استحصال کیا جا رہا ہے بے بس غریبوں کا خون چوس چوس کر ان کے قوائے جسمانی و عقلی کو بے کار کیا جا رہا ہے۔ DEVIDE AND RULE (لڑاؤ اور حکومت کرو) کے خود ساختہ اصول پر عمل کرتے ہوئے دنیا کی بندر بانٹ کی جا رہی ہے —— پھر ان منقسم اقوام کے درمیان خود ساختہ اختلافات کو فروغ دے کر ان کو ہر وقت لڑاتے رہنا ان بڑوں کا مشغلہ بن چکا ہے۔ زیر استحصال ممالک کے درمیان مختلف علاقائی جغرافیائی اور سیاسی اختلافات کو ہوا دے کر ان کو اپنی موت آپ مارا جا رہا ہے۔ پوری دنیا ان "بڑوں" کی تیار کردہ مصنوعات کی منڈی بن چکی ہے۔ سرمایہ کاری کے نام پر ان ممالک کے نادار مفلس اور مزدور پیشہ عوام کی ہڈیوں اور خون کے گارے سے سرمایہ داروں کے محل تیار ہو رہے ہیں۔

ملیں اسی لئے ریشم کے ڈھیر بنتی ہیں

کہ دخترانِ وطن تار تار کو ترسیں

ہماری قوم کا بحیثیت مجموعی شیرازہ بکھیرنے کی خاطر عالمی شطرنج کے شاطروں نے اپنے روحانی و نظریاتی فرزندان ناہموار کی وساطت سے مختلف نزاعی مسائل کھڑے کر رکھے ہیں۔ کہیں ایک ہی خدا اور ایک رسولؐ کے اُمتی علاقائی و لسانی اختلافات میں اس قدر اُلجھ چکے ہیں کہ وہ اپنے ہی ہم وطن اور ہم مذہب بھائی کی عزت و ناموس کو برباد کرنا ایک اعلیٰ کام سمجھتے ہیں۔ پھر اس اختلاف میں وہ ایک دوسرے کے ساتھ وہ انسانیت سوز سلوک کرتے ہیں کہ قبل از اسلام کی تاریخ جہالت بھی شرمانے لگتی ہے۔ کہیں انہوں نے اپنے زرخرید مولوی نما مذہبی لیڈروں کی وساطت سے عوام کی جہالت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلک اور عقیدے کے نام پر مذہبی طبقات میں بانٹ رکھا ہے اور یہ اختلاف و نزاع اس قدر شدت اختیار کر چکا ہے کہ ایسی نزاعی کیفیت شاید دو مختلف الہامی ادیان کو ماننے والوں کے درمیان بھی ڈھونڈے سے نہ ملے۔ عقیدے اور مسالک کے فروعی اختلافات کی بنا پر تعصب کا یہ عالم ہے کہ ایک ہی گھر میں رہنے والے دو مختلف عقیدے اور مسلک کے حامی باپ اور بیٹا، ماں اور بیٹی، بھائی اور بہن، شوہر اور بیوی ایک دوسرے کو دیکھنے کے روادار نہیں، اور ہر سال کئی جانیں ان مسموم مذہبی اختلافات کی نذر ہو جاتی ہیں۔

مذہبی اختلاف کی اس شدت کے برعکس عملی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ نماز روزہ، زکوٰۃ، حج اور ایسے ہی دوسرے دینی اعمال جو کہ اصل میں دین کی بنیاد اور اساس ہیں۔ ان کو ایک متروک چیز سمجھ کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ دینی فرائض کے

پابند مسلمان کو رجعت پسند کی مشہور زمانہ گالی سے نوازا جاتا ہے۔ صرف اسی پر بس نہیں، بلکہ ان اعمال صالحہ کی تحریری تقریری اور عملی مخالفت کرنیوالوں کو جدیدیت کا ایک سمبل (SYMBOL) خیال کیا جاتا ہے اور ذہنوں میں یہ بات آہستہ آہستہ راسخ ہوتی جارہی ہے کہ جو شخص دینی عقائد و اعمال کے متعلق جتنی زیادہ زبان درازی کرے گا اتنا ہی ترقی پسند کہلانے کا حق دار ہوگا۔ دینی اعتبار سے ترقی پسند کہلانے کے شوق میں بہت سے لوگ اس قدر غافل ہو جاتے ہیں کہ وہ اپنی تحریروں اور تقاریر میں دینی کام کرنیوالوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ طنز کے تیر برساتے ہیں۔ اور پھر خود کو تاریخ انسانی کا سب سے بڑا عقل مند (حقیقتاً جاہل اعظم) ثابت کرنے کے لئے خدا کی برگزیدہ اور پسندیدہ ہستیوں صحابہ کرامؓ کی تنقیص کرنے سے باز نہیں آتے۔ اس کے باوجود خود کو بہت بڑا دینی مدبر، مفسر، مؤرخ اثنا عشری "ع" والا اہل سنت والجماعت کہلواتے ہیں۔

دین اسلام سے حقیقی دوری کا ہی نتیجہ ہے کہ دوسرے مسلمان بھائی کے لئے ایثار، قربانی، ہمدردی، تعاون جیسے جذبات واحساسات صرف کتابوں تک ہی محدود ہو کر رہ گئے ہیں اور خود غرضی، تعصب، بددیانتی، بے حسی کا یہ عالم ہے کہ چند ٹکوں اور ایک بالشت زمین کے ٹکڑوں کے عوض دوسرے انسان کی جان لینا ایک معمول بن چکا ہے۔ دوسرے انسان کی عزت و آبرو سے کھیلنا ایک بڑائی اور فخر کا کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ ہم جس دین کے پیروکار ہونے کے دعوے دار ہیں، اس دین کے شارح اعظمؐ نے فرمایا ہے۔ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

ہم نے دوسرے کی عزت کی کیا حفاظت کرنی ہے۔ کئی انسان نما درندے تو ایسے بھی ہیں کہ جن سے خود اپنی بہو بیٹیوں، بہنوں کی عزت محفوظ نہیں۔ اگر ایک شخص کو خدا مرتبے، عزت، اقتدار یا دولت جیسی وقتی نعمت سے نواز دے تو اس کی حتی المقدور کوشش یہی ہوتی ہے کہ جو چیز مجھے حاصل ہے اس کا شائبہ تک بھی دوسرے مسلمان کو نصیب نہ ہو، جس مقام پر میں پہنچ چکا ہوں دوسرا کبھی بھول کر بھی ادھر کا رخ نہ کرے۔ خود غرضی کا یہ منفی جذبہ اس قدر انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔ امیر اور سرمایہ دارانہ ذہنیت والا طبقہ کسی غریب کی عزت بیچ کر بھی اپنی دولت میں اضافہ کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ اور اگر اس کا بس چلے تو شاید دوسرے کی سانس چھین کر بھی اپنی عمر کو طوالت بخشنے سے باز نہ آئے۔

حکمران اپنے دور کو طویل کرنے کی فکر میں ہے۔ ہر نو وارد حکمران ایک نیا نعرہ دے کر اقتدار میں آتا ہے۔

پھر اس کی خواہش کی انتہا کا یہ عالم ہے کہ اگر عمر خضر بھی اسے مل جائے تو بھی دوسروں کی گردنوں پر سوار ہو کر

گنوا دے۔ "اسلام جو کہ ہمارے ملک کے عوام کے نزدیک ایک جذباتی مسئلہ ہے۔ ہر آنے والا حکمران اس نعرے کو ایک نیا رنگ دے کر قوم کو اپنے دامِ دلفریب میں پھانستا ہے۔ اسے مختلف انداز سے اپنے اقتدار کی طوالت کے لئے استعمال کرتا ہے۔ اور جب ایک محبوبِ بے وفا کی طرح اقتدار کے سنگھاسن پر براجمان ہوتا ہے تو وہی وعدۂ وصل ایک دھوکہ ثابت ہوتا ہے۔

میرے ناقص خیال میں ہمارے تمام تر روحانی جسمانی عقلی فکری، اندرونی بیرونی، قومی علاقائی اور عالمی مسائل کا ایک اور صرف ایک شافی و کافی حل ہے۔ اور یہ ہے یقینِ آخرت۔

بالکلیہ اس عقیدہ آخرت کا عمل سے بہت گہرا تعلق ہے۔ عمل سے میری مراد یہ ہے کہ اگر ہم اپنے ہر طرزِ عمل میں اس بات کو پیشِ نظر رکھیں کہ ہم جو بھی چھوٹے سے چھوٹا، بڑے سے بڑا عملی، تحریری، تقریری کام کرتے ہیں۔ ان اعمال کی ایک ویڈیو فلم تیار ہو رہی ہے۔ آج تو ہم ویڈیو فلم کے اس قدر شوقین ہیں کہ نمازیں بھی فوت ہو جاتی ہیں۔ مگر ہماری اپنی ادا کاری سے تیار کردہ ویڈیو فلم ہمیں روزِ قیامت (نہ چاہتے ہوئے بھی) دیکھنی پڑے گی۔ پھر جس طرح ہر مقدمے کے گواہ پیش ہوتے ہیں۔ اس جرم کا عملی ثبوت مہیا کرنا لازمی ہوتا ہے۔

ہمارے زندگی بھر کے جرائم کا عملی ثبوت ہمارا اعمال نامہ ہوگا۔ اور ہمارے جرائم کے چشم دید گواہ دوسرے انسان یا زرخرید "سلطانی گواہ" نہیں ہوں گے۔ بلکہ ہمارے اپنے جسم کے مختلف اعضاء ہمارے خلاف خداوند ذوالجلال کی عدالت میں ہمارے خلاف گواہی دیں گے۔ جس ہاتھ سے کسی کی پگڑی اُچھالی ہوگی، کسی کی عزت و ناموس پر ڈاکہ ڈالا ہوگا۔ دین کے اساسی عقائد کے خلاف لمبے لمبے مقالے لکھے ہوں گے، وہی ہاتھ ہمارے خلاف گواہی دیں گے، جن قدموں سے چل کر کوئی غلیظ کام کیا ہوگا، بدفعلی کا ارتکاب کیا ہوگا وہی قدم ہمارے خلاف استغاثہ دائر کریں گے، جس زبان سے کسی کے خلاف نازیبا الفاظ کہے ہوں گے، اپنے ماتحتوں کو ذہنی کوفت دی ہوگی۔ بے بنیاد سیاسی ساکھ قائم رکھنے کے لئے دینی عقائد کو متروک کیا ہوگا۔ خدا کی برگزیدہ ہستیوں کی تنقیص کی ہوگی، عوام الناس کے ساتھ جھوٹے وعدے کئے ہوں گے، اور پوری قدرت اور اختیار ہونے کے باوجود وعدوں کا ایفا نہیں کیا ہوگا۔ وہی تلاوت کر کے دھوکہ کرنے والی زبان خداوند قدوس کے حضور ہماری سب سے بڑی مخالف ہوگی۔

ہم لوگ جو عزیزوں کے اشاروں پر اپنے ہی بھائیوں کے ساتھ محض دنیاوی اغراض پر مبنی اختلافات کھڑے کر کے قتل و غارت شروع کر دیتے ہیں۔ اگر ہمیں اس بات پر پختہ یقین ہو کہ ہمارے ان اعمال کا احتساب ہونا ہے تو ہم یقیناً اپنے قبیح فعل سے باز آجائیں۔ اگر آج ہم کچھ بڑوں کی پناہ دے کر یا کسی وزیر اعلیٰ کے دم چھلے

بن کر یا مخالفین دین وملت کی سیاسی پناہ حاصل کرکے دنیاوی احتساب سے بچ نکلتے ہیں تو ہمیں بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ کل کو ہمیں سب سے بڑے حاکم اعلیٰ، منصف حقیقی، عادل اعظم کی عدالتِ عالیہ میں حاضر ہونا ہے۔ دو مسلمان بھائیوں کے درمیان مذہبی منافرت کو ہوا دے کر کشت وخون کروانے والے وعظ فروش، دین فروش ملّاں اگر دنیا کی چند روزہ زندگی کی بے ثباتی اور لافروی اور لامتناہی زندگی کی حقیقتوں سے باخبر ہو جائیں تو یہ مذہبی لیڈرے یقیناً قوم کا شیرازہ بکھیرنے سے باز آجائیں۔

دوسروں کی زندگی اور عزّت وناموس سے کھیل کر اپنی دولت کو بڑھانے والے قارون وشداد کی معنوی ورروحانی اولاد کے دل میں اگر یقین آخرت پختہ ہو جائے تو وہ بھی یقیناً اپنے اس غیرانسانی فعل سے باز آجائیں۔ دنیادی داد وتحسین حاصل کرنے کے شوقِ بد میں شعائر اسلامی اور اسلام کے آفاقی نظریات وقوانین کا مذاق اور تضحیک کرنیوالے یتیم فی العلم بزعم خود دانش ور اور مذہبی گمراہ نا اگر قبر وحشر کی ہولناکیوں کو پیش نظر رکھیں تو یقیناً ایسے ننگ انسانیت فعل سے باز آجائیں۔

وہ حکمران اور سیاست دان جو عوام کے جذبات واحساسات کا خون کرکے اقتدار حاصل کرتے ہیں اور پھر عوام سے کئے گئے وعدوں سے ایک دلفریب اور خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ منحرف ہو جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کا ایک قول ان کی سیاسی زندگی کی کایا پلٹ دینے کے لئے کافی ہے۔ صولت اسلامیہ کے اس مدبرِ اعظم نے فرمایا :-

" اگر دجلہ کے کنارے ایک کتا بھی بھوکا مرگیا تو مجھے روز حشر اس کا بھی حساب دینا پڑے گا۔ "

مجھے یقین ہے کہ اگر آج بھی ہم اپنی اپنی حیثیت اور اپنے اپنے مقام پر رہتے ہوئے اپنی چوبیس گھنٹے کی زندگی کا محاسبہ شروع کردیں تو وہ دن دور نہیں کہ جب ہمارے مسائل حل ہونا شروع ہو جائیں اور ہماری مشکلات ومصائب میں کمی واقع ہونی شروع ہو جائے کیونکہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے :

"عزت اللہ کے لئے ہے، اس کے رسولؐ کے لئے ہے اور مومنوں کے لئے ہے۔"

اس آفاقی فلسفے کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں دیکھنا ہے کہ ہم ایمان دار ہونے کا دعوے تو کرتے ہیں۔ لیکن ہماری عزت...... جس طرف نظر دوڑائیں، ذلّت وپستی، محکومی وغلامی مسلمانوں کا مقدر بن چکی ہے۔ ہر جگہ مسلمان ذلیل وزبوں حال ہیں۔ ایک بالشت کے برابر اسرائیل پورے عالم اسلام کو ناکوں چنے چبوا رہا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ہماری اپنے حقیقی مرکز یعنی اسلام سے عملی بے رُخی ہے۔ حدیث وتاریخ میں یہ واقعہ محفوظ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے

آقائے نامدار تاجدارِ رسالتؐ سے عرض کیا کہ حضورؐ! قیامت میں مسلمانوں کی کیا کیفیت ہوگی؟ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہت ذلیل و زبوں ہوں گے۔ عرض کیا گیا۔ کیا وہ تعداد میں تھوڑے سے ہوں گے؟ فرمایا۔ نہیں بہت ہوں گے۔ تو پھر اس ذلت کا سبب کیا ہوگا؟

آقائے کائناتؐ نے فرمایا: مسلمانوں کو "وھن" ہوجائے گا۔

صحابہؓ نے عرض کی کہ حضورؐ "وہن" کیا ہوتا ہے؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حُبُّ الدُّنْیَا وَکَرَاهِیَةُ الْمَوْتِ۔ یعنی دنیا سے محبت اور موت کی ناپسندیدگی (یعنی آخرت کا یقین کمزور پڑ جائے گا)۔

یوں ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے مرض کی نشاندہی اپنی الہامی زبان سے ہی فرما دی تھی۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ ہمیں "وہن" کا روحانی مرض لاحق ہو چکا ہے۔ اگر آج بھی ہم دنیا و آخرت کی کامیابیوں کی اوج ثریا تک پہنچنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس مرض "وھن" سے چھٹکارا پانے کی فکر کرنا ہوگی اور اس کا مجوزہ نسخہ کیمیا قرآن وحدیث کی رُو سے آخرت کے دن، حساب وکتاب، جزا وسزا پر آہنی اور غیر متزلزل یقین ہے۔

توجہ فرمائیں

• عالمی مجلس احرار اسلام کے شعبہ تبلیغ کے تحت دینی ادارے سرگرم ہیں • مرزائیت اور دیگر باطل فرقوں کیخلاف ہزاروں کی تعداد میں لٹریچر اندرون اور بیرون ملک تقسیم کیا جاتا ہے۔

• جامع مسجد احرار ربوہ اور جامع مسجد احرار ملتان زیر تعمیر ہیں • اہل ثروت حضرات رمضان المبارک میں اپنے عطیات اور زکوٰۃ صدقات اس اہم تبلیغی مشن پر صرف کرکے اللہ سے اجر پائیں۔

ترسیل زر کا پتہ

مدرسہ معمورہ دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

فون نمبر ۲۸۱۳۷، اکاؤنٹ نمبر ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان

# نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

**خادم کیتھلی**

سوئے طیبہ جو جاتی ہے وہ روشن رہ گذر دیکھوں
نبی کا آستاں منزل ہے جس کی وہ سفر دیکھوں

مرے مولا اسی اک آرزو کے ساتھ زندہ ہوں
کبھی شہرِ نبی کے جگمگاتے بام و در دیکھوں

نگاہِ شوق ہو اور اُس تجلّی گاہ کے منظر
مہ و خورشید گلیوں میں ستارے فرش پر دیکھوں

کبھی ماہ مبیں چمکے کبھی مہر مبیں ابھرے
مدینے کی شبِ انور، مدینے کی سحر دیکھوں

یہ موسم ہجر کا کب تک رہیگا دشت ہستی میں
بہارِ قرب کا موسم بھی یارب اک نظر دیکھوں

کہیں عکسِ رخِ روشن کہیں نور جمال اُن کا
ہزاروں آئنوں میں صنعتِ آئینہ گر دیکھوں

جہاں ذوقِ عقیدت کامراں ہوتا ہے وہ کوچے
جہاں بگڑی ہوئی تقدیر بنتی ہے وہ در دیکھوں

حدودِ گنبدِ خضریٰ میں گر میری رسائی ہو
بحدِ آرزو دیکھوں بتوفیقِ نظر دیکھوں

میں خادم جس دیارِ پاک کو اک بار دیکھ آؤں
اسے بار دگر، بار دگر، بار دگر دیکھوں

شاہین بھٹی
اسلام آباد

# مرزائی پاکستان کو پٹرول میں خود کفیل ہونے میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں

- اٹیمی توانائی کمیشن میں مرزائیوں کی ناجائز بھرتی
- وفاقی اور صوبائی محکموں میں موجود مرزائی افسروں کی فہرست

جب سے وطن عزیز پر پیپلز پارٹی کی سرکار جلوہ گر ہوئی ہے اس کے دبدبے کے اثر سے اور پہلے دم سادھ کر کونوں کھدروں سے باہر آنا شروع ہو گئے ہیں ان کی سلامتی اور بقاء پیپلز پارٹی کے اقتدار و سیادت سے مشروط ہے وہ قادیانی افسر جو "امیر کبیر" ہو کر بیرون ملک فرار ہو گئے تھے واپس آنے کے لیے رخت سفر باندھ رہے ہیں۔

ہیں ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے دیرینہ دوست ڈاکٹر شہزاد طارق قادیانی بھٹو صاحب کے دور میں آئل اینڈ گیس کارپوریشن کے ان داتا بنا دیئے گئے تھے۔ بھٹو صاحب کا اقتدار غروب ہوتے ہی رات کی تاریکی میں اپنا اسباب سمیٹ کر بیرون ملک بھاگ گئے تھے اب دوبارہ آئل اینڈ گیس کارپوریشن کے چیئرمین کا منصب سنبھالنے کے لیے بڑے بے قرار بیٹھے ہیں حالانکہ ان کے فرار ہونے کے بعد یہ ادارہ قادیانیوں کے تصرف میں ہی رہا۔

ذکاء الدین ملک (موجودہ چیئرمین) انہی کے آدمی تھے اور انہی کی ایماء پر لندن سے واپس طلب کئے گئے تھے ڈاکٹر شہزاد صادق کی عدم موجودگی میں ذکاء الدین ملک مرزا قادیانی ٹولہ کی ہدایت کے مطابق ہی اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے اور دے بھی رہے ہیں مگر پیپلز پارٹی ڈاکٹر شہزاد کی واپسی میں گہری دلچسپی لے رہی ہے۔ قادیانی ٹولہ ان کی واپسی کے لیے چشم براہ ہے۔

آئل اینڈ گیس کارپوریشن ایک ایسا ادارہ ہے جہاں قادیانی حضرات ایک مدت سے سرگرم عمل ہیں پٹرولیم کی وزارت میں آنے والے سیکرٹری اسی ٹولہ سے تعلق رکھتے ہیں تاکہ پاکستان تیل کی پیداوار میں خود کفیل ہونے کے قابل نہ ہو سکے۔ سابق وزیراعظم محمد خان جونیجو کے دور میں حاجی حنیف طیب جب وزارت پیٹرولیم کے وفاقی وزیر بنائے گئے تھے تو چند ماہ میں ہی انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ اس وزارت میں قادیانیوں کی جڑیں بہت گہری ہیں محترم حاجی صاحب نے جونیجو صاحب کی خدمت میں قادیانیوں کی ایک لمبی فہرست سامنے رکھتے ہوئے بڑی دردمندی سے عرض کیا تھا کہ جب تک یہ وزارت اور آئل اینڈ گیس کارپوریشن قادیانیوں کے تصرف سے آزاد نہیں ہوگی پاکستان تیل اور گیس کی پیداوار میں خاطر خواہ ترقی نہیں کر سکتا مگر جونیجو صاحب نے حاجی صاحب سے یہ کہہ کر معذرت کر لی تھی کہ ملک کے کئی دوسرے اداروں میں یہ لوگ بڑے بڑے مناصب پر فائز ہیں اس لیے ان کو نکال باہر کرنے سے حکومت کے لیے بڑی پریشانیاں ہو سکتی ہیں۔

حال ہی میں سابق وفاقی محتسب جسٹس سردار اقبال کے برادر نسبتی طارق حمید خان کو، جو سادرن گیس کمپنی کے منیجنگ ڈائریکٹر تھے، پیٹرولیم کی وزارت کا سیکرٹری مقرر کیا گیا ہے۔ طارق حمید خان کٹر قادیانی ہے اور اس کا تعلق مرزائی خاندان سے ہے یہ بات قابل ذکر

ہے کہ وزیراعظم کے مشیر کرنل نصیر اللہ بابر کا تعلق بھی اسی خاندان سے ہے بتایا جاتا ہے کہ کرنل نصیر اللہ بابر کی خواہش پر وزیراعظم نے ایک ایسے شخص کو جو سی ایس پی افسر نہیں ہے یک لخت پٹرولیم کی وزارت کا سیکریٹری مقرر کیا۔ اس سلسلے میں ایک اور کہانی بھی اسلام آباد کے سرکاری حلقوں میں گردش کر رہی ہے کہ وفاقی وزیر تعمیرات جناب جہانگیر بدر، ہمایوں فیض رسول جو نیشنل ہاؤسنگ اتھارٹی کے ڈائریکٹر جنرل ہیں کو سیکریٹری پٹرولیم بنانا چاہتے تھے۔ ہمایوں فیض رسول، ایف کے بنڈیال کے برادر نسبتی ہیں ان کی بطور سیکریٹری تقرری کے لیے جہانگیر بدر نے وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو سے احکامات بھی حاصل کر لئے تھے کہ اسی اثناء میں کرنل نصیر اللہ بابر، طارق حمید خان کے احکامات بھی لے گئے جناب جہانگیر بدر کو جب یہ اچانک اطلاع ملی کہ کرنل صاحب انہیں اوور ٹیک کر گئے ہیں تو فرطِ غضب سے ان کی حالت دیدنی تھی۔ مشیر اور وزیر ایک دوسرے کے مدِ مقابل آ گئے ہیں۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس تصادم کا نتیجہ کیا برآمد ہو۔ تاہم یہ بات طے ہے کہ سر دست وزارتِ پیٹرولیم اور قدرتی وسائل میں قادیانی لوٹنے کا پلڑا بھاری ہے ان کے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ تیل کی پیداوار کم سے کم ہو اور قومی سرمایہ پانی کی طرح بہایا جاتے تاکہ پاکستان بین الاقوامی مالیاتی اداروں سے کبھی ان قرضوں سے کبھی سبکدوش نہ ہو سکے۔ زکا الدین ملک اسی کام پر مامور ہیں۔ انہوں نے بے شمار ایسے کنوؤں کی کھدائی جہاں کا پوٹینشل کمزور تھا کا سامنا کرنا پڑا یہ اس قدر بااثر ٹولہ ہے کہ ان کے سامنے وزراء اور سربراہ حکومت بھی بے بس ہو کر رہ جاتے ہیں۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

قبل ازیں، چٹان نے اپنے متعدد مضامین میں اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ قادیانی ایٹمی توانائی کمیشن ایسے ادارے میں بھی اپنا تسلط قائم کر چکے ہیں ڈاکٹر عبدالسلام کے بھائی سمیت کوئی ۲۸ کے قریب قادیانی نہایت اہم عہدوں پر کام کر رہے ہیں کمیشن کے سربراہ منیر احمد خان، ڈاکٹر عبدالسلام کے طلسم میں گرفتار ہیں اسی لئے ان کے زیر اثر اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں چٹان کے [illegible] ذرائع کے مطابق کلدیپ نیر کا پاکستان آنا اور بعد میں مشاہد حسین کا ڈاکٹر اے کیو خان کی اقامت گاہ تک رسائی حاصل کرنا، نام نہاد انٹرویو کی بین الاقوامی سطح پر نشر و اشاعت اور اس شر انگیز مہم کے نتیجہ میں امریکی امداد کی معطلی کی سازش، ان تمام منصوبوں کے عقب میں منیر احمد خان کے رول کو کسی طور نظر انداز نہیں کیا جا سکتا یہ بات پولیس کے ذریعے عام ہو چکی ہے کہ منیر احمد خان نے اپنے سینئر سٹاف کو ہدایت کر دی ہے کہ ڈاکٹر اے کیو خان کو کسی قسم کی معلومات مہیا نہ کی جائیں منیر احمد خان کی عمر مئی ۱۹۸۹ء میں ۶۳ سال ہو جائے گی جبکہ ریٹائرمنٹ کی عمر ۶۰ سال مقرر کی گئی ہے۔ ان کی مدتِ ملازمت میں توسیع بھی مشہور قادیانی ڈاکٹر عبدالسلام کی سفارش پر ہوئی تھی اس سال مئی میں ان کی توسیع شدہ مدت بھی ختم ہو جائے گی۔ مگر منیر احمد خان کو مزید ۳ سال کی توسیع دی جا رہی ہے۔ پی اے آر سی کے چیئرمین ڈاکٹر امیر احمد کے قادیانی ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہا۔ موصوف اپنے بعض ہم خیال اخبار نویسوں سے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے انہیں آج تک اس بات کا قلق ہے کہ کہوٹہ ریسرچ لیبارٹریز کو ان کی تحویل میں کیوں نہیں دیا گیا نجی محفلوں میں وہ بلا تامل ان خیالات کا اظہار کرتے ہیں کہ ڈاکٹر اے کیو خان تو فلزات کے ایکسپرٹ ہیں۔ جوہری توانائی کی سائنس سے ان کا کیا تعلق ہے جوہری توانائی میں اپنی ڈاکٹریٹ کی ڈگری کا بڑے فخر سے چرچا کرتے ہیں کہ ڈاکٹر اے کیو خان نے بھٹو صاحب کو ایٹم بم بنانے کا سبز باغ دکھایا مگر اس شعبہ میں ان کی کارکردگی حوصلہ شکن ہے ڈاکٹر اے کیو خان کے خلاف اپنے کینے کا اظہار وہ برملا نجی محفلوں میں کرتے رہیں حالانکہ وہ گزشتہ

۲۲ سال سے زرعی ترقیاتی کونسل کے چیئرمین چلے آ رہے ہیں مگر کس شعبہ میں کون سا تیر مارا ہے؟ قوم کو ان کی کسی نمایاں کارکردگی کا آج تک علم نہیں ہو سکا انہوں نے پی اے آر سی میں اس امر کا خاص خیال رکھا ہے کہ کسی مسلمان کو ممبر نہیں بننے دیا تاکہ [illegible] بہتی گنگا سے خوب ہاتھ دھو سکیں جب کہ پاکستان کے نامور ایٹمی سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی خدمات کا اعتراف ہر باشعور شہری کرتا ہے سرکاری سطح پر یہ اعزاز آج تک کسی کو حاصل نہیں ہو سکا کہ کسی ادارے کو کسی زندہ شخص سے منسوب کر دیا جائے جنرل ضیاء الحق مرحوم نے کہوٹہ ریسرچ لیبارٹریز کو ان کے نام سے منسوب کیا ہے اور یہ وہ عظیم شخصیت ہے جس سے پورا بھارت لرزہ براندام ہے، وائٹ ہاؤس میں اس نام سے تھرتھلی مچ جاتی ہے اسرائیل کہوٹہ سنٹر کی تباہی کے لیے کئی بار منصوبے بنا چکا ہے۔ آج بھارت نے اگر پاکستان کے ساتھ ایٹمی تنصیبات پر حملہ نہ کرنے کا معاہدہ کیا ہے تو درحقیقت اس کا تمام کریڈٹ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو جاتا ہے آج اگر ہندو پر کسی کی دہشت طاری ہے تو ڈاکٹر عبدالقدیر خان ہی ہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہود اور ہنود کی طرح ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے سب سے بڑے دشمن قادیانی ہیں پیپلز پارٹی کو کم از کم اس پہلو پر ضرور غور کرنا چاہیے کہ اس پارٹی کے بانی جناب بھٹو ہی ڈاکٹر صاحب کو ہالینڈ سے یہاں لاتے تھے اور یہ عظیم منصوبہ ان کی تحویل میں دے دیا تھا ڈاکٹر صاحب نے نہایت قلیل عرصے میں پاکستان کو [illegible] زندگی کے [illegible] میں مہارت [illegible] ثابت کر دی۔

جوہری توانائی کے ماہرین کے لیے یہ اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ ایک دنیا انگشت بدنداں ہو کر رہ گئی ہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام ۲۲ سال تک سائنسی مشیر رہے صدر ایوب سے لے کر بھٹو صاحب کے ادوار تک وہ سیاہ و سفید کے مالک رہے انہوں نے اپنے دور میں اس امر کا خاص خیال رکھا کہ کسی جوہر قابل کو جوہری توانائی کے اداروں کے قریب پھٹکنے نہ پاتے بلکہ چن چن کر انہیں نکال باہر کیا اور اپنے زیر اثر سیاست دانوں کو کام ڈائریکٹ کیا۔ یہ حقیقت بھی اب طشت ازبام ہو چکی ہے کہ انہیں نوبل انعام کسی اہلیت کی بنیاد پر نہیں بلکہ سیاسی بنیاد پر دیا گیا ہے آئن سٹائن کی صد سالہ برسی کے موقع پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس مرتبہ سائنس پر نوبل پرائز اسلامی ملک میں جانا چاہیے چنانچہ قرعہ فال ڈاکٹر عبدالسلام کے نام نکلا۔ یہودیوں کا خیال تھا کہ ڈاکٹر سلام نوبل انعام پا کر پاکستان میں عزت و توقیر حاصل کریں گے اور وہ اپنے اس گماشتہ کی وساطت سے پاکستان کے جوہری اداروں پر اپنی گرفت مضبوط رکھ سکیں گے پاکستان کی یہ خوش قسمتی ہے کہ اہل یہود کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔ وہ پہلے سے زیادہ سرگرم ہو گئے ہیں جنرل ضیاء نے اگرچہ انہیں ناصرہ پرے رکھا۔ قادیانیوں کی حاکمیت اور لابنگ کا یہ عالم تھا کہ جب چٹان نے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کا پہلا ہلچل خیز انٹرویو شائع کیا تو جنرل ضیاء پر ان کا دباؤ بڑھ گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے انٹرویو میں کہا تھا کہ ڈاکٹر سلام کو اہلیت کی بجائے سیاسی بنیاد پر نوبل انعام دیا گیا۔ اس انٹرویو کے شائع ہوتے ہی جنرل ضیاء نے ٹیلیفون پر ڈاکٹر صاحب کو ہدایت کی کہ وہ اس کی تردید کریں ڈاکٹر صاحب جنرل ضیاء کی ہدایت پر خاصے جزبز ہوتے مگر انہیں ہر کارا انہیں صدر کی بات ماننا پڑی چنانچہ انہوں نے چٹان کے نام ایک مکتوب میں بڑے ہی محتاط انداز میں اور بڑے سلیقہ اور خوش اسلوبی سے تردید کی کہ پڑھنے والوں نے واضح طور پر محسوس کیا کہ ڈاکٹر صاحب بہ اکراہ تردید پر آمادہ ہوتے ہیں یہ تردید ایسی تھی کہ اس سے ان کے انٹرویو کے مذکورہ حصہ کی تائید ہو رہی تھی۔

اگرچہ جنرل ضیاء نے اپنے پورے دور حکومت میں کہوٹہ سنٹر کے لیے بجٹ پر کوئی بندش نہیں لگائی اور انہیں کام کی آزادی تھی مگر قادیانی ان پر کسی نہ کسی انداز میں اثر انداز ہوتے رہے قادیانیوں نے انہیں کھلے عام دھمکی دی کہ بھٹو نے ہمارے خلاف

دستور میں ترمیم کر کے اپنی راہ میں کانٹے بو سکے تھے ان کی یہ دھمکی ملکی اخبارات میں شائع ہوئی کہ جنرل ضیاء کو بھٹو کے انجام سے سبق حاصل کرنا چاہیئے جنرل ضیاء کو کہا گیا کہ اگر اس نے قادیانیوں کے خلاف اقدامات جاری رکھے تو ان کا انجام بھی مسٹر بھٹو سے مختلف نہ ہوگا۔

۵ فروری کو جنرل مرزا اسلم بیگ نے نیشنل ڈیفنس کالج میں نیشنل ڈیفنس اور آرمڈ فورسز جنگی کورسوں کے شرکاء کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے ایک انتہائی نشاط انگیز انکشاف کیا ہے کہ پاکستان نے زمین سے زمین پر مار کرنے والے دور مار میزائلوں کو چلا کر کامیاب تجربہ کیا ہے۔ ان میزائلوں میں سے ہر ایک کی رینج اسی کلومیٹر اور تین سو کلومیٹر ہے جناب بیگ نے قوم کو نوید سنائی کہ یہ میزائل ۵ سو کلوگرام سے زائد لے جانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ نیز ان میں رہنمائی کا نظام بھی شامل ہے یہ اس سال کی سب سے بڑی خبر ہے جس سے پاکستان کو بجا طور پر فخر محسوس کرنا چاہیئے چٹان کی اطلاع کے مطابق اس پر گذشتہ دسمبر میں کامیاب تجربہ ہو گیا تھا مگر جنرل ضیاء بعض وجوہ کی بنا پر اسے منظر عام پر لانا نہیں چاہتے تھے۔ وہ کسی موزوں وقت اور ماحول کے منتظر تھے لیکن اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ یہ کار عظیم بھی پاکستان کے مایہ ناز ایٹمی سائنسدان جناب اے کیو خان نے سرانجام دیا ہے چٹان کے ذرائع کے مطابق جی ایچ کیو نے دو تین سال پہلے یہ ٹاسک جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے سپرد کیا تھا جسے انہوں نے اپنی شبانہ روز محنت لگن اور انہماک سے کامیابی کی منزل تک پہنچایا ہے محترمہ بے نظیر نے اس کارنامے کو اپنے ڈیڈی کے ساتھ منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کے والد نے ۱۹۷۴ء میں خواب دیکھا تھا۔ وہ اب شرمندہ تعبیر ہوا ہے ان کے اس دعوے کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ ۱۹۷۴ء کی بجائے ۱۹۸۵ء میں یہ منصوبہ ڈیزائن ہوا تھا اور جس کی تکمیل گذشتہ دسمبر میں کامیاب تجربے سے ہوئی اس سلسلے میں بعض ایسے حقائق اور واقعات ہیں جن کو اس وقت بے نقاب کرنا مناسب نہیں لگتا۔ لیکن اس امر میں کوئی ابہام نہیں کہ میزائلوں کی تیاری کا کریڈٹ ڈاکٹر اے کیو خان کو جاتا ہے۔

قادیانی حضرات ڈاکٹر اے کیو خان کے خلاف پوری دنیا میں شر انگیز تشہیری مہم چلا رہے ہیں کیونکہ ان کی راہ میں یہی شخص حائل ہے محترمہ بے نظیر کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آخر بھٹو صاحب کو بھی اس حقیقت کا اچھی طرح ادراک ہو گیا تھا کہ قادیانی پاکستان کو کسی قیمت پر ایٹمی طاقت بنتے نہیں دیکھ سکتے بھٹو صاحب اگرچہ شروع میں قادیانی مسئلہ کو محض ملاؤں کی جنگ سمجھتے تھے مگر اپنے اقتدار کے آخری ایام میں ان پر یہ تلخ حقیقت آشکار ہو گئی تھی کہ قادیانی لابی ان کے اقتدار کا گھیرا تنگ کر رہی ہے۔ اس لیے محترمہ وزیر اعظم کو ان کی سرگرمیوں سے باخبر رہنا چاہیئے جو کہ مسٹر بھٹو اور جنرل ضیاء کے لیے خطرناک ثابت ہوا، وہ بے نظیر کے لیے بھی مہلک ثابت ہو سکتا ہے یہ امر نہایت قابل توجہ ہے کہ پیپلز پارٹی کے برسر اقتدار آنے پر قادیانی برادری نہایت مسرور ہے۔ انہیں معلوم ہے ..... کہ پی پی پی سوشلزم کو سیاست پر یقین رکھتی ہے اور مذہب کو نجی معاملہ قرار دیتی ہے اس لیے وہ اس دور کو اپنی بقا اور فروغ کا وسیلہ سمجھ کر شادمانی محسوس کر رہی ہے یہ ٹولہ اب کلیدی عہدوں تک رسائی حاصل کر چکا ہے اور اپنے حامیوں کو اقتدار کی لذت سے ہمکنار کرنا چاہتا ہے۔ میں یہ بات تفریح طبع کے لیے نہیں لکھ رہا ہوں بلکہ اہل پاکستان کے علم میں یہ تلخ حقائق لا رہا ہوں یہ حقائق اس قدر ہولناک ہیں کہ وطن کی محبت سے سرشار لوگوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ پاکستان کے حساس اور اہم شعبوں پر قادیانیوں کا تسلط بڑھ رہا ہے دفاعی اداروں میں ان کی تعداد خوفناک حد تک پہنچ رہی ہے۔ جنرل ضیاء کی ناگہانی رحلت کے بعد دفاعی اداروں کے کئی سربراہ قادیانی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں مقام فکر ہے کہ ہماری ڈیفنس فورسز کے سربراہ اگر غیر مسلموں کے دائرہ اختیار میں آ گئے

تو ہمارا مستقبل کس انجام سے دوچار ہوگا ؟ ۔

"چٹان" نے اپنے ذرائع سے جو اعداد و شمار جمع کئے ہیں اہل وطن کے لیے الارم کی حیثیت رکھتے ہیں میں نے اپنی تحقیق و تجسس کے بعد ۲۳ آدمیوں کی ایک ایسی فہرست مرتب کی ہے جسے دیکھ کر دل لرز لرز جاتا ہے اس مضمون میں یہ فہرست اطلاع عام کے لیے شائع کی جا رہی ہے ۔ قارئین سے چٹان کی استدعا ہے کہ وہ اس سلسلے میں تعاون کریں اور ان لوگوں کے کوائف سے آگاہ کریں ۔ جو کلیدی مناصب پر فائز ہیں ۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے دیرینہ کرم فرما اس فریضہ کی انجام دہی میں چٹان سے تعاون کریں گے ۔

دفاعی اداروں میں قادیانی افسروں کی تعداد اگرچہ تشویشناک ہے مگر اس میں اچنبھے کی کوئی بات نہیں قیام پاکستان سے پہلے فوجی اداروں میں مسلمان افسروں کی تعداد کوئی زیادہ نہیں تھی ۔ سرکار انگلشیہ تمام عواقب و نتائج دیکھ کر کسی مسلمان کو اعلیٰ عہدے پر فائز کرتی تھی ۔ مگر قادیانیوں کے لیے برطانوی سرکار کی جود و سخا کا دامن کشادہ ہی رہا وجہ ظاہر ہے کہ انگریز نے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے جماعت احمدیہ کو قادیان میں قائم کیا تھا اس وقت برصغیر میں کوئی ۲۰۰ فوج کے ایسے افسر تھے ، جو قادیانی برادری سے تعلق رکھتے تھے ۔ ۱۹۸۵ء میں حکومت پنجاب نے "پارٹیشن آف پنجاب" نامی کتاب میں ان افسروں کی فہرست شائع کی یہ فہرست اس میمورنڈم میں شامل کی گئی جو حد بندی کمیشن کے سامنے پیش کیا گیا تھا ۔ حد بندی کمیشن میں کانگرس ، مسلم لیگ اور سکھوں کو علاحدہ علاحدہ میمورنڈم پیش کرنے کی اجازت دی گئی تھی جس کی بنیاد پر دو ملکوں یعنی پاکستان اور بھارت کے درمیان حد بندی کا تعین کیا گیا تھا ۔ بانی پاکستان نے ممتاز احمد دولتانہ ، سردار شوکت حیات کو میمورنڈم تیار کرنے پر مامور کیا تھا مگر انہوں نے سر ظفر اللہ خان (سابق وزیر خارجہ) کو یہ میمورنڈم تیار کرنے کی ہدایت کی چوہدری ظفر اللہ خان نے حد بندی کمیشن میں اپنی جماعت (جماعت احمدیہ) کی طرف سے الگ میمورنڈم پیش کیا تھا جس میں انہوں نے قادیان ضلع گورداسپور میں قادیانیوں کی اکثریت ثابت کرنے کی کوشش کی تھی ۔ اس میمورنڈم میں کہا گیا تھا کہ تحریک احمدیت کے بانی کی وصیت کے مطابق جماعت احمدیہ کا ہیڈ کوارٹر ہمیشہ کے لیے قادیان (تحصیل بٹالہ ، ضلع گورداسپور) رہے گا ۔ لہٰذا ہمارے لیے ممکن نہیں ہے کہ ہم ہیڈ کوارٹر کو کسی دوسری جگہ منتقل کر سکیں ۔ دوسری بات یہ کہی گئی کہ تحریک احمدیہ کے بانی کی تدفین قادیان میں کی گئی بعض وجوہ کی بنا پر جس کا ذکر کمیشن کے روبرو مناسب نہیں جماعتِ احمدیہ کے ممتاز اراکین کے جسم تدفین کے لیے قادیان میں ہی لائے جا رہے ہیں ان وجوہ کی بنا پر یہ ناممکن ہے کہ جماعت احمدیہ اپنا ہیڈ کوارٹر تبدیل کر سکے ۔

اس میمورنڈم پر جسے حد بندی کمیشن میں پیش کیا گیا تھا ۔ مندرجہ ذیل قادیانی رہنماؤں کے دستخط موجود ہیں

۱۔ مرزا بشیر احمد ۔ چیف سیکرٹری جماعت احمدیہ ، قادیان ۔

۲۔ اے آر درد (ایم اے) سیکرٹری تعلیم جماعت احمدیہ ، قادیان ۔

۳۔ مرزا عزیز احمد ۔ سیکرٹری مشن سیکرٹری تعلیم قادیان ۔

۴۔ زین العابدین ولی اللہ شاہ ، ایم اے (علیگ) سیکرٹری ہوم ، جماعت احمدیہ

۵۔ عبدالباری بی اے آنرز ۔ سیکرٹری خزانہ ، جماعت احمدیہ قادیان ۔

۶۔ ایم عبداللہ ۔ سیکرٹری گیسٹ ۔ جماعت احمدیہ قادیان ۔

۷۔ شیر علی (بی اے) سیکرٹری نشر و اشاعت جماعت احمدیہ ، قادیان ۔

۸۔ ایف محمد سیال (ایم اے) جائنٹ سیکرٹری برائے مشن ، جماعت احمدیہ قادیان ۔

اس میمورنڈم کے آخر میں کنگز کمیشن حاصل کرنے والے فوجی افسروں کی فہرست دی گئی ہے جسے ذیل میں دیا جا رہا ہے ۔

# وفاقی اور صوبائی محکموں میں براجمان گریڈ ۱۸ سے اوپر کے مرزائی افسران

۱۔ سید سہیل احمد:۔ ڈائریکٹر جنرل شماریات

۲۔ کے یو فاروقی۔ سیکرٹری اسٹیبلشمنٹ

۳۔ کے زیڈ فاروقی:۔ ڈائریکٹر جنرل سول سروسز اکیڈمی

۴۔ مجید اختر:۔ جوائنٹ سیکرٹری اکنامک آفیئرز ڈویژن

۵۔ محمد سردار خان:۔ ایڈیشنل سیکرٹری وفاقی محتسب اعلیٰ سیکرٹریٹ

۶۔ بشیر احمد:۔ سیکرٹری پلاننگ ڈویژن۔ مانسہرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

۷۔ مسز شیخ حفیظ الرحمٰن:۔ ڈائریکٹر سول ایوی ایشن

۸۔ لیفٹیننٹ کرنل مبارک احمد:۔ ڈائریکٹر اکاؤنٹس سی ڈی اے

۹۔ منظفر احمد:۔ ایڈیشنل سیکرٹری فنانس۔

۱۰۔ ڈاکٹر امیر احمد:۔ چیئرمین پاکستان زرعی تحقیقی کونسل۔ موصوف نے آج تک کسی مسلمان کو ممبر فنانس نہیں رکھا

۱۱۔ محمد امجد ورک جوائنٹ سیکرٹری فنانس

۱۲۔ کنور ادریس ڈپٹی چیف سیکرٹری سندھ۔ حال ہی میں ان کی خدمات مرکز کے سپرد کی گئی ہیں۔

۱۳۔ کرنل بشیر شہزادہ آرمی میڈیکل کالج میں کسی اہم عہدہ پر فائز ہیں۔

۱۴۔ منظور رشید لطیف:۔ محکمہ زراعت میں ڈائریکٹر ہیں۔

۱۵۔ چوہدری نور احمد:۔ چیف ایگریکلچرل اکنامسٹ محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ پنجاب

۱۶۔ تیمور احمد چغتائی:۔ ڈائریکٹر پنجاب سیڈ کارپوریشن

۱۷۔ بریگیڈیئر منظور ملک ڈائریکٹر جنرل ایل ڈی اے

۱۸۔ شمیم احمد:۔ ایڈیشنل سیکرٹری لا کارپوریٹ اتھارٹی

۱۹۔ عبدالرشید شاہ:۔ چیئرمین سروسز ٹریبونل (حال ہی میں ریٹائر ہوئے ہیں)

۲۰۔ میجر جنرل عبداللہ سعید:۔ آج کل کسی ملک میں سفیر ہیں (پہلے گھانا میں سفیر تھے۔)

۲۱۔ بشیر الدین احمد:۔ ڈائریکٹر پاپولیشن پلاننگ

۲۲۔ بشیر احمد:۔ چیئرمین پاکستان انڈسٹریل ڈویلپمنٹ بنک (پہلے پٹرولیم کے سیکرٹری تھے)

۲۳۔ کامران مسعود:۔ ڈپٹی نیشنل ایڈوائزر (وزارت اطلاعات ونشریات)

۲۴۔ ایس کے رحمانی:۔ ڈائریکٹر فنانس شپنگ کارپوریشن

۲۵۔ ڈاکٹر آفتاب احمد:۔ ایڈیشنل سیکرٹری

۲۶۔ بشیر احمد بھٹی:۔ ایڈیشنل سیکرٹری/ڈائریکٹر ایڈمنسٹریشن پاکستان اٹامک انرجی کمیشن۔ ایٹمی توانائی کمیشن میں کل ۲۵ کے قریب قادیانی اہم عہدوں پر فائز ہیں۔ جن میں ڈاکٹر عبدالسلام کا بھائی بھی شامل ہے۔

۲۷۔ ذکاء الدین ملک چیئرمین آئل اینڈ گیس کارپوریشن۔ یاد رہے کہ چٹان ان کے بارے میں بڑی تفصیل کے ساتھ لکھ چکا ہے۔ موصوف نے چٹان پر مقدمہ دائر کرنے کی دھمکی بھی دی تھی۔ مگر بعد میں ان پر سناٹا طاری ہو گیا۔ انہیں ڈاکٹر شہزاد صادق (سابق چیئرمین آئل اینڈ گیس کارپوریشن) کو ڈاکٹر عبدالسلام کی

سفارش پر بھٹو صاحب نے او جی ڈی سی کا چیئرمین مقرر کیا تھا۔ انہوں نے اپنے دور میں ذکار الدین کو بیرون ملک سے واپس بلایا تھا حالانکہ یہ اپنے آپ کو ذہنی مریض قرار دے کر ملک سے باہر چلے گئے تھے ڈاکٹر شہزاد نے انہیں ۹ اگریڈ دے کر دوبارہ او جی ڈی سی میں ڈائریکٹر مقرر کیا تھا۔ جب انہوں نے اس ادارہ کو چھوڑا تھا، اس وقت وہ گریڈ سترہ کے ملازم تھے۔ ملک صاحب نے بے شمار قادیانیوں کو اپنے دور میں ملازمتیں بہم پہنچائی ہیں اور پہنچا رہے ہیں۔

۲۸۔ منیر احمد:۔ ڈائریکٹر جنرل گیس وزارت پیٹرولیم و قدرتی وسائل

۲۹۔ شاہد احمد:۔ ڈائریکٹر جنرل پیٹرولیم کنسیشن۔ وزارت پیٹرولیم و قدرتی وسائل۔ (سابق سیکرٹری پیٹرولیم و قدرتی وسائل)

۳۰۔ میاں ممتاز حمید اللہ:۔ ایڈیشنل سیکرٹری۔ وزارت تجارت

۳۱۔ بریگیڈیئر ڈاکٹر نسیم احمد:۔ سی، ایم۔ ایچ۔ آئی۔ اسپیشلسٹ

۳۲۔ منصور الحق:۔ ڈائریکٹر جنرل بیورو آف امیگریشن۔ وزارت محنت و افرادی قوت۔ آپ ٹی اینڈ ٹی کے ڈائریکٹر جنرل رہ چکے ہیں۔ موصوف سیتور الحق کے سگے بھائی ہیں۔

۳۳۔ بیگم اظہار الحق:۔ اظہار الحق سیکرٹری اقتصادی امور ڈویژن۔ آپ سیکرٹری پیٹرولیم و قدرتی وسائل اور خزانہ کے سیکرٹری رہ چکے ہیں۔ اگرچہ موصوف کی بیگم قادیانی ہیں مگر ان کے سرتاج یعنی سیکرٹری صاحب انہی کے زیر اثر ہیں۔ جناب اظہار الحق صاحب نے ہی شاہد احمد کو ڈائریکٹر جنرل (پیٹرولیم کنسیشن) کے عہدے پر ترقی دلائی تھی۔ منیر احمد بھی انہی کی "مساعی جمیلہ" سے ڈی جی (گیس) کے منصب پر متمکن ہوئے ہیں۔

۳۴۔ نسیم احمد:۔ سابق سیکرٹری اطلاعات (عہدِ بھٹو میں) پہلے انگلستان میں سفیر بنا کے جا رہے تھے مگر اب انہیں اقوام متحدہ میں نمائندہ بنا کر بھیجا جا رہا ہے۔

بشکریہ ہفت روزہ چٹان لاہور


جہانیاں میں نقیب ختم نبوت کا تازہ شمارہ محمد اسمٰعیل ارشاد جامع رحمانیہ سے حاصل کریں۔

رحیم یار خان میں نقیب ختم نبوت، الاحرار اور ردِ مرزائیت پر دیگر لٹریچر تنویر حسین کمبوہ مدرسہ عربیہ دارالعلوم فاروقیہ سے طلب فرمائیں۔ فون: 4915

ہارون الرشید

# "شیطانی ہفوات" کے بارے میں چونکا دینے والے انکشافات

## .. سلمان رشدی کون ہے

## شیطانی کتاب کیوں لکھی اور کیسے شائع کی گئی

**کتاب کا نام مشرکین مکہ کی گھڑی ہوئی ایک روایت سے ماخوذ ہے۔**

اسلام آباد کے مظاہرے کے بعد جس میں ۶ افراد شہید اور درجنوں زخمی ہوگئے "شیطانی ہفوات" نامی کتاب ملک میں بحث و مباحثے کا سب سے بڑا موضوع ہے۔ اپوزیشن کا الزام یہ ہے کہ بے نظیر حکومت اس معاملے کی اہمیت کو سمجھنے میں ناکام رہی ہے اور اسے مسلمانوں کے جذبات سے زیادہ امریکیوں کی پرواہ ہے جو اپنے مفادات کے لئے پاکستان کو ایک طفیلی ملک بنائے رکھنا چاہتے ہیں۔ ادھر وزیر اعظم اور ان کے رفقاء کہتے ہیں کہ اس تحریک کے مقاصد سیاسی ہیں اور اس کی قیادت کرنے والے اپوزیشن لیڈر جمہوری حکومت کے خلاف سازش کر رہے ہیں جس سے ان کے مفادات خطرے میں ہیں اور جو ان کی چودھراہٹ قبول نہیں کر سکتی۔ پیپلز پارٹی کی حکومت نے اسلامی حمیت کے جذبے سے سرشار مسلمانوں کے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اس کتاب کے خلاف تیزی سے اقدامات کئے ہیں جس میں خدا کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، ازواج مطہرات، اصحاب رسول اور اسلامی تعلیمات کا تمسخر اڑایا گیا ہے۔ جمعہ ۱۷ فروری کے مظاہرے اندازوں کے مطابق بھرپور اور غیر معمولی نہیں تھے۔ اگرچہ ملک بھر میں لوگ سڑکوں پر نکلے اور تقریباً سو فیصد مساجد میں اس کتاب کی مذمت کی گئی۔ بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رائے عامہ حکومتی اقدامات کا وزن محسوس کر رہی ہے لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ تحریک بنیادی مطالبات کے سلسلے میں کسی اہم کامیابی کے بغیر ختم ہو جائے گی کیونکہ کروڑوں مسلمانوں کے دینی جذبات مجروح ہیں۔

مشہور عالم برطانوی اشاعتی ادارے پینگوئن کی ذیلی تنظیم وائی کنگ نے ۵۴۷ صفحات کی یہ کتاب اکتوبر ۱۹۸۸ء میں شائع کی۔ البتہ اس کی تشہیر بہت پہلے سے جاری تھی کہ بڑے کاروباری ادارے دوسری مصنوعات کی طرح اہم کتابوں کی تشہیر کے لئے طرح طرح کے مؤثر طریقے استعمال کرتے ہیں۔ اس پر برطانوی مسلمانوں میں اضطراب تو ضرور تھا لیکن وہ اسے نظر انداز کرنے کا ارادہ رکھتے تھے جس طرح دوسری قابل اعتراض کتابوں کے سلسلے میں روزگار کے لئے مغرب جانے والے مسلمانوں کا رویہ ہے' یہ بات کسی کے سان گمان میں بھی نہ تھی کہ اس کتاب میں ایسا مواد ہو گا جو ان کی دینی حمیت کے لئے ایک چیلنج بن جائے گا۔ برطانیہ میں اس تحریک میں مرکزی کردار ادا کرنے والے ہفتہ وار جریدے امپیکٹ کے مدیر ایم ایچ فاروقی کے مطابق جب پہلی بار کسی نے ٹیلی فون پر ان سے رابطہ کرکے سوال کیا کہ وہ اس کتاب کے بارے میں کیا کرنے والے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ "کچھ بھی نہیں۔" وہ اس کتاب پر رائے دینے کے لئے تبصرے کی کاپی کا انتظار کر رہے تھے' جب انہیں معلوم ہوا کہ اس کے صفحات میں کیسی غلاظت بھری ہے برطانیہ میں اس امر کا احساس پھیلتے ہی ایک کمیٹی بنائی گئی جس نے احتجاج منظم کرنے کا آغاز کر دیا۔

برطانیہ کے بعد سب سے پہلا ردعمل بھارتی مسلمانوں نے ظاہر کیا کہ مصنف بھارت میں پیدا ہوا اور کتاب کے بعض مرکزی کردار بمبئی شہر سے متعلق دکھائے گئے ہیں۔ پھر بھارت کے مسلمان رکن پارلیمینٹ شہاب الدین اور ان کے ساتھیوں نے وزیر اعظم راجیو گاندھی سے ملاقات کرکے انہیں بھارتی مسلمانوں کے جذبات سے آگاہ کیا۔ نئی دہلی سے شائع ہونے والے مسلمانوں کے ترجمان ہفت روزہ نئی دنیا نے مسلمانوں کے احتجاج کو زبان دی۔ اگرچہ مغرب نواز

بھارتی پریس کتاب کا دفاع کر رہا تھا لیکن راجیو گاندھی نے جو اس سال کے آخر میں انتخابات کا سامنا کرنے والے ہیں' ۱۰ کروڑ مسلمان ووٹروں کے جذبات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کتاب پر پابندی عائد کر دی۔ لندن میں سلمان رشدی نے اس پر احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ راجیو ووٹوں کی خاطر مسلمان انتہا پسندوں کے سامنے جھک گئے ہیں۔ انہوں نے کہا بھارت کو فیصلہ کرنا ہے کہ کیا اسے روشن خیالی کے ساتھ زندہ رہنا ہے یا تاریکی کی قوتوں کے سامنے سپر انداز ہو جانا ہے۔

برطانیہ میں مسلمان اپنی تحریک جاری رکھے ہوئے تھے۔ یہ غالباً پہلا موقع تھا کہ برطانوی مسلمانوں کی اہم دینی اور سماجی تنظیموں میں احتجاج کرنے کے لئے اتفاق رائے پیدا ہوا۔ انہوں نے جلوس نکالے اور کتاب کی کاپیاں جلائیں جو لبرل ازم کے علمبرداراس ملک میں پہلا اپنی نوعیت کا منفرد واقعہ تھا۔ دینی حمیت کے تصور سے نا آشنا طاقتور مغربی اخبارات نے اس پر منفی ردعمل ظاہر کیا۔ اگرچہ بعض ممتاز ادبی نقادوں نے کتاب کی مذمت کی جس میں ان کے بقول ایک ممتاز اور عظیم مذہب کے پیروکاروں کی توہین کی گئی تھی لیکن ان کا استدلال یہ تھا کہ اظہار رائے کی آزادی کے لئے اس واقعہ کی اصولی مذمت پر اکتفا کرنا چاہئے۔

سب کے سب برطانوی سیاستدان اس استدلال سے متفق نہیں تھے' چنانچہ ان میں سے بعض نے مذہبی جذبات کا تمسخر اڑانے اور مذہبی شعائر کی توہین کو روکنے کے لئے ایک قانون بنانے کی تیاریاں شروع کر دیں کہ انہیں ووٹروں کے جذبات کو ملحوظ رکھنا ہوتا ہے۔ بھارت کے فوراً بعد پاکستان' عرب ممالک اور جنوبی افریقہ میں کتاب پر پابندی عائد کر دی گئی۔ مسلمان پبلشر سے معافی مانگنے اور مارکیٹ میں بھیجی گئی کتابیں واپس لینے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ لیکن پینگوئن کے کرتا دھرتا اس احتجاج کے معاملے میں بے نیازی کا مظاہرہ کرتے رہے۔ وہ اس بات پر خوش تھے کہ متنازعہ کتاب کی فروخت بڑھ رہی ہے۔ ارکان پارلیمنٹ کی طرف سے ایک نئے مسودہ قانون کی تیاری کے بعد انہوں نے برطانیہ کی بجائے امریکہ سے کتاب کی اشاعت کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ کتاب آٹھ زبانوں میں شائع کی جائے گی اور مسٹر سلمان رشدی اس کی فروخت کو بہتر بنانے کے لئے امریکہ اور دوسرے ممالک کا دورہ کریں گے۔ ان کے لئے یہ ایک خالص کاروباری معاملہ تھا۔ ان کا احساس یہ تھا کہ مسلمان ممالک کی مغرب سے مرعوب حکومتیں اپنے ہاں پینگوئن کی مطبوعات کے داخلے پر پابندی عائد کرنے کی جرات نہیں کریں گی۔

رنجیدہ مسلمانوں کا احتجاج روایتی انداز میں جاری رہتا لیکن مغربی پریس اور حکومتوں کی سردمہری اور امر... سے کتاب کی اشاعت کے اعلان نے ان کے غم و غصے میں اضافہ کر دیا۔ ایک طرف بھارتی' یورپی اور امریکی پریس مسلسل یہ تاثر دے رہا ہے کہ مسلمان قوت برداشت اور تحمل سے عاری ہیں اور یہ کہ تشدد ان کے مزاج کا حصہ بن گیا ہے۔ دوسری طرف مسلمان دکھے ہوئے دلوں سے شکایت کر رہے ہیں کہ نام نہاد جمہوری دنیا شائستگی کے تمام تقاضے نظرانداز کر کے ان کے زخموں پر نمک چھڑک رہی ہے۔

**مصنف اور کتاب**...... سلمان رشدی جون ۱۹۴۷ء میں بمبئی کے ایک مغرب زدہ مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا۔ اس کے والد انیس سلمان کو ورثے میں وسیع جائیداد ملی' جسے وہ تمام عمر اجاڑنے میں لگے رہے' حتیٰ کہ ۱۹۸۷ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ کمسن رشدی کو جو بمبئی کے مشنری سکول میں پڑھتا تھا ۱۹۶۰ء میں خاندان کے ثقافتی قبلے لندن بھیجا گیا تاکہ وہ جدید انگریزی تعلیم پائے اور مغربی انداز کی زندگی گزارنا سیکھ سکے۔ اس نے لندن میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں قیام کیا۔ اسے رگبی پبلک میں داخل کرایا گیا۔ وہ پیلے رنگ کا ایک منحنی سا لڑکا تھا جو بمبئی کے عام لوگوں کے مقابلے میں بڑا ماڈرن دکھائی دیتا لیکن لندن کے معیار سے وہ انگریزی تہذیب کے قرینوں سے نا آشنا اور کسی قدر ناتراشیدہ نظر آتا تھا۔ ابتدائی دنوں میں کھانے کی میز پر کئی بار اس کا مذاق اڑایا گیا کہ وہ بعض برطانوی کھانے ڈھنگ سے نہ کھا سکتا تھا۔ والد کی طرف سے نظرانداز کئے گئے زود رنج لڑکے کو اس سے بڑی تکلیف پہنچی۔ یہ بات اس کے دل و دماغ میں ثبت ہو گئی کہ مغربی قرینوں اور طرز فکر سے مسلح آدمی ہی توقیر کا مستحق ہے۔ ضدی لڑکے میں انگریزوں سے بڑھ کر انگریز بننے کی خواہش پیدا ہو گئی۔ دوسروں نے صرف مغربی لباس پہننا اور چھری کانٹے سے کھانا کھانا سیکھا تھا لیکن وہ ابھی تک "مذہبی توہمات" میں مبتلا ہیں۔ وہ ان سے دو جوتے آگے بڑھے گا اور ہر اس چیز سے لاتعلقی اختیار کرے گا جو مغربی شعور کے سانچے میں غیر منطقی نظر آتی ہے۔ انگریزی محاورے کے مطابق وہ تین گنا ہوشیار بننے کی کوشش کرنے لگا اور دوسروں کو چونکا دینے کے لئے اس نے بے ہودہ اور گندی چیزوں میں دلچسپی کا اظہار شروع کر دیا۔ وہ

ایک ایسا لڑکا تھا جس میں کچھ کر دکھانے کا جذبہ تھا ( "وہ مجھے نظر انداز کیوں کرتے ہیں، کیا میں کوئی حقیر وجود ہوں؟" ) یہ برطانیہ میں پاپ میوزک کی مقبولیت کا دور تھا جسے روایت پسند مسترد کر رہے تھے لیکن نئی نسل اس پر فدا تھی۔ وہ ہر وقت ریکارڈ پلیئر میں پاپ میوزک کا کیسٹ لگائے رقص کرتا نظر آتا اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رکھتا جب تک اسے روک نہ دیا جاتا یا تھکن اس پر سوار نہ ہوتی۔ اس میں کچھ کر دکھانے کا جذبہ تھا اور اس کے لئے وہ جسمانی تھکن کی زیادہ پرواہ نہ کرتا تھا۔ ایک ایسے گھرانے میں، جہاں کوئی نظریہ اور فکر موجود نہ تھی اور جو اپنے روایتی کلچر سے دستبردار ہو چکا تھا، شوخ لڑکے کی حوصلہ افزائی کی جاتی اگلے سالوں میں جب اس نے کیمبرج میں داخلہ لیا، یہ شوخی کچھ اور اجاگر ہو گئی۔ وہ سور کا گوشت کھانے میں جھجھک کا شکار نہ ہوتا جبکہ خاندان کی پہلی نسل کو اس میں تامل تھا۔ ۱۹۶۸ء میں وہ کیمبرج سے فارغ ہوا تو نائٹ کلبوں میں چرس اور دوسری منشیات سے شغل کرتا نظر آنے لگا۔ والد کے ساتھ آئے روز اس کی تلخی ہوتی، جو جلد غصے میں آجانے والے آدمی تھے، سلمان بھی اس معاملے میں باپ سے پیچھے نہ تھا، زود رنجی اس کے اطوار پر غالب تھی۔ ۱۹۸۷ء میں جب انیس رشدی کا انتقال ہوا تو وہ اپنے بیٹے سے ناخوش تھے، جسے ان کی کوئی پرواہ نہ تھی اور جو ایک منہ زور حیوان کی طرح بے قابو تھا۔ ۱۹۶۸ء میں اس کے والدین کراچی منتقل ہو گئے۔ سلمان کی بہنیں جوان ہو گئی تھیں اور ان کی شادیوں کا مسئلہ والدین کو پریشان کر رہا تھا۔ وہ بمبئی واپس جانا نہیں چاہتے تھے، جہاں مسلمانوں کو بے پناہ مشکلات کا سامنا تھا اور جہاں بچیوں کے لئے رشتوں کی تلاش اور خوشگوار زندگی گزارنے کی راہ میں بے شمار رکاوٹیں حائل تھیں۔ بوڑھے ماں باپ اب لندن میں بھی رہنا نہیں چاہتے تھے۔ نکھنو انیس رشدی کی دولت ختم ہو رہی تھی اور برطانیہ کی نئی نسل پیلے اور کالے رنگ کے لوگوں سے نفرت کرتی تھی۔

سلمان رشدی اپنے والدین کے ساتھ پاکستان نہیں آیا اور ایک سال لندن ہی میں رکا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ جدید ثقافت سے بیگانہ مذہبی معاشرے میں کیسے زندگی گزار سکے گا لیکن آخر کار اسے کراچی آنا پڑا کیونکہ لندن میں اسے کوئی ڈھنگ کا کام نہ مل سکا تھا۔ پاکستان میں جہاں یحیٰی خاں اقتدار میں تھے اس نے کسی اخبار میں نوکری تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ناتجربہ کار اور ضرورت سے زیادہ انگریز تھا۔ آخر کار وہ ٹی وی میں ملازم ہو گیا لیکن اس کی تنخواہ بے حد کم تھی، جس میں پسندیدہ تفریحات کا بار نہیں اٹھایا جا سکتا تھا۔ ٹی وی میں اسے کچھ اور مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ سلمان کا کہنا ہے کہ اسے ٹی وی پروگراموں میں "سور" اور "حرامی" جیسے الفاظ استعمال کرنے کی اجازت نہ دی گئی اس کے انلمار کا اسلوب لندن میں پروان چڑھا تھا، جہاں کتابوں، فلموں اور اخباروں میں ایسے الفاظ کا استعمال زیادہ معیوب نہ سمجھا جاتا تھا اور تحریروں میں ندرت پیدا کرنے کے لئے ان کا سہارا لینا ایک فیشن بن گیا تھا لہٰذا وہ ایک سال کے بعد لندن واپس چلا گیا۔ وہ ذہنی انتشار کا شکار تھا۔ بھارت اب اس کا وطن نہیں رہا تھا اور پاکستان کو بھی وطن نہ بنا سکا۔ اب لندن ہی اس کی جائے پناہ ہو سکتی تھی، جہاں اسے تعصب کے شکار گوری چمڑی والوں کے درمیان رہنا تھا۔ لندن میں اس نے تھیٹر اور اشتہاری اداروں میں کام ڈھونڈنے کی کوشش کی۔ تھیٹر میں اس نے ایک آدھ چھوٹا موٹا کردار ادا کیا لیکن ہدایت کاروں کو اس کے اندر اداکاری کی صلاحیتیں نظر نہ آئیں۔ اس نے ایک اشتہاری ادارے میں کاپی رائٹر (اشتہار کا مضمون لکھنے والے) کے طور پر اپنا لوہا منوانا چاہا۔ وہ اشتہاروں کے لئے چونکا دینے والے لیکن منفی انداز کے جملے لکھتا۔

اشتہارات میں نادر خیالات پسند کئے جاتے ہیں لیکن رشدی کے لکھے جملوں میں ایک ٹیڑھ نظر آتی تھی لہٰذا یہ عام طور پر مسترد کر دیئے جاتے۔ مثلاً کریم بسکٹ کے ایک اشتہار کے لئے اس نے شریر لیکن لذیذ (NAUGHTY BUT TASTY) کا عنوان تجویز کیا۔ بسکٹ کمپنی کے منتظمین نے یہ سلوگن مسترد کر دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اس میں فحاشی کا پہلو نکلتا ہے۔ بعد میں یہ سلوگن کسی اور کمپنی نے استعمال کیا تو رشدی نے دوستوں کو بتایا کہ وہ اس کا لکھا ہوا جملہ ہے، تاہم نقادوں کا کہنا ہے کہ یہ جملہ ایک امریکی مصنف نے پچھلی صدی کے آخر میں برتا تھا، شہرت پسند رشدی جس کا کریڈٹ لینے پر مصر تھا۔

سلمان رشدی کی ذاتی زندگی ذہنی انتشار اور لذت کوشی کے حصار میں تھی۔ اس نے کلیریسا لوارڈ نامی ایک خاتون سے مراسم قائم کئے۔ دو سالہ تعلقات کے بعد ۱۹۷۶ء میں وہ ایک اپارٹمنٹ میں اکٹھے رہنے لگے، تاہم انہوں نے شادی کرنے کے لئے مزید دو سال انتظار کیا۔ ۱۹۸۴ء میں جب رشدی کامیابی اور شہرت کے دور میں داخل ہوا تو اس نے کلیریسا سے

علیحدگی اختیار کرلی تاہم طلاق کا قانونی عمل مکمل کرنے کے لئے وہ دونوں مزید تین سال انتظار کرتے رہے۔ اس وقت ان کے اکلوتے بچے ظفر رشدی کی عمر ۹ سال تھی۔

سلمان رشدی کا پہلا ناول ۱۹۷۵ء میں GRIMUS کے عنوان سے چھپا تو اسے خریداروں اور نقادوں نے مسترد کر دیا۔ لیکن اس نے ہمت نہ ہاری۔ ۱۹۷۹ء میں اس کا دوسرا ناول طباعت کے لئے تیار تھا' جس پر اس نے کئی سال محنت کی ادیبہ میری اینی ڈکنز سے شادی کرلی۔ وہ اب بھی ایک مضطرب اور بے قرار آدمی تھا۔ ایک انٹرویو میں اس نے کہا "میرے اندر دو شخصیتیں کارفرما ہیں" اپنے ناول کے دو کرداروں کا حوالہ دیتے ہوئے اس نے کہا "ان میں سے ایک جبریل کی طرح ہے اور دوسری صلاح الدین چمچہ کی طرح' میں سڑک پر چلتے ہوئے جب کسی شخص کو اپنی طرف آتے دیکھتا ہوں تو اپنی ایک شخصیت کو چھپا لیتا ہوں۔"

## وہ ایک عورت کے ساتھ رہتا تھا' دوسری سے معاشقہ کیا اور تیسری سے شادی۔

ہے یہ ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ پاکستان' بھارت اور برطانیہ کے پس منظر میں لکھی گئی یہ کتاب SHAME اس نسل سے بحث کرتی ہے' جنہیں ہجرت کرنا پڑی۔ وہ خاندان جو جمے جڑے نہ رہ سکے۔ رشدی نے پاکستان اور بھارت دونوں کا مضحکہ اڑایا اس کتاب میں اندرا گاندھی کا تذکرہ بھی تھا اور جیسا کہ رشدی کی خصوصیت ہے کہ وہ حال یا ماضی کے کسی کردار کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی توہین کئے بغیر نہیں رہ سکتا' اس نے اندرا گاندھی کی کردار کشی کی تھی۔ وزیر اعظم اندرا گاندھی نے پبلشر اور مصنف کو ہرجانے کا نوٹس دے دیا۔ قانونی ماہرین نے ادارے کو بتایا کہ اندرا کا مقدمہ مضبوط ہے۔ چنانچہ انہوں نے کھلے عام معافی مانگی اور بھارتی وزیر اعظم کو ہرجانہ ادا کیا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ہرجانے کی رقم کیا تھی۔ سلمان کی تیسری کتاب MIDNIGHT CHILDREN تھی۔ یہ پاکستان کی ثقافتی' سیاسی اور مذہبی فضا کے حوالے سے لکھا جانے والا ناول ہے۔ وہی تمسخر آمیز انداز۔ اس ناول پر اسلامی ثقافت کا مذاق اڑانے والے رشدی کو بکر ایوارڈ ملا' جو برطانیہ کا سب سے بڑا ادبی انعام سمجھا جاتا ہے۔ رشدی کو اس کے ساتھ ۱۰ ہزار پاؤنڈ کی رقم بھی ملی لیکن اس کتاب کی اشاعت کے بعد اس کی اصل کامیابی یہ تھی کہ اب پینگوئن والے اسے بلا تکلف چھاپنے پر آمادہ تھے۔ انہوں نے شیطانی ہفوات کے لئے اس سے معاہدہ کر لیا اور اسے ۸۵۰۰۰ ہزار پاؤنڈ (تقریباً ۳ کروڑ روپے) کی رقم ادا کی۔ اس عرصے میں ایک آسٹریلین ادیبہ روبین ڈیوڈسن سے مراسم استوار کرنے کے بعد اس سے علیحدگی اختیار کر چکا تھا۔ شہرت اور کامیابی کے میدان میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے ارد گرد سے ان لوگوں سے نجات حاصل کرلی جو اس نے لئے ادبی اداروں سے رابطہ رکھتے تھے۔ جلد ہی اس نے امریکی

**شیطانی ہفوات** رشدی ایک عرصے سے اپنے اہل خاندان' دوستوں اور بالخصوص اپنی ماں کو بتا رہا تھا کہ وہ ایک اچھوتے موضوع پر لکھ رہا ہے۔ مغرب میں جہاں کسی چونکا دینے والے موضوع کے پس منظر میں سماجی مسائل پر لکھنے کا اسلوب مقبول ہو چکا ہے' یہ کوئی عجیب بات نہیں لیکن کوئی اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ وہ ایک ایسے موضوع پر لکھے گا اور اس میں اتنی غیر ذمہ داری اور سفاکانہ گندگی پر اتر آئے گا..... اس کتاب کا عنوان ایک مضحکہ خیز روایت سے ماخوذ ہے' جب کہ کے مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر یہ بہتان تراشا کہ انہوں نے سورہ نجم کی بعض آیات حذف کر دی ہیں۔ مشرکین کی گھڑی ہوئی کہانی کے مطابق حضورؐ نے یہ کہتے ہوئے یہ آیات حذف کی تھیں کہ یہ الفاظ شیطان کی مداخلت کے سبب ان کی زبان سے نکل گئے تھے۔

بعض عیسائی مصنفین کا نظریہ یہ ہے کہ پیغمبر بھی دوسرے جیسے عام لوگ ہوتے ہیں اور وہ معصوم نہیں ہوتے۔ علماء کا کہنا ہے کہ لذت پرست معاشرے کے ادھورے دانشور بھدی زندگیوں کا جواز تلاش کرنے کے لئے یہ مؤقف اختیار کرتے ہیں۔ ایسی تحریریں ذہنی طور پر بیمار قارئین کی تسکین کا ذریعہ بھی بنتی ہیں۔

سلمان رشدی کی کتاب کے مرکزی کردار دو بھارتی اداکار ہیں' جو ۳۰ ہزار فٹ کی بلندی پر تباہ ہونے والے ایک جمبو جیٹ سے برطانوی ساحلوں پر گرتے ہیں تو انہیں نئی زندگی مل جاتی ہے۔ ان میں سے جبریل بھارتی فلموں میں دیوتاؤں کے کردار ادا کرتا رہا ہے جبکہ صلاح الدین چمچہ ایک ثانوی (ایکسٹرا) اداکار ہے۔ اپنی نئی زندگی میں انہیں نئی شخصیتیں عطا ہوتی ہیں۔ صلاح الدین شیطان کا روپ دھار لیتا ہے۔

کتاب میں جاہلیہ کے نام سے ایک فرضی شہر دکھایا گیا ہے یہ شہر اپنی عمارتوں اور ماحول میں مکہ کی طرح ہے' جہاں ایک شخص پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے کتاب میں اس کردار کا نام موہنڈ (MAHOUND) رکھا گیا ہے' قرون وسطیٰ کے اسلام کی مزاحمت کرنے والے تاریک مغرب میں یہ نام حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ نئی اور پرانی ڈکشنریوں میں بھی یہ لفظ اسی حوالے سے درج ہے۔ یہ لفظ جو جادوگر کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے' نیم خواندہ اور مشرک مغرب کی اس نفسیات کی عکاسی کرتا ہے' جو اسلام سے خوف کی پیداوار تھی کتاب میں جلیل القدر پیغمبروں کا تذکرہ بازاری زبان میں کیا گیا ہے' وہ مکہ کے اس عہد کی تصویر دکھاتی ہے' جب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کے ماننے والوں کے طفیل حجاز دنیا کو روشنی عطا کرنے والا مرکز بن گیا تھا' جہاں انسان اپنے خدا کی طرف لوٹ کر جہل' کبر' خود غرضی اور پستی سے نجات حاصل کر رہے تھے' لیکن رشدی کی کتاب میں ازواج مطہرات' اور اصحاب رسول پاکبازی اور سلیم الفطرتی کے مظہر نہیں' حتیٰ کہ خود رسول خدا بھی نہیں۔ وہ انہیں عام انسانوں سے بھی زیادہ تاریک کرداروں میں پیش کرتا ہے۔ کتاب کا بھیانک ترین حصہ وہ ہے جس میں اس نے ۱۲ ایسی بازاری عورتوں کو دکھایا ہے' جو امہات المومنین کے نام رکھ لیتی ہیں تاکہ اپنے گھناؤنے اور گناہ آلود کاروبار کو فروغ دے سکیں۔ کتاب میں ہجرت بھی ایک موضوع ہے جو ہمیشہ مصنف کا ذہنی مسئلہ رہا ہے۔ وہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ ہجرت کرنے والے کردار جیسا کہ وہ خود ہے یا بھارت سے پاکستان اور برطانیہ آنے والے دوسرے لوگ ایک عظیم المیے کا شکار ہوتے ہیں اور ان کی شخصیتیں ٹوٹ پھوٹ جاتی ہیں۔ وہ انہیں بمبئی' کراچی اور لندن میں جڑوں کے بغیر ایسے اداس اور بے ربط انسانوں کے روپ میں دکھاتا ہے' جن کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں جن کی روحیں اداسی سے بھری اور شخصیتیں مسخ ہو گئی ہیں اور یہ کہ ان کے دکھ درد کی کسی کو پرواہ نہیں۔

کتاب اپنے بین السطور کے پیغام کی حیثیت سے سیاسی حیثیت رکھتی ہے۔ اس نے نسل پرستی کی مخالفت کی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی برصغیر سے تعلق رکھنے والے اس کے کردار اور افریقی کالے واقعی پستی کا شکار ہیں۔ کتاب کے آخری مناظر میں یہ کالے اور پیلے لوگ ایک نائٹ کلب میں رقص کرتے ہوئے اس وقت جل مرتے ہیں' جب عمارت کو آگ لگ جاتی ہے۔ یہ اس کے تصورات کا جہنم ہے۔

رشدی دوسری دنیا پر یقین نہیں رکھتا اور اسے اندازہ تھا کہ جب اس کی کتاب چھپ کر آئے گی تو اس پر احتجاج کیا جائے گا' لیکن اسے اس امر کا کوئی اندازہ نہ تھا کہ وسائل سے محروم' مشکلات اور غلبے کا شکار مسلمان ایسی حمیت کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔ حال ہی میں آبزرور لندن میں شائع ہونے والے ایک انٹرویو میں اس نے کہا "مجھے پتہ تھا کہ قرون وسطیٰ کے تاریک زمانوں کا اسلام' جسے مسجدوں سے باہر لانے کی کوشش کی جا رہی ہے' مجھے پسند نہ کرے گا لیکن مجھے اندازہ نہ تھا کہ اس کتاب پر اتنا ردعمل ہو گا۔ اگر آپ میری طرح اس بات پر اعتقاد نہیں رکھتے کہ کوئی بلند و برتر وجود فرشتے کو پیغام (وحی) کے ساتھ بھیجتا ہے تو لوگ آپ کو تکلیف دینے پر تل جاتے ہیں"۔

## سلمان رشدی اور پبلشر نے اندرا گاندھی سے معافی مانگی............ ہرجانہ بھی ادا کیا۔

اہم بات یہ ہے کہ صرف شاعر اور کہانیاں کہنے والے ہی رشدی کی کتاب کے مثبت کردار ہیں۔ خود اپنے بارے میں وہ کہتا ہے "خدا نے میرے اندر خلا پیدا کر دیا ہے اور میں مذہب کی ان ہدایات سے یہ خلا پر نہیں کر سکتا جو حتمی نوعیت رکھتی ہیں۔ میں یہ خلا لٹریچر سے پر کرتا ہوں۔ میں لٹریچر سے اتنی ہی محبت کرتا ہوں جتنا کہ میری کتاب جلانے والے اسلام سے۔ ادب ہی میں' میں انسانی معاشرے اور روح کے بلند ترین اور پست ترین مقامات تلاش کرتا ہوں۔ میں ادب میں نہ صرف مکمل صداقت بلکہ انسانی روح کی کہانی کی سچائی بھی ڈھونڈتا ہوں... لہٰذا ایک اعتبار سے یہ عقائد کا تصادم ہے' جس طرح میری کہانی کا کردار سلیمان موہنڈ (محمدؐ) سے متصادم ہے"۔

سلمان رشدی کے خیال میں اس کی کتاب بے ہودہ یا فحش نہیں "میں نے ایک عظیم مذہب کی تخلیق کی انسانی تعبیر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔" مسلمانوں کی طرف سے احتجاج کے جواب میں اس کا موقف یہ ہے کہ "یہ کتاب مذہب کے بارے میں نہیں بلکہ یہ ہجرت' اس کے مصائب' اور اس سے جنم لینے والی تبدیلیوں کے بارے میں ہے"۔ میں نے برصغیر سے برطانیہ آنے والے مہاجروں کے نقطہ نظر سے

اس کا جائزہ لیا۔ یہ (ہجرت) دنیا کی سب سے پرانی ادیب ہے۔ "اسے شکوہ ہے کہ جن لوگوں کے لئے اس نے کتاب لکھی، انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں، پانچ سال مہاجروں کی ثقافت کو زبان دینے کی کوششوں کے بعد، کہ میں خود بھی ان میں سے ایک ہوں، اپنی کتاب کو جلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، جن لوگوں کے بارے میں میں نے یہ کتاب لکھی ہے، وہ اسے نہیں پڑھتے، حالانکہ اس کے صفحات پر ان کے لئے کچھ مسرت اور ان کے وجود کا بہت کچھ اعتراف ہے"

ایک دوسرے انٹرویو میں اس نے کہا۔

"میری کتاب میں ایسے کردار ہیں جو محبت، موت اور خدا کے ساتھ یا اس کے بغیر مکمل انسان بننے کی کوشش کر رہے ہیں اور (کتاب کے) باہر کی دنیا میں غیر انسانی قوتیں برسر احتجاج ہیں۔ آج کے بھارت میں (جہاں سب سے پہلے اس کی کتاب پر پابندی لگی) ایک لکیر کھینچ دی گئی ہے جیسا کہ میری کتاب کا ایک کردار کہتا ہے مذہب لادینیت سے اور تاریکی روشنی سے برسرجنگ ہے۔ اب جبکہ یہ جنگ برطانیہ تک پھیل گئی ہے تو میں امید کرتا ہوں کہ اسے حماقت سے ہار نہیں دیا جائے گا۔ یہ انتخاب کا وقت ہے، ہمیں طے کر لینا چاہئے کہ ہم کس کے ساتھ ہیں۔"

انسانیت، روشن خیالی اور رواداری کے علمبردار مصنف ں بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ اس کی کتاب نے انڈونیشیا سے لے کر امریکہ تک کروڑوں مسلمانوں کو اذیت پہنچی ہے۔ اسے معلوم ہے کہ پبلشر کو فی منٹ ۵۰ احتجاجی ٹیلی فون کالیں اور روزانہ ہزاروں ٹیلی گرام مل رہے ہیں لیکن وہ اس کا حوالہ نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ صرف چند انتہا پسند اور تقلید پرست مسلمان اس کے خلاف ہیں۔ وہ مکہ کو ایک قحبہ خانہ بنا کر پیش کرتا ہے اور اس پر ہرگز شرمندہ نہیں، اس نے پیغمبروں اور ان کے تربیت کردہ کرداروں کی توہین کی ہے لیکن وہ ان لوگوں کو قصوروار قرار دیتا ہے، جنہوں نے برطانیہ اور بھارت میں اس کے جواب میں پرامن اور باوقار مظاہرے کئے اور جنکا مطالبہ اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ یہ کتاب مارکیٹ سے واپس لی جائے اور جن لوگوں کی دل آزاری کی گئی ہے، ان سے معذرت طلب کی جائے۔ وہ مسلمانوں سے اہل مغرب کے سے رویے کا مطالبہ کرتا ہے، جو حضرت عیسیٰؑ سے ناروا افعال منسوب کرنے پر بڑبڑانے کے سوا کچھ نہیں کرتے۔ اس کی تمام تر قوت متخیلہ اور

ذہانت اسے یہ بات سمجھانے میں ناکام رہتی ہے کہ مسلمان دوسروں سے مختلف ہیں اور وہ خواہ کتنے ہی بے عمل کیوں نہ ہو جائیں، اپنے عقائد اور محترم شخصیتوں کی توہین گوارا نہیں کر سکتے۔ برطانوی ارکان پارلیمنٹ سے جو ملک کی مسلمان آبادی کے حقوق کا تحفظ کرنے کے لئے ایک نیا قانون بنانے کی تیاریاں کر رہے ہیں، وہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ تاریکی کی قوتوں کے سامنے نہ جھکیں۔ . . اس کا رویّہ یہ ہے کہ تمام تر شائستہ احتجاج کے باوجود وہ کتاب کی فروخت بڑھانے کے لئے امریکہ جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ جب امام خمینی نے اس کے قتل کا فتویٰ جاری کیا تب اس نے کہا "واقعی اب معاملے کو سنجیدگی سے لینا پڑے گا۔"

**پینگوئن کا رویہ** . . . پینگوئن کے ادارتی مشیر، بھارتی صحافی، رکن پارلیمنٹ اور دانشور خوشونت سنگھ کے اس مشورے کے باوجود کہ کتاب شائع نہ کی جائے، پینگوئن نے اس کی اشاعت کیوں ضروری سمجھی؟ خوشونت سنگھ نے کہا تھا کہ اگر مصنف کے خیال میں بھارتی مسلمان اس کتاب کو ٹھنڈے دل سے برداشت کر لیں گے تو وہ ان کے مزاج سے آشنا نہیں لیکن غالباً یہ مغرب کے اہل سیاست و دانش کا مسئلہ نہیں۔ ان کے نزدیک فرد کی آزادی کا مفہوم کچھ اور ہے۔ جیسا کہ احتجاجاً کتاب جلانے کے واقعہ کے بعد برطانیہ کے وزیر تعلیم مسٹر کینیتھ بیکر نے ۳۰ جنوری ۱۹۸۹ء کے ٹائمز لندن میں لکھا کہ مسلمان سنسر کے بغیر سنسر لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کا دلچسپ استدلال یہ ہے کہ اگرچہ برطانوی قانون ذہنی غلاظت پیدا کرنے والا فحش مواد شائع کرنے کی اجازت نہیں دیتا لیکن لوگوں کو آزادی ہے کہ وہ جو چاہیں لکھیں۔ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس کتاب سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچی ہے کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے کردار کو انصاف سے پیش نہیں کیا گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت مسیح کے بارے میں اس انداز کی باتیں لکھی جاتی ہیں تو انہیں بھی سخت تکلیف ہوتی ہے کیونکہ وہ ایک سچے عیسائی ہیں مگر اس کے باوجود وہ سنسر کے حق میں نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو کتاب جلانے کی بجائے مصنف کے خلاف قرآن سے دلائل پیش کرنے چاہئیں کیونکہ اس طرح تو الٹا مصنف کو فائدہ پہنچ رہا ہے، جس کی کتاب زیادہ بکنے لگی ہے۔ مسٹر بیکر کا کہنا ہے کہ برطانیہ میں حضرت مسیح کے خلاف مواد کی اشاعت روکنے کا قانون موجود ہے لیکن اب یہ بے کار ہو چکا ہے کیونکہ

اسے کبھی برتا ہی نہیں گیا۔

مسٹر بیکر کا استدلال ہندوستان کے آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی یاد دلاتا ہے' جو جدید برطانیہ کے ہیروز میں شامل ہیں۔ وہ بہترین قوت فیصلہ اور انگریزی شان و شکوہ کے ساتھ برطانوی شائستگی کی ایک علامت سمجھے جاتے تھے۔ ان کی خوبصورت بیوی کئی سال نہرو سے معاشقہ کرتی رہیں' ماؤنٹ بیٹن کو یہ سب کچھ معلوم تھا لیکن وہ نہرو اور اپنی بیوی کی راہ میں مزاحم نہ ہوئے .. مزاحمت کیا معنی نہرو کے ساتھ ان کے مراسم حد درجہ خوشگوار تھے.. مسٹر بیکر شاید یہ بات کبھی نہیں سمجھ سکتے کہ ایسی صورت حال میں ایک مسلمان کی حمیت کیا نتیجہ پیدا کر سکتی ہے۔ ان کے خیال میں جو چیز محض بد ذوقی کی علامت ہے' اسے بھارتی پارلیمینٹ کے رکن شہاب الدین ذہنی آلودگی پھیلانے کی ایک دانستہ کوشش قرار دیتے ہیں اور ان کا خیال یہ ہے کہ فضائی آلودگی کی طرح اس آلودگی سے بچنے کی بھی کوشش کی جانی چاہئے۔ لیکن برطانوی اخبارات کے ادبی نقاد مسٹر شہاب الدین کی بجائے کینتھ بیکر کے ہم خیال ہیں۔ یہ نقاد تسلیم کرتے ہیں کہ رشدی کی کتاب ذہنی غلاظت کی آئینہ دار ہے' وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ رشدی نے زیادہ

زرانعمی اور زیادہ شہرت کے لالچ میں برطانیہ کے ان مسلمانوں کا دل دکھایا ہے جو ہمیشہ قانون کی پابندی کرتے ہیں اور جو اخلاقی اعتبار سے دوسروں سے بہت بہتر ہیں' لیکن وہ اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیتے کہ ایسے شخص کو کوئی سزا ملنی چاہئے یا نہیں۔

ان لوگوں کے درمیان شہرت' دولت اور لذت کا تعاقب کرتا ہوا رشدی اس طرح کے بے معنی دلائل پیش کرتا ہے کہ اس کی کتاب اسلام اور مسلمان کے بارے میں نہیں۔ وہ مانتا ہے کہ MAHOUND کا لفظ قرون وسطیٰ میں حضرت محمدؐ کے بارے میں استعمال ہوتا تھا اور یہ بھی کہ یہ منفی نوعیت کا لفظ ہے لیکن مغربی ثقافت سے مرعوب اپنے آپ سے نفرت کرنے والا رشدی یہ چاہتا ہے کہ نہ صرف اس حرکت پر بلکہ پیغمبروں' ازواج مطہرات اور اصحاب رسول کی توہین پر اس سے کوئی بازپرس نہ کی جائے' کیونکہ یہ فرد کی آزادی کے خلاف ہے اور ایسا کرنے کے لئے کوئی قانون موجود نہیں۔ ١٠ ستمبر ١٩٨٨ء کو اس نے لندن کے روزنامہ انڈی پنڈنٹ کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا "کبھی میں بغیر سوچے سمجھے مسلمان تھا' اب نہیں ہوں۔" لیکن اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ اسے تاریخ انسانی کے سب سے معتبر اور پاکباز انسان کو دہری شخصیت والا آدمی ثابت کرنے اور اس عمل سے روپیہ کمانے کی اجازت دی جائے کیونکہ دنیا میں گندی حرکتوں کی داد دینے والے لوگ موجود ہیں لہٰذا ان کی خاطر سعید اور پاکباز لوگ ذہنی اذیت برداشت کرنے کو تیار رہیں۔

رشدی کو مسلمان کی حیثیت سے پیدا ہونے کا دکھ ہے۔ وہ ... کی طرف مائل ہے اور اسے اس تصور سے تکلیف پہنچی ہے کہ اسلامی عقیدہ جو مضبوط بنیاد ... رکھتا ہے ایسے محترم کرداروں کی وجہ سے فروغ پذیر ہے' جن میں کوئی جھول نہیں۔ وہ احساس کمتری کی ایک ... کلاسیکل مثال ہے' جو مغلوب تہذیبوں میں پیدا ہوتی ہیں لیکن اس سے بڑھ کر اس کا اصل عیب یہ ہے کہ وہ خود پرست واقع ہوا ہے ایک ایسا آدمی جو کبھی اپنی غلطی ماننے پر آمادہ نہیں ہوتا۔

لکھنے والے کی حیثیت سے وہ ناول نگاروں کی اس نسل سے تعلق رکھتا ہے جو دوسری عالمگیر جنگ کے بعد نمودار ہوئی۔ وہ لوگ جو کسی چیز کی تشریح کرنے یا رہنمائی کرنے کے جذبے سے نہیں لکھتے۔ ان کا مقصد کسی خاص معاشرے یا دنیا کی تصویر کشی بھی نہیں۔ بظاہر وہ انتہائی ضروری حقائق کے بارے میں لکھنے اور سماجی مسائل سے بحث کرتے ہیں لیکن ان کا مقصد قاری کے سطحی جذبات کی تسکین ہوتا ہے۔ وہ اچھوتے موضوعات کا انتخاب کرتے ہیں۔ طاقتوروں سے انتقام لینے والے کردار تخلیق کرتے ہیں۔ جنسی مناظر دکھاتے ہیں ان کتابوں میں ناپسندیدہ کردار ہیرو کے ہاتھ سے بے دردی سے مرتے اور تباہ ہوتے ہیں۔ یہ اس قاری کے لئے مصنف کا تحفہ ہے' جس نے اپنی محنت کی کمائی سے چند ڈالر خرچ کئے ہیں۔ ایسے کم ذوق قاری کی خوشنودی ہی پر لکھنے والے کی قبولیت اور آمدن کا انحصار ہے۔

ان میں سے بہت سے لکھنے والے' جن کا سرخیل امریکہ کا یہودی مصنف ہیرالڈ رابنسن ہے' آج کی دنیا کے سیاسی رہنماؤں سے ملتے جلتے کردار تخلیق کرتے ہیں۔ وہ ایسے رہنماؤں کی ذاتی زندگی کے حوالے سے لذت انگیز کہانیاں لکھتے ہیں جن کے بارے میں عام لوگوں میں حد درجہ تجسس ہوتا ہے۔ اس عمل میں وہ کسی لیڈر کے پیروکاروں یا کسی عقیدے سے ... رکھنے والوں کے جذبات کا خون کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے ان کے لئے یہ ایک کاروبار

بد تر ان کا رویہ یہ ہے کہ ایک ایسی دنیا میں، جہاں بہت سے لوگ ادنیٰ اور سستے قسم کے ہتھکنڈوں سے دولت، اقتدار اور مناصب حاصل کرتے ہیں، انہیں بھی اس کا موقعہ ملنا چاہئے۔ یہ لکھنے والے روایتی ادیبوں سے زیادہ فلمی اداکاروں اور ہدایت کاروں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ جس طرح ایک ہیروئن کو فاحشہ کا کردار ادا کرنے میں کوئی تامل نہیں ہو سکتا، اس طرح ہمارے عہد کا جدید مصنف کتاب کو زیادہ دلکش بنانے کے لئے کسی مقدس کردار سے جھوٹی کہانی وابستہ کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔

رشدی کا معاملہ اس اعتبار سے زیادہ پیچیدہ ہے کہ وہ ایک ٹھکرایا ہوا آدمی ہے، جسے خاندان کی محبت نہ مل سکی، جس کے باپ نے اسے نظر انداز کیا، اس کی اپنی کوئی ثقافت نہیں کہ اس کے خاندان نے اپنی اخلاقی روایات اور کلچر کو مغرب سے مرعوبیت کی دہلیز پر قربان کر دیا تھا۔ اس کا کوئی وطن بھی نہیں، وہ پاکستانی ہے بھارتی ہے نہ انگریز، اس کے دل میں ساری دنیا سے نفرت بھری ہے اور وہ گندگی اچھال کر لطف اٹھاتا ہے۔

وائی کنگ نے اس کی کتاب شائع کرنا کیوں ضروری سمجھا اور یہ ادارہ اس کا دفاع کیوں کر رہا ہے، جب انہیں اس کے برعکس مشورہ دیا گیا تھا کیا یہ محض ایک کاروباری معاملہ ہے؟ اس سے آگے بڑھ کر مصنف کو دو اسی تصانیف کے لئے تین کروڑ روپے پیش کرنے کا معاملہ شکوک و شبہات پیدا کرتا ہے، جبکہ دوسری کتاب ابھی لکھی ہی نہیں گئی۔ فطری طور پر ایک مسلمان کا ذہن اس طرف جاتا ہے کہ مغرب کے شاعتی اداروں کے پیچھے صیہونی ذہن کام کر رہے ہیں، جو ہمیشہ اسلامی دنیا اور اس کے عقائد کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتے ہیں آخر ان دست سے لوگوں میں سے جو لکھنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہیں، انہوں نے ایک ایسے شخص ہی پر سرمایہ کاری کیوں ضروری سمجھی جو اسلامی تہذیب کا مذاق اڑانے پر مصر ہے یہ ایک سازش ہو سکتی ہے اور کوئی عجب نہیں کہ یہ سازش آخر کار بے نقاب ہو جائے کہ وقت کے دامن میں پوشیدہ سب راز آخر آشکار ہو کر رہتے ہیں۔

بشکریہ ہفت روزہ ندا لاہور

---

یہ باغی دین کے

یہ باغی دین کے اور دشمن وطن کے
وفا ان میں نہیں ہرگز ہیں پیارے
پرکھ لے ان کو ہر لمحے اے زاہد
سمجھ لے ان کی رمزیں اور اشارے
وہ ہو سکتے نہیں مخلص ہمارے
جو ہوں مرزا غلام احمد کے مارے

محمد زاہد۔
قاسم بیلہ ملتان

محبوب سبحانی

# لپ اسٹک والی جمہوریت

آج جدھر دیکھو' ماشاءاللہ جمہوریت نظر آتی ہے۔ بڑی دعاؤں' منتوں' یقین دہانیوں اور اللہ آمین کے بعد ملی ہے' جس کی ہر طرف چہل پہل ہے۔ نظر بد دور۔ دن رات جلسے ہو رہے ہیں' جلوس نکل رہے ہیں' الزامات لگ رہے ہیں۔ کوئی جمہوریت دشمن ہے' کوئی وطن دشمن' کوئی عوام دشمن اور کوئی اسلام دشمن۔ دشمن مل بیٹھے ہیں دوستوں میں جدائی ہے۔ وعدوں کا بھاؤ گر گیا ہے' سبز باغ عام ہے' کالاباغ پر دنگافساد جاری ہے۔ صوبوں اور مرکز میں ان بن ہے۔ خزانہ خالی ہے' لیکن ہر جگہ وزیروں' مشیروں کی ریل پیل ہے۔ جو اسمبلی میں جا بیٹھا وزیر بن بیٹھا جو دروازہ تک رہ گیا وہ مشیر ہو گیا ورنہ گریڈ ایکس کا افسر۔

سڑکوں پر ہنگامے ہیں۔ سبز سیاہ' گلابی' سرخ ہر قسم کے بینر' پلے کارڈ اور پوسٹر نظر آ رہے ہیں۔ زندہ باد' مردہ باد کے نعرے ہیں۔ تنخواہیں بڑھاؤ' ایڈہاک ملازموں کو مستقل کرو' میڈیکل کالج میں نشستیں بڑھاؤ کے نعرے لگ رہے ہیں۔ ٹی وی کا بھی رنگ بدلا بدلا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کچھ زیادہ رنگین ہو گیا۔ ایک ٹکٹ میں دو تماشے' اپنے پرائے سب کے جلسے اجلاس اور تقریریں بھی گھر بیٹھے دیکھو اور سن لو۔

اب کی بار جمہوریت میں لپ اسٹک کی کچھ سرخی بھی شامل ہے۔ اس کی مانگ بڑھ گئی۔ جس کا رنگ کچھ سرخ یا گلابی نظر آیا' اس کو پکڑ کر ریڈیو' ٹی وی اور اخبارات میں لا بٹھایا۔ کچھ چھپتے پھر رہے ہیں کہ کہیں پکڑے نہ جائیں۔ پریس کی آزادی کے چرچے ہیں۔ اخباروں اور رسالوں کی بھرمار ہے' ہر کوئی ایڈیٹر ہے اور ڈیکلریشن کا منتظر۔ ایڈیٹروں اور رسالوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ ایک دن رسالے زیادہ اور پڑھنے والے کم ہوں گے۔

لیڈر لوگوں کے مزے ہیں۔ ان کا من بھاتا کھاجا موجود ہے۔ تصویریں چھپ رہی ہیں' بیان بازی' نعرے بازی' جلسہ' جلوس' کھانا پینا' ملنا ملانا' توڑ پھوڑ اور جوڑ توڑ سب ہی چلتا ہے۔ جلوسوں پر جلوس نکل رہے ہیں۔ مال روڈ پر جلوسوں کی بہار ہے۔ ایک جاتا ہے دوسرا چلا آتا ہے۔ کوئی جلوس پیدل ہے' کوئی سائیکلوں پر' تو کوئی موٹر سائیکلوں پر' کوئی بسوں اور ویگنوں پر' جس کو جو سواری ملی اس پر جلوس نکال لیا۔ کچھ نہ ملا تو پلے کارڈ اٹھایا اور پیدل ہی چل دیئے۔ گھر سے چارپائیاں لے آئے اور سڑک پر دھرنا مار کر لیٹ گئے۔ سلطانیٔ جمہور کا زمانہ ہے۔ مال روڈ پر جمہور ہی جمہور نظر آتے ہیں' گاہک نظر نہیں آتا۔ پتھروں اور پرانے ٹائروں کی مانگ بڑھ گئی ہے۔ دکاندار شٹر گرا کر بیٹھے ہیں اور سوچتے ہیں کہ کیوں نہ جلسوں کے لئے حاضرین اور جلوس کیلئے مظاہرین فراہم کرنے کا کاروبار شروع کر دیں۔

ہر جگہ جمہوریت بسیرا ہے' دفتر' کارخانے' روڈ ٹرانسپورٹ' ٹیلیفون' سوئی گیس' ایل ڈی اے' واپڈا' سکول کالج ہر جگہ جمہوریت ہے۔ مطالبات کا شور ہے' مذمت کا زور ہے' ہڑتال کی دھمکی ہے۔ جمہوریت گھر تک پہنچ گئی ہے۔ بچے بھی اب جلوس نکال رہے ہیں۔ جیب خرچ بڑھاؤ' پتنگ اڑانے دو' ٹی وی دیکھنے دو' "نہیں جائیں گے' اسکول نہیں جائیں گے" کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ لوگ ڈیوٹی پر دیر سے پہنچتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ٹریفک بلاک تھا' راستہ میں جمہوریت ہو رہی تھی۔

جمہوریت کی ریت بھی نرالی ہے جو زندہ ہے اس کے لئے مردہ باد اور جو مردہ ہے اس کے لئے زندہ باد کے نعرے ہیں۔

غریب کارکن کا خون بہہ جائے تو جمہوریت پر رنگ چوکھا آئے' لیڈر لوگوں کی جیپ کے پاس آنسو گیس کا گولہ پھٹ جائے تو رنگ پھیکا ہو جائے گا۔

بزرگوں سے سنا ہے کہ جمہوریت محترم ہوتی ہے' اس دفعہ محترمہ ہے۔ خیال تھا کہ اس کے ساتھ رکھ رکھاؤ بھی آئے گا لیکن اس کے ساتھ جیالے کارکن آئے جن کا ہر جگہ راج ہے۔ ہوائی اڈہ' گورنر ہاؤس' اسمبلی' پارلیمینٹ ہاؤس وزیروں مشیروں کے دفاتر ہر جگہ جیالے کارکنوں کا قبضہ ہے۔ محترمہ اور محترم حضرات بھی ان کے جھرمٹ میں چلتے ہیں۔ جیالے اور متوالے کارکنوں کے سامنے سیاسی کارکن نہیں ٹھہرتے' صرف جزعتیئے ٹھہرتے ہیں۔ دونوں کا سامنا ہو جائے تو آنکھیں چراتے اپنی اپنی راہ پر چل نکلتے ہیں۔

بے چاری جمہوریت کو خدا نظر بد سے بچائے۔ زندہ باد مردہ باد تک رہے تو اچھا ہے' گھیراؤ جلاؤ تک نہ پہنچنے پائے۔ اس کے پیچھے وردی والے نظر آنے لگتے ہیں۔

**بشکریہ [illegible] لاہور**

حبیب اللہ رشیدی

# کاروانِ احرار منزل بہ منزل

- مسئلہ ختم نبوت کو نظر انداز کر کے کوئی حکومت نہیں چل سکتی۔
- آٹھویں ترمیم کی آڑ میں امتناعِ قادیانیت آرڈی ننس کے خاتمہ کی سازش
- خلافت لائبریری ربوہ میں موجود خلافِ اسلام لٹریچر ضبط کیا جائے۔
- ربوہ کے سات ہزار مسلمان مزدوروں کا احتجاجی مظاہرہ

شیطان رشدی اور مرزا طاہر کے پتلے نذرِ آتش

## گیارہویں سالانہ شہداء ختم نبوت کانفرنس کی روئیداد

قادیانیوں کا مرکز "ربوہ" پاکستان میں صیہونی منصوبوں کی تکمیل کی آماجگاہ ہے۔ عالمی مجلس احرار اسلام گزشتہ پچاس برس سے انگریز کے خود کاشتہ پودے مرزائیت کے خلاف دینی جدوجہد میں مصروف ہے۔ ۱۹۳۴ء میں حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ اور ان کے دیگر مجلس احرار رفقاء نے قادیان میں جماعت کا شعبۂ تبلیغ "تحریکِ تحفظِ ختم نبوت" قائم کیا۔ اور وہاں تین روزہ احرار تبلیغ کانفرنس منعقد کر کے مرزائیوں کا غرور واقتدار خاک میں ملا دیا۔ پاکستان بن جانے کے بعد یہ شرف بھی مجلسِ احرارِ اسلام کو حاصل ہوا اور ۱۹۷۶ء میں مرزائیوں کے مرکز ربوہ میں جانشینِ امیرِ شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری مدظلہ نے مسلمانوں کی سب سے پہلی جامع مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ جامع مسجد احرار میں ہر سال مجلسِ احرارِ اسلام کی برپا کردہ تحریکِ تحفظِ ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں شہید ہونے والے دس ہزار شہداء کو خراجِ تحسین پیش کرنے کیلئے کانفرنس منعقد ہوتی ہے۔ ۲/۳ مارچ جمعرات جمعہ کو گیارہویں سالانہ شہداء ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس کا آغاز حسبِ سابق شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ کی رقت انگیز دعاؤں سے ہوا۔ آپ نے مجلس احرار اسلام کے مرکز کی تکمیل اور احرار جانبازوں کی جدوجہد کی کامیابی کی خصوصی دعائیں مانگیں۔ مجموعی طور پر کانفرنس کے تین اجلاس ہوئے۔

قائدِ تحریکِ ختمِ نبوت، مجلسِ احرارِ اسلام کے ناظمِ اعلیٰ سید عطاء المحسن بخاری نے اپنے خصوصی خطاب میں فرمایا: "مسئلہ ختمِ نبوت کو نظر انداز کر کے کوئی حکومت اس ملک میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ یہ امتِ مسلمہ کا بنیادی عقیدہ ہے جس کی حفاظت میں ہزاروں صحابہ کرام اور لاکھوں مسلمانوں کا خون شامل ہے۔ اس مسئلہ پر پوری دنیا کے مسلمانوں کے احساسات و جذبات یکساں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ شہداءِ ختمِ نبوت کا خون رائگاں نہیں گیا بلکہ رنگ لایا ہے۔ پاکستان میں مرزائیوں اور تمام لادین قوتوں کے خلاف جدوجہد کے پس منظر میں وہی مقدس خون موجیں مار رہا ہے۔ انہوں نے واضح طور پر کہا کہ احرار اور مسئلہ ختمِ نبوت لازم و ملزوم ہیں۔ احرار شہداءِ ختمِ نبوت کے وارث ہیں۔ انہوں نے کہا کہ شہداء کی وراثت کی حفاظت یہی ہے کہ ان کے مقدس مشن کو ہمیشہ زندہ و تابندہ رکھا جائے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں حکومتِ الٰہیہ کے قیام کے لئے ماحول پیدا کرنا ضروری ہے اور ماحول اُس وقت ہی بن سکتا ہے جب ہم اپنے دینی ماحول میں تزئین پیدا کریں۔ انہوں نے احرار کارکنوں پر زور دیا کہ وہ فکر و نظر کی پختگی کے ساتھ ساتھ عقیدہ و عمل کو بھی مضبوط کریں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کا مقصد اسلام کی حکومت کے سوا کچھ نہیں اور اسلام اپنے نفاذ کیلئے کفر زناموں کے سہاروں کا محتاج نہیں

کانفرنس سے مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان کے نائب صدر ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المومن بخاری نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "حکومت آٹھویں ترمیم کے خاتمے کی آڑ میں امتناعِ قادیانیت آرڈیننس اور تحفظِ مقامِ صحابہ آرڈیننس کو ختم کرنا چاہتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہ تو اس سازش کو کامیاب ہونے دیا جائے گا اور نہ ہی ان آرڈیننسوں میں کسی ردّ و بدل کو برداشت کیا جائے گا انہوں نے کہا کہ مرزائی ملک میں امن و امان کی صورت حال بگاڑ رہے ہیں اور پوری منصوبہ بندی کے ساتھ سیکولر حکومت کی آڑ میں اعلیٰ اور حساس عہدوں پر قبضہ کر رہے ہیں۔ ملک کے تمام اہم شعبوں کے راز اور پالیسیاں یہودیوں کو منتقل کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مرزائی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی، اسلام کے غدار اور پاکستان کی پیشانی پر بدنما داغ ہیں۔ ان کی تمام تر سرگرمیاں ملک، قوم اور دین کے منافی ہیں۔ حکومت مرزائی پارٹی کو خلافِ قانون قرار دے۔

کانفرنس کی دیگر نشستوں سے مولانا محمد اسحٰق سلیمی، مولانا اللہ یار ارشد، عبداللطیف خالد چیمہ، سید کفیل بخاری، مولانا فضل الرحمٰن احرار، جانباز مرزا، خالد مسعود گیلانی، سید طفیل احمد شاہ صاحب

حکیم محمد صدیق تارڑ، آغا غیاث الرحمٰن انجم، مولانا محمد الیاس قاسمی اور دیگر رہنماؤں اور کارکنوں نے خطاب کیا۔

ان رہنماؤں نے اپنے خطاب میں شیطان رشدی اور مرزا طاہر کی سوچ کو یکساں قرار دیا مقررین نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ پاکستان میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے غداروں، جماعت (مرزائیوں) کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کی جائے اور ان کے تمام رسائل و جرائد فی الفور بند کئے جائیں۔ خلافت لائبریری ربوہ میں ہزاروں کتابیں ایسی ہیں جن میں اللہ اور رسول کی توہین کی گئی ہے اور پاکستان کا کوئی بھی غیرت مند مسلمان انہیں برداشت نہیں کر سکتا۔ انہوں نے کہا کہ مرزائیوں کا ایسا تمام لٹریچر ضائع کیا جائے۔

کانفرنس میں متعدد قراردادوں کے ذریعہ حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ ربوہ کا نام تبدیل کر کے صدیق آباد رکھا جائے، شہداء ختم نبوت ساہی وال اور سکھر کے سزا یافتہ قادیانی مجرموں کو فی الفور سزائے موت دی جائے۔

علاوہ ازیں مرزائیوں کی ملی بھگت سے ربوہ کی بعض پہاڑیوں کو محکمہ معدنیات نے خطرناک علاقہ قرار دے دیا جس سے اُن پہاڑوں پر کام کرنے والے سات ہزار مزدوروں کے بے روزگار ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ مولانا اللہ یار ارشد جو فیصل لیبر یونین ربوہ کے صدر بھی ہیں کی قیادت میں سیاہ پٹیاں باندھے ہوئے ہزاروں مزدور سیاہ جھنڈے اٹھا کر سرگودھا روڈ پر دھرنا مار کر بیٹھ گئے۔ تین گھنٹے تک پہاڑوں پر کام بند رہا اور ٹریفک معطل رہی۔ مولانا اللہ یار ارشد نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ربوہ میں مزدوروں کے لئے کالونی اور ہسپتال تعمیر کیا جائے انہیں روزگار کا تحفظ فراہم کیا جائے اور پہاڑوں کو خطرناک علاقہ قرار دینے کا فیصلہ واپس لیا جائے۔ انہوں نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ چنیوٹ اور ربوہ کے درمیان نیا پل چناب جلد تعمیر کیا جائے ورنہ پل کی حالت انتہائی خطرناک ہونے کے باعث کسی وقت بھی شدید جانی و مالی نقصان کا اندیشہ ہے مزدوروں نے اپنے احتجاجی مظاہرہ میں سلمان رشدی اور مرزا طاہر کے پتلے بھی نذر آتش کئے۔

> تلہ گنگ میں نقیب ختم نبوت مولانا محمد معتشہ جامع مسجد سیدنا ابوبکر صدیق سے طلب کریں۔

**چیچاوطنی**
حبیب اللہ چیمہ

- گورنمنٹ کالج چیچاوطنی کے مرزائی طالب علم نے داخلہ فارم میں اپنے آپ کو مسلمان لکھا۔
- طلبہ کے احتجاج پر پرنسپل نے بلا کر مرزائی لکھوایا۔

## تحریکِ طلباء اسلام کے کارکنوں کا کامیاب تعاقب

گورنمنٹ ڈگری کالج چیچاوطنی میں سالِ اول کے مرزائی طالب علم شمائل ظہور نے کالج کے داخلہ فارم میں اپنے آپ کو مسلمان لکھا تو تحریکِ طلبہ اسلام کے کارکنوں ضیاء احمد، محمد یونس، محمد ناصر اور دیگر طلبہ وفد کی صورت میں کالج کے پرنسپل سے ملے جس کی قیادت طالب علم رہنما ضیاء احمد نے کی۔ انہوں نے اس واقعہ پر احتجاج کرتے ہوئے پرنسپل کو اس معاملہ کی قانونی حیثیت سے آگاہ کیا اور مطالبہ کیا کہ مرزائی طالب علم کو بلا کر سرزنش کی جائے اور قادیانی آرڈیننس کے تحت اُس کے فارم میں مرزائی لکھا جائے۔ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ صاحب کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے پرنسپل سے رابطہ کر کے انہیں اس مسئلہ کی دینی اور قانونی حیثیت سے آگاہ کیا اور معاملہ کا فوری نوٹس لینے کا مطالبہ کیا۔ اس پر پرنسپل نے مرزائی طالب علم کو بلا کر سخت سرزنش کی اور فارم داخلہ میں تمام کوائف درست کرا کر مرزائی لکھوایا۔

بعد ازاں تحریک طلبہ اسلام کے رہنما ضیاء احمد نے اس کامیابی پر طلبہ کے اعزاز میں ایک استقبالیہ دیا۔ تحریک تحفظ ختم نبوت چیچہ وطنی کے جنرل سیکرٹری اور احرار رہنما عبداللطیف خالد چیمہ تقریب کے مہمانِ خصوصی تھے۔ انہوں نے ضیاء احمد اور تحریکِ طلبہ اسلام کے دیگر کارکنوں کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا "الحمدللہ تحریک کی جدوجہد کامیابی سے ہمکنار ہو رہی ہے اور تحریک کے کارکن تعلیمی اداروں میں مرزائیوں پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مرزائی اپنی سازشوں میں کبھی کامیاب نہ ہو سکیں گے۔

تحریک طلبہ اسلام کے رہنما ضیاء احمد نے کہا کہ نوجوان عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کیلئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے اور شہداء ختم نبوت کے مشن کو زندہ رکھیں گے۔

## مکتوب برطانیہ

محمد اکرم راہی سے

# • ملعون رشدی پولیس کی حفاظت میں پاگلوں کی سی زندگی بسر کر رہا ہے

# • برطانیہ میں اس کی رنگین داستانیں زبان زد عام ہیں

عالم اسلام کی طرح برطانیہ میں بھی شیطانی ہفوات کے ملعون مصنف شیطان رشدی کے خلاف احتجاجی تحریک جاری ہے۔ یہ ملعون ١٩٤٧ء میں بمبئی میں پیدا ہوا۔ اور تیرہ سال کی عمر میں برطانیہ آ گیا۔ یہاں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ ایک انگریز لڑکی سے شادی رچائی۔ مگر اپنی شیطانی ہوس کی تسکین کے لئے گندگی میں منہ مارتا رہا۔ کچھ عرصہ بعد میاں بیوی الگ کر علیحدہ ہو گئے۔ پھر اس نے ایک امریکی لڑکی سے شادی کی۔ اس کے خاندان کے کچھ افراد کراچی پاکستان میں مقیم ہیں۔ آوارگی اور بدمعاشی اس کی سرشت میں شامل ہے۔ برطانیہ میں اس کی رنگین داستانیں زبان زد عام ہیں۔ اور یہ شخص جنسیت کا مریض ہے۔ برطانیہ کے اکثریتی اشاعتی اداروں پر یہودیوں کا تسلط ہے۔ یہودی اور عیسائی مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں انہیں ایک ایسے شیطان کی ضرورت تھی جو سیکولرازم کی آڑ میں ان کے مذموم مقاصد کی تکمیل کر سکے۔ شروع شروع میں اس نے کچھ ناول لکھے۔ مگر انہیں اتنی پذیرائی نہ ملی۔ تب یہودی لابی نے اس کی مکمل پشت پناہی اور سرپرستی کی۔ اس کی کتابوں کی اشاعت میں بھرپور تعاون کر کے عروج پر پہنچایا۔ اس شیطان ملعون کے حوصلے مزید بلند ہو گئے۔ اس نے اپنے پرانے ناولوں میں بھی اسلام اور شعائر اسلام کا تمسخر اڑایا۔ مگر اپنے تازہ ناول میں جس ظالمانہ انداز میں خداؐ، رسولؐ اور ازواج مطہرات اور صحابہؓ کی توہین کی وہ مسلمان تو کجا کسی بھی شریف آدمی کے لئے ناقابل برداشت ہے۔

"شیطانی ہفوات" "STANC VERSES" ٢٦ ستمبر ١٩٨٨ء کو لندن کے ایک یہودی ادارے نے شائع کی۔ اس میں ملعون رشدی اپنے اصل روپ میں سامنے آیا اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ دراصل وہ یہودیوں اور عیسائیوں کا بالتو اور ایجنٹ ہے۔ یہودیوں نے ایک کتاب پر اسے ٣٦ ہزار ڈالر کا انعام بھی دلوایا۔ شیطانی ہفوات کے شائع ہوتے ہی دنیا بھر کے مسلمانوں میں غم و غصہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اور وہ مجسم احتجاج بن گئے۔

برطانیہ میں مقیم مسلمانوں کی تعداد ٢٠ لاکھ سے زائد ہے۔ اور ان میں سب سے زیادہ تعداد پاکستانیوں کی ہے جو ٣ لاکھ سے متجاوز ہے۔ جس دن سے کتاب شائع ہوئی ہے یہاں کے مسلمان انگاروں پر لوٹ رہے ہیں۔ چھ ماہ سے احتجاجی تحریک جاری ہے۔ برطانیہ کی تاریخ میں مسلمانوں کا سب سے بڑا احتجاجی مظاہرہ ہوا اور بیس ہزار

سے زائد مسلمانوں نے چار میل کا فاصلہ تین گھنٹوں میں طے کیا۔ برطانوی پارلیمنٹ کے ممبران سے علماء کے وفود مل رہے ہیں۔ جب انہیں کتاب کے مندرجات دکھائے جاتے ہیں تو وہ بھی برملا اعتراف کرتے ہیں کہ "رشدی نے بہت ہی گھٹیا ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے اور اپنے سیکولرازم کے اظہار کے لئے تاریخ کے ساتھ بددیانتی کی ہے۔"

۵۷۰ صفحات کی اس کتاب میں باب ماہانڈ کے ۷۰ صفحات میں اس ملعون شیطان نے اسلام کے خلاف جو بیہودہ ہفوات بکی ہیں۔ اور قلم کی پستیاں اتنی متعفن ہیں کہ انسانی روح کانپ اٹھتی ہیں۔ ہم نے کئی انگریزوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "رشدی نے قلم کے تقدس کو پامال کر کے ایسے غلاظت سے آلودہ کیا ہے۔ یہ ملعون رشدی سیکولرازم کا بھی جھوٹا پرچارک ہے۔ تلافی کے لئے بھی اخلاقی قدریں موجود ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ شخص جاہل مطلق ہے اور یہودیوں نے اس کے ذریعے اسلام کے خلاف اپنے بغض و انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کیا ہے۔ اگر اس نے یورپین رائٹرز کے افکار و نظریات کا مطالعہ ہی کیا ہوتا تو وہ یہ خرقلم سے گندگی نہ اگلتا۔ حالانکہ ۱۸۴۰ء میں اسی یورپ میں مسٹر ٹامس کارلائل پیدا ہوا۔ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کا ہیرو قرار دیا۔ اور پھر مائیکل ہارٹ نے بھی اعلان کیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تاریخ کے واحد سب سے بڑے انسان ہیں۔ اسی طرح تقریباً تمام یورپین رائٹرز نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور آپ کے برپا کردہ انقلاب سے شدید متاثر ہوئے۔

ملعون رشدی نے اخبارات اور ٹیلی ویژن پر اپنے ایک بیان میں کہا کہ اس نے مذہب اور الہام کے بارے میں ایک سیکولر آدمی کا نقطۂ نظر بیان کرنے کی کوشش کی ہے" حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی تاریخ کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔

ان دنوں خصوصاً یہودی لابی اور دیگر اسلام دشمن قوتیں ملعون رشدی کا تحفظ کر رہی ہیں۔ حالانکہ وہ مسلمانوں کی نفرت سے بچ نہیں سکتا وہ پولیس کے ایک دستہ کی مصنوعی حفاظت میں پاگلوں کی سی زندگی بسر کر رہا ہے موت کے تاریک اور خوفناک سناٹوں سے خوفزدہ ہے۔ اسے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ مسلمان کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو لیکن اسلام کے تحفظ کے معاملہ میں پوری دنیا کے مسلمانوں کی سوچ ایک ہے اور وہ اس قدرِ مشترک پر ایک اکائی ہیں ——

ان شاء اللہ دشمنان اسلام اپنے انجام بد کو پہنچیں گے اور ان پر اللہ کا قہر و جبر ضرور نازل ہوگا۔

---

ونہاڑی اور گڑھا موڑ میں نقیبِ ختمِ نبوت کا تازہ شمارہ صوفی محمد یوسف مدرسۃ العلوم الاسلامیہ گڑھا موڑ سے طلب فرمائیں

ملتان
نمائندہ خصوصی

- ۱۰ویں سالانہ امیر معاویہؓ کانفرنس سے سید عطاء المحسن بخاری اور علامہ خالد محمود کا خطاب

- یوم معاویہؓ پر احرار کارکنوں کا جلوس

- ملعون رشدی کے خلاف احتجاجی جلسہ

- ۶۵ء کے ہیرو ایم ایم عالم کی سید عطاء المومن بخاری سے اہم ملاقات

عالمی مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل سید عطاء المحسن بخاری نے [illegible] دار بنی ہاشم میں اجتماع جمعہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملعون زمانہ مصنف شیطان رشدی اس تماشہ کا پہلا آدمی نہیں ہے۔ نام نہاد ترقی پسندوں اور بائیں بازو کے جغادری دانش وروں نے ادب، ثقافت اور تاریخ و تحقیق کے نام پر ہمیشہ گمراہ کن تخلیق کی ہے۔ دینی اقدار، اصول، اعتقادات، روایات، شعائر، اساسیات اور شخصیات پر اسلوبیات اور لسانیات کی آڑ میں اپنے گندے دماغوں کی سڑاند سے صفحوں کے صفحے متعفن کئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آوارگی، آزادی، بے غیرتی اور الحاد و اباحیت کی مذموم فضا میں پلنے والے ہمیشہ سیکولر، ملحد، یہودی، اشتراکی اور سرمایہ دار لابیوں کے آلۂ کار رہا کرتے ہیں۔ اصول و اعتقادی پابندی اور اطاعت سے انحراف و بیزاری کی عالمگیر تحریک کی محرک یہی دین دشمن لابیاں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ محض ہلڑ بازی کو احتجاج نہیں کہا جا سکتا۔ احتجاج کے نام پر اپنی مطلب برآری کرنے والے موقع پرستوں سے بھی ہوشیار رہنا ہوگا۔

اسلام دینِ فطرت بھی ہے اور دینِ غیرت بھی —! غیرت، انسانی شعور کی توانائی کا نام ہے۔ اس لئے ہذیان بکواس کے سہارے اظہار خیال کرنے والے حیوانی شعور کے مالک ہیں۔ فسادِ قلب و نظر اور روح کے کوڑھ میں مبتلا بے غیرتوں کا علاج غازی علم الدین شہید جیسے دیوانگان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے ہیں۔ سید عطاء المحسن بخاری نے کہا کہ ازواج مطہرات، صحابہ کرام اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ قدسیہ کے متعلق بکواس نے دنیا کی تاریخ میں سب سے پہلے رافضی گروہ کے لٹریچر میں جگہ پائی۔ آج بھی یہ گروہ اس فکری حرام کاری اور مذہبی تخریب کاری میں پیش پیش ہے۔ سلمان رشدی کی بکواسیات کا مآخذ بھی رافضی لٹریچر ہے۔ اور اس لٹریچر کا ناطقہ بند کرنے میں "صحابہ آرڈی ننس" بھی پاکستان میں ناکام رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملعون رشدی کی ناپاک جسارت پر

نا پاہوں نے ذا نے پاکستان کے رشدیوں اور دیرینہ شاتمین رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور شاتمین صحابہؓ کے خلاف بھی سرگرم عمل ہوجائیں۔ انہوں نے کہا کہ ملعون رشدی ایسے بد معاشوں اور بین الاقوامی سازشیوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرنا دینی غیرت کا تقاضا بھی ہے اور فریضہ بھی!

ملعون رشدی کے خلاف چوک گھنٹہ گھر میں ایک احتجاجی مظاہرہ سے ابن امیر شریعت سید عطاء المومن بخاری نے خطاب کیا۔ اور سانحہ اسلام آباد کے ذمہ دار افراد کو کیفر کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کیا۔ اسی طرح چوک عثمان غنیؓ منظور آباد کے احتجاجی جلسہ سے سید محمد کفیل بخاری نے خطاب کیا۔

وسط فروری میں برطانیہ کے ممتاز عالم مولانا محمد عیسیٰ منصوری پاکستان کے دورے پر آئے تو سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ سے ملاقات کے لئے ملتان بھی تشریف لائے۔ آپ نے دار بنی ہاشم میں قیام فرمایا۔ اس دوران ملتان کے دینی مدارس جامعہ خیر المدارس اور مدرسہ قاسم العلوم کا معائنہ بھی کیا۔ مختلف علماء سے ملاقاتیں کیں۔ اور تبادلہ خیال کیا۔ آپ نے بتایا کہ برطانیہ کے مسلمان شیطان رشدی کے خلاف منظم جدوجہد میں مصروف ہیں۔ دار بنی ہاشم میں دانشوروں کی ایک مجلس میں اظہار خیال کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ برصغیر کے مسلمانوں پر ہندوازم کا گہرا اثر ہے اور اسی وجہ سے یہاں کا مسلمان شخصیت پرستی کا شکار ہے۔ انہوں نے کہا کہ یورپ میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے اور وہاں کا معاشرہ مفاد پرستی کے بندھنوں سے آزاد ہو کر سکون وراحت کے لئے دین فطرت اسلام کی آغوش میں آنے کو ترجیح دیتا ہے۔ انہوں نے اس امر پر اطمینان کا اظہار کیا کہ مجلس احرار اسلام کے کارکن سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کی قیادت میں پاکستان میں حکومت الہیہ کے قیام اور قادیانیت کی بیخ کنی کے لئے مخلصانہ جدوجہد میں مصروف ہیں۔ انہوں نے کہا کہ برطانیہ میں شاہ صاحب کی سرپرستی میں یوکے ختم نبوت مشن بھی سرگرم عمل ہے۔ ان شاء اللہ قادیانی جدوجہد احرار کے مقابلے میں شکست سے دوچار ہوں گے۔

مولانا دو روزہ قیام کے بعد لاہور کے راستے بھارت کے تبلیغی دورے پر روانہ ہوگئے۔

۲۴ فروری کو دار بنی ہاشم میں مجلس احرار اسلام ملتان کے زیر اہتمام ۲۸ ویں سالانہ امیر معاویہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس سے ممتاز اسکالر ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب اور سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ نے خطاب فرمایا۔

سید عطاء المحسن بخاری نے اپنے صدارتی خطبہ میں فرمایا کہ امیر المومنین خلیفہ راشد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صف صحابہؓ کے عظیم سرخیل اور سالار تھے۔ سیدنا معاویہؓ عالم اسلام کی ان چند ہستیوں میں سے ایک ہیں جن کے احسانات سے امت مسلمہ کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ وہ آخری شخصیت تھے جن کی ذات میں خلافت راشدہ اور خلافت

صحابہ کی دونوں لازوال خصوصیات جمع ہوگئی تھیں۔ عصر حاضر میں ان پر تنقید کرنے والے نام نہاد نقاد اور بنا ہستی مسلمان اپنے ایمان کی تجدید کریں۔ اور اللہ سے توبہ کرکے دربار مقدس صحابہ کرام کے استغاثہ سے بچیں۔

حضرت شاہ جی مدظلہ نے فرمایا کہ اللہ نے تمام صحابہ کرام سے حسن آخرت کا وعدہ فرمایا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ایمان کی تصدیق کی ہے جبکہ ناقدین معاویہؓ کے اپنے ایمان کا کوئی گواہ نہیں، انہوں نے کہا کہ مشاجرات صحابہ کو حق و باطل کا معرکہ قرار دینا اور پھر صحابہ کے کسی ایک گروہ کو باطل کہنا ایمان کی کجی عقل کی عیاری اور سراسر جہالت ہے۔ انہوں نے ناقدین صحابہ سے سوال کیا کہ وہ علیؓ و معاویہؓ اور حسنؓ و معاویہؓ کی صلح کو کیا کہیں گے؟ کیا حق اور باطل نے نعوذ باللہ قرمی اتحاد یا ایم آر ڈی بنا لی تھی؟ سید عطاء المحسن بخاری نے نام نہاد حق پرستوں پر افسوس کا اظہار کیا جو اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے صحابہ کے ایمان میں شک کرتے ہیں اور انہیں باغی قرار دیتے ہیں حالانکہ صحابہ کو ایسا کہنے والے خود باغی اور فسادی ہیں صحابہ سب کے سب معیار حق ہیں

کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ممتاز اسکالر علامہ ڈاکٹر خالد محمود نے کہا کہ خلیفہ ششم راشد و عادل سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منظور نظر تھے انہوں نے برس ہا برس کتابت وحی کے نازک فرائض انجام دیئے اور حضور سے بے شمار دعائیں لیں سیدنا معاویہ سیاست نبوی کی تفسیر مجسم اور سیاست شرعیہ کے مظہر کامل تھے تدبر و فراست اور سیاست و سیادت میں ان کی اپنی روایات اور خصوصیات تھیں ان کے والد حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو نبی پاک نے والی یمن مقرر فرمایا حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی والی شام مقرر فرمایا اور دور فاروقی میں ان کی وفات پر انہی کے چھوٹے بھائی سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم کو والی شام مقرر کیا گیا سیدنا امیر معاویہ وہ عظیم المرتبت صحابی ہیں جنہوں نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی اپنی قائدانہ صلاحیتوں کا لوہا منوایا اور جن کے متعلق سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی خبردار! معاویہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرنا جماعت صحابہ کرام میں سیدنا معاویہ کا احترام اور نگاہ نبوۃ میں ان کا مقام ان کی عظمت و عبقریت اور شرف و کمال کی سب سے بڑی دلیل ہے سیدنا معاویہ کا دور حکومت تاریخ اسلام کا درخشاں دور ہے ان کی خلافت خلافت راشدہ ہے انہوں نے امام مظلوم سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لیا تاریخ اسلام میں سب سے پہلا بحری بیڑہ تیار کیا قبرص روڈس صقلیہ اور سوڈان جیسے اہم ممالک فتح کیے انہوں نے قیصر روم کو اس وقت دھتکارا جب اس کا تصور بھی محال تھا مسلمانوں میں جہاد کو از سر نو زندہ کیا امت رسول کو برسوں کے باہمی خلفشار کے بعد ایک جھنڈے تلے جمع کرنا سیدنا معاویہ کا وہ بے مثال کارنامہ ہے جس کی نظیر پوری اسلامی تاریخ میں نہیں ملتی ان کی شان صحابیت اور قائدانہ صلاحیت کا یہ عظیم مظاہرہ انہیں قیامت تک کے مسلمانوں کا رہبر و رہنما ثابت کرتا ہے۔

علامہ خالد محمود نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اپنے بہت ہی پیارے نواسے امیر المؤمنین خلیفہ

پنجم سیدنا حسنؓ مجتبیٰ کے متعلق یہ بشارت دی کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور یہ عنقریب مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا اس حدیث میں "عظیم گروہ" کا لفظ بتاتا ہے کہ باغی نہیں، اس لیے سیدنا معاویہؓ یا سیدنا علیؓ میں سے کسی کو باغی کہنا حدیث کا انکار اور مقام صحابہ کی توہین ہے

کانفرنس کے اختتام پر خلیفۂ راشد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں خراج تحسین پیش کرنے کے لیے دار بنی ہاشم سے احرار کارکنوں کا ایک بڑا جلوس برآمد ہوا جو چوک کچہری سے ہوتا ہوا چوک گھنٹہ گھر پہنچ کر ختم ہوا۔ جلوس کے اختتام پر ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری نے فرزندانِ اہل سنت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ انبیاء کے بعد صحابہ کرام ہی معیارِ حق و صداقت ہیں۔ امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کا گستاخ بے دین اور مستوجب سزا ہے۔ ملک میں صحابہ کرامؓ کے متعلق ناپاک خیالات کا اظہار کرنے کے لیے دین دشمن طاقتوں نے اپنے ایجنٹ پھیلا رکھے ہیں۔ آئے روز تحریر و تقریر کے سہارے بغض صحابہؓ کا بازار گرم کیا جا رہا ہے۔ لیکن اسے اب برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

شرکاء جلوس نے چوک کچہری اور چوک گھنٹہ گھر میں اپنے مطالبات کے حق میں زبردست احتجاجی مظاہرہ بھی کیا۔ اس موقع پر مطالبہ کیا گیا کہ تحفظ مقام صحابہ آرڈیننس فی الفور نافذ کیا جائے۔ خلیفہ ششم سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے یوم وفات پر سرکاری ذرائع ابلاغ پر خصوصی پروگرام نشر کیے جائیں۔ سیدنا امیر معاویہ کی شخصیت و کردار، مقام و منصب اور افکار و تعلیمات کو اجاگر کرنے کے لیے نصاب تعلیم میں فوری تبدیلیاں کی جائیں۔ صحابہ کرامؓ کے گستاخ قلم کاروں اور مقرروں کا ہر سطح پر فوری تعاقب اور احتساب کر کے مفسدہ پردازوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے ۔۔۔ جلوس سے عالمی مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنماؤں مولانا محمد اسحاق سلیمی، سید محمد کفیل بخاری اور انجمن سپاہ صحابہؓ ملتان کے جنرل سیکرٹری مولانا سلطان محمود ضیاء نے بھی خطاب کیا۔ مقررین نے کہا کہ دفاع صحابہ کا یہ مشن اب پوری ایمانی غیرت سے آگے بڑھایا جائے گا۔ اور حکومت کو مومنین اہل سنت کی ملک گیر تحریک کی بات ماننا ہوگی۔ مقررین نے مطالبہ کیا کہ گستاخ انبیاء کو موت اور گستاخ صحابہ کو کوڑوں کی سزا دے کر حکم نبویؐ پورا کیا جائے۔ تاکہ مسلمانوں کو نظریاتی تحفظ کا احساس ہو اور پاکستان کا اسلامی تشخص ایک زندہ حقیقت بن کر ابھرے۔

۶ مارچ کو دار بنی ہاشم میں ۱۹۹۵ء کی جنگ کے ہیرو ایئر کموڈور ایم ایم عالم تشریف لائے آپ کے استقبال کے لیے ابن امیر شریعت سید عطاء المؤمن بخاری، سید محمد کفیل اور مجلس احرار اسلام کے دیگر کارکن موجود تھے جناب ایم ایم عالم کے ساتھ تقریباً ایک گھنٹہ نشست رہی انہوں نے سید عطاء المؤمن بخاری صاحب سے بڑی تفصیل کے ساتھ ملکی اور بین الاقوامی حالات پر تبادلہ خیال کیا پاکستان میں نفاذ اسلام کی جدوجہد اور جہاد اسلامی افغانستان ان کے اہم موضوع تھے۔

جناب ایم ایم عالم ایک جرأت مند اور راسخ العقیدہ مسلمان ہیں انہوں نے دورانِ گفتگو فرمایا کہ اسلام میں شخصیت پرستی کا کوئی تصور نہیں اسلام صرف خدا پرستی کا حکم دیتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا چاہتا ہے انہوں نے سید عطاء المومن بخاری صاحب کی اس بات سے مکمل اتفاق کیا کہ پاکستان میں نفاذ اسلام کی جدوجہد کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے موجودہ نظامِ حکومت میں بنیادی تبدیلیوں کی ضرورت ہے سب سے اہم تبدیلی انتخابات میں امیدوار کے لیے شرائطِ اہلیت کا تعین ہے۔

جناب ایم ایم عالم ہفتہ بھر ملتان میں رہے اور اپنی مجلسوں میں نوجوانوں کے دلوں میں جذبۂ ایمان بیدار کرتے رہے

★ جلال پور پیر والا ——————— عبدالرحمٰن جامی نقشبندی

## • حکومت الٰہیہ کا قیام خلفائے راشدین کے طرز حکومت کو اپنائے بغیر ممکن نہیں

## • شہدائے ختم نبوّت کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے

مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی نائب صدر ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المومن بخاری مدظلہ گزشتہ دنوں دارالعلوم موسویہ جلال پور پیر والہ کے جلسہ پر تشریف لائے۔ اس موقع پر آپ نے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ آج مسلمان سیاسی اور معاشی میدان میں اس لئے ناکام ہیں کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو چھوڑ کر کافرانہ طرز حیات کو اپنالیا۔ اور اسلام کو مکمل ضابطۂ حیات کہتے ہوئے بھی دوسرے مشرکانہ نظاموں میں دلچسپی لینا شروع کر دی۔ حصولِ اقتدار زندگی کا سب سے بڑا مقصد ٹھہرا۔ انہوں نے کہا کہ اگر پاکستان کی دینی جماعتیں اور سیاست دان صرف اور صرف نفاذ اسلام کی جدوجہد کرتے تو آج ایک عورت ان پر حکمران نہ بنتی علمائے کرام اور دینی جماعتیں ۱۹۷۳ء کے آئین کی بحالی کے لئے تو جدوجہد کرتے رہے مگر نفاذ اسلام کے لئے کوئی محنت نہ کی۔ آج اسی آئین کے تحت عورت حکمران ہے۔ کیونکہ ۷۳ء کے آئین میں حکمران کے مرد ہونے کی شرط موجود نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر علماء کرام اور دینی سیاسی جماعتیں پورے جمہوری نظام کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں تو کامیابی یقینی ہے۔

حکومت الٰہیہ کا قیام اور شریعت مصطفےٰ کا نفاذ خلفاء راشدین کے طرز حکومت و سیاست کو اپنائے بغیر ممکن نہیں۔

سید عطاء المومن بخاری صاحب نے قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی غیر قانونی سرگرمیوں پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا

کہ قادیانی تبلیغ کے نام پر ارتداد پھیلا رہے ہیں۔ سادہ لوح مسلمان نوجوانوں کو ملازمت کا جھانسہ دے کر جرمنی اور برطانیہ پہنچا رہے ہیں، اس طرح انہیں قادیانی بنایا جا رہا ہے۔ ربوہ سے قادیانیوں کے تمام جرائد و رسائل شائع ہو رہے ہیں ایک غیر مسلم اقلیت اسلامی شعائر و اصطلاحات استعمال کر کے اپنے آپ کو غیر قانونی طور پر مسلمان ظاہر کر رہی ہے اس کے ساتھ ساتھ حکومت نے سیاسی قیدیوں کی آڑ میں قاتلوں اور ڈاکوؤں کو بھی رہا کر دیا ہے جس کا فائدہ ان مرزائی قاتلوں کو بھی ہوا۔ جنہوں نے ساہیوال میں دو مسلمانوں اور سکھر میں دو مسلمانوں کو شہید کر دیا تھا۔ ان قاتلوں کو سزائے موت سنائی جا چکی تھی۔ لیکن موجودہ حکومت کی مہربانی سے وہ سزا سے بچ گئے ہیں۔

سید عطاء المومن بخاری صاحب نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ملک میں قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی تخریبی سرگرمیوں کا نوٹس لیا جائے اور ساہیوال و سکھر کے مرزائی قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ جلسہ کی صدارت استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی ابو سفیان حافظ گل محمد قادری نقشبندی نے کی۔ قاری محمد اسماعیل صاحب (مدرس دارالعلوم سوسویہ) نے تلاوت فرمائی۔ اور حافظ محمد اکرم صاحب نے منقبت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پڑھی۔

میلسی
نمائندہ خصوصی

## دینی قوتیں متحد نہ ہوئیں تو تاریخ انہیں مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کرے گی

## آٹھویں ترمیم کے خاتمے کی آڑ میں ملک کو سیکولر سٹیٹ بنانے کی سازش کی جا رہی ہے

عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان کے جنرل سیکرٹری سید عطاء المحسن بخاری گزشتہ دنوں ضلع وہاڑی کے تنظیمی دورہ پر تشریف لائے۔ اس دوران آپ نے علاقائی جماعتوں کی کارکردگی کا جائزہ لیا۔ مختلف وفود سے ملاقاتیں کیں اور اجتماعات سے خطاب کیا۔ آپ نے مدرسہ خدام القرآن میلسی میں ایک پریس کانفرنس میں اخباری نمائندوں سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا۔ دینی متحدہ محاذ موجودہ حالات کا سب سے اہم تقاضا ہے۔ علماء اگر اب بھی متحد نہ ہوئے تو تاریخ انہیں مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کر دے گی۔ انہوں نے کہا کہ علماء کو دین کی بقا اور دینی بنیاد پرست حکومت کے قیام کے لئے اپنے ماحول کا پوری طرح جائزہ لینا ہوگا۔ اور جدوجہد کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے ماحول تیار کرنا ہوگا۔ دینی جماعتوں کے بزرگ مخلص اور ایثار پیشہ کارکنوں کی لازوال قربانیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تجزیہ کریں اور مستقبل کا واضح اور مضبوط پروگرام دیں۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت اور سیاسی جماعتیں مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ امریکی اور یورپی سیکولرازم کو

پاکستان میں امپورٹ کررہی ہیں اور اس کے لئے تمام ذرائع ابلاغ وقف کر دیئے گئے ہیں۔ تاکہ اسلام کے نام پر حاصل کی گئی ریاست کبھی بھی اسلام کا گہوارہ نہ بن سکے۔ انہوں نے کہا کہ حکمران، سیاست دان اور بیورو کریٹس انہی افرادی قیادتوں کے ہاتھوں مجبور ہو کر سیکولرازم کو پاکستان کا مقدر بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ مجلس احرار اسلام کا پلیٹ فارم تمام طبقات کے علماء کرام کے لئے حاضر ہے۔ ہم پوری قوت سے سیکولر پاکستان کی مزاحمت کریں گے۔ انہوں نے عوام سے اپیل کی کہ وہ اپنی محبتوں کا مرکز خود اسلامی پاکستان کو بنائے، سیکولر پاکستان کو نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر سابقہ حکمرانوں نے عوام سے دھوکہ نہ کیا ہوتا تو آج کا پاکستان ۱۹۴۷ء میں قربانی دینے والے مسلمانوں کی آرزوؤں اور تمناؤں کا شاہکار ہوتا۔ لیکن یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ یہاں اسلام کے نام پر حاصل کئے گئے ملک میں اسلام کو متنازعہ بنانے کی سازشیں ہوتی رہیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ انہوں نے کہا کہ مرکزی حکومت آٹھویں ترمیم کے خاتمے کی آڑ میں مرزائیوں رافضیوں اور تمام بے دینوں کو کھلی چھٹی دینا چاہتی ہے۔ امتناع قادیانیت آرڈی ننس اور تحفظ مقام صحابہ آرڈی ننس کو بھی ختم کرنا چاہتی ہے۔ انہوں نے خبردار کیا کہ اگر ان مسائل کو چھیڑا گیا تو زبردست تحریک چلائی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ بیگم بے نظیر جس خود مختاری اور مطلق آمریت کی خواہش مند ہیں۔ وہ کسی خطرناک مستقبل کا الارم ہے، جو پوری قوم اور اس کے پیچھے پاکستان کے ساتھ بدترین مذاق ہے۔ انہوں نے کہا کہ ۱۹۷۳ء کے آئین میں بھی وزیراعظم ایک آمر مطلق کی حیثیت سے ابھرتا ہے، جو ملک و ملت کے لئے شدید نقصان دہ ہے۔ صدر اور وزیراعظم کے اختیارات میں توازن ضروری ہے۔ اسی عدم توازن نے ملک کو مسائل میں جکڑ کر رکھ دیا ہے۔ آٹھویں ترمیم میں یہ توازن موجود ہے جبکہ اس کے خاتمے کے نتیجہ میں وزیراعظم سیاہ و سفید کا مالک بن جائے گا۔

## • پیپلز پارٹی کوئی مرد سامنے لائے

## • پنجاب سے محاذ آرائی تعصبات کو جنم دے گی

گڑھا موڑ
نمائندہ خصوصی

عالمی مجلس احرار اسلام کے جنرل سیکرٹری سید عطاء المحسن بخاری ضلع وہاڑی کے تنظیمی دورہ کے دوران بخاری گڑھا موڑ بھی تشریف لائے۔ آپ نے مقامی دفتر احرار میں کارکنوں سے تبادلہ خیال کیا اور مدرسۃ العلوم الاسلامیہ میں ایک پرہجوم پریس کانفرنس سے بھی خطاب کیا۔ اس موقع پر مولانا محمد اسحاق سلیمی اور رنگین خان خٹک کے علاوہ احرار کارکنوں کی کثیر تعداد موجود تھی۔ آپ نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ مرکز اور پنجاب کی موجودہ کشمکش ختم ہونی چاہیئے۔ یہ کسی بھی قیمت

پر ملک وقوم کے لئے مفید نہیں۔ مرکزی حکومت صوبائی خود مختاری کو بحال کرنے سے گریز کرے۔ ایک پنجاب باقی رہ گیا ہے جس کا دل سمندر ہے۔ وہ سب کچھ برداشت کر رہا ہے۔ ورنہ دوسرے تمام صوبوں میں لسانی اور گروہی تعصبات کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ اگر خدانخواستہ پنجاب میں ایسی صورتحال پیدا ہو گئی تو پھر کوئی حکومت کامیاب نہ ہو سکے گی اور کبھی امن قائم نہ ہو سکے گا۔ حالیہ ضمنی انتخابات کے نتائج سے مرکزی حکومت کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ انہوں نے اخبار نویسوں سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ ترقیاتی فنڈز صوبوں کو آبادی کے لحاظ سے دیئے جائیں۔ تاکہ موجودہ صوبائیت پرستی کی فضا ختم ہو سکے۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ عورت کی حکمرانی جمہوریت میں جائز ہے، اسلام میں نہیں۔ پاکستان اسلامی ملک ہے۔ اس لئے پیپلز پارٹی مقابلہ کے لئے مرد سامنے لائے۔ اس سے خود پیپلز پارٹی اور اس کے مخالفوں کو سیاست کرنے میں آسانی ہوگی۔

علاوہ ازیں گڑھا موڑ کے احرار کارکنوں کے ایک اجلاس میں شیطان رشدی کی کتاب کے خلاف زبردست احتجاج کیا گیا۔ مولانا محمد اسحاق سلیمی اور مقامی احرار رہنما رنگین خان خٹک نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ سانحہ اسلام آباد کے اصل کرداروں کو منظر عام پر لا کر عبرتناک سزا دی جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہرات کے خلاف ملک میں چھپنے والے گمراہ کن لٹریچر کو ضبط کیا جائے۔

میانوالی سے

حامد سراج

# شیطانی ہفوات کے خلاف احتجاجی جلسے جلوس اور ہڑتال

---

ملعون شخص سلمان رشدی کی رسوائے زمانہ کتاب "شیطانی ہفوات" کی اشاعت سے پورا عالم اسلام سراپا احتجاج بن گیا۔ سانحہ اسلام آباد کے بعد پاکستان کے تمام شہروں میں احتجاج کی لہر دوڑ گئی اور ایک ادنیٰ گنہگار مسلمان سے لے کر عابد و زاہد سب تڑپ اُٹھے۔ ضلع میانوالی کے مختلف شہروں پپلاں کلورکوٹ علووالی، کندیاں، داؤدخیل اور عیسیٰ خیل میں علماء اور عوام نے کتاب کی زبردست مذمت کی۔ اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی سطح پر امریکہ اور برطانیہ پہ دباؤ ڈالکر کتاب کی اشاعت کو رکوائے اور ملعون مصنف کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے مسلمانوں کی اجتماعی آواز کا ساتھ دے۔ ضلع بھر میں مسلمانوں نے احتجاج کے طور پر زبردست ہڑتال کی اور تمام کاروبار زندگی معطل رہا۔

علووالی شہر میں مولانا محمد قاسم صاحب نے اجتماع جمعہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شیطان نے مسلمانوں

کی ایمانی غیرت کو چیلنج کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اصحاب و ازواج رسول علیہم السلام والرضوان کی توہین کی جا رہی ہے۔ دینی شعائر اور تہذیب و روایت کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کے لئے اس سے بڑا امتحان اور کیا ہو سکتا ہے کہ یہ سب خرافات ان کے سامنے بکی جا رہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ملعون مصنف جاہل مطلق ہے۔ اگر اس نے صدق دل سے یورپین تاریخ اور لٹریچر کا مطالعہ ہی کیا ہوتا تو وہ ہرگز یہ ہزیان نہ بکتا۔ کیونکہ یورپ کے بڑے بڑے مؤرخوں اور راویوں نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اور ازواج کو زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے۔ وہ ہزار کوشش کے باوجود ان مقدس ہستیوں کے خلاف کچھ کہنے سے قاصر رہے۔ اس لئے کہ انہیں ان پاکیزہ ہستیوں کے خلاف کہنے کے لئے کچھ نہ ملا اور وہ ان کے کردار کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ ملعون مصنف خود بدکردار شخص ہے۔ اس لئے اس کا قلم و دہن غلاظت اگل رہا ہے۔

موتی مسجد میانوالی شہر میں مولانا محمد رمضان نے بھی احتجاجی اجتماع سے خطاب کیا۔ شہر بھر میں مکمل ہڑتال رہی اور زبردست پرامن مظاہرہ کیا گیا۔

انجمن تاجران علاوالی کا اجلاس جناب غلام سجاد کی صدارت میں ہوا۔ جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء بھی شریک ہوئے۔ مولانا دین محمد مولانا نور محمد مولانا سلطان محمود مولانا علی نواز اور انجمن تاجران کے تمام ارکان نے متفقہ طور پر قرارداد مذمت پیش کی۔

کندیاں میں غوثیہ مسجد کے مولانا نذیر احمد بلال مسجد کے حافظ محمد یونس لوکو شیڈ مسجد سے مولوی محمد سلطان اور ریلوے مسجد سے مولانا غلام خواجہ نے فیصل چوک میں ایک بڑے احتجاجی جلسے سے خطاب کیا۔

ضلع بھر میں مختلف احتجاجی جلسوں اور جلوسوں سے علماء طلباء اور نوجوانوں نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج پھر تاریخ نے راجپال کے لئے غازی علم دین شہید کو پکارا ہے۔ آج پھر مسلمانوں کے ایمانوں کو چیلنج کیا گیا ہے۔ شیطان ملعون اور رسوائے زمانہ وائیکنگ پبلیکیشنز یہ بھول گئے کہ مسلمان آج بھی زندہ ہیں۔ ان کے دل ایمان سے منور ہیں وہ شعلے سرد نہیں ہوئے اور وہ روشنی بجھائی نہیں جا سکتی جو آج سے چودہ سو برس قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دلوں میں سلگائی تھی۔ آج ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے لئے ہر دل بے چین اور ہر آنکھ شعلہ بار ہے۔ نبی اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ کرام اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم ایسی پاکیزہ ہستیوں پر کوئی کمینہ صفت انسان کیچڑ اچھالے اور مسلمان خاموش و بے حس رہیں ناممکن ہے۔ اس وقت پوری دنیائے اسلام سراپا احتجاج ہے۔ کوئی اسلامی ملک ایسا نہیں جہاں کے مسلمانوں نے اپنی جرأت ایمانی کا ثبوت نہ دیا ہو۔

ضلع بھر کے مسلمانوں نے متفقہ طور پر مطالبہ کیا کہ (۱) ملعون مصنف کو کسی بھی اسلامی حکومت کے حوالے کر دیا جائے یا برطانوی حکومت اسے سزا دے۔ (۲) وائیکنگ پبلیکیشنز کی تمام مطبوعات پر تمام اسلامی ممالک میں پابندی عائد کی جائے اور وہ عالم اسلام سے معافی مانگے۔

# خانپور سرخ و سفید سامراج دونوں اسلام کے دشمن ہیں

نمائندہ خصوصی

## عوامی راج میں مرزائی چوہے بلوں سے باہر نکل آئے ہیں ★ پاکستان کے رشدیوں کا بھی نوٹس لیجئے

عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی نائب صدر سید عطاء المومن بخاری گزشتہ دنوں خانپور تشریف لائے تو احرار کارکنوں کے مختلف وفود سے ملاقات کے علاوہ جامع مسجد عثمانیہ میں حضرت مولانا عبد الحق چوہان کی صدارت میں ایک بڑے جلسہ سے بھی خطاب کیا۔ آپ نے کہا کہ موجودہ مغربی جمہوریت کے تحت ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ ناممکن ہے سنت نبوی اور اسوۂ صحابہ کرام پر عمل پیرا ہو کر ہی نفاذ اسلام کی جدوجہد کامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔ جو قومیں اپنے اسلاف کو فراموش کر دیں ان کے مشن کو نظر انداز کر کے اسلامی تعلیمات سے روگردانی اور خدا کے دین سے بغاوت و سرکشی کریں وہ اپنی منزل سے بھٹک جاتی ہیں۔ ایک مسلم نظریاتی ریاست میں عورت کا حکمران بن جانا دینی حلقوں اور امت کے لئے بڑا امتحان ہے۔ بیگم بے نظیر سے ہماری ذاتی مخالفت نہیں، بات محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی ہے۔ ہم کلمہ حق کہنے میں کسی مصلحت کا شکار نہ ہوں گے۔ اور نہ دین کے معاملے میں کسی قسم کی سودے بازی قبول کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ اور روس نواز اپنے آقاؤں کے احکامات کی پابندی کو ہی اپنی فلاح و ترقی کا راز سمجھتے ہیں تو ہم مسلمان ہونے کے ناطے سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری میں دین و دنیا کی فلاح اور آخرت میں نجات پر کیوں ایمان نہ رکھیں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے حسن آخرت کا یقینی وعدہ فرمایا ہے جو اس کے احکامات کی اطاعت و فرماں برداری کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سرخ و سفید سامراج دین کے دشمن ہیں اور وہ کبھی بھی مملکت خداداد میں اسلام کی بالادستی کو برداشت نہیں کر سکتے۔ انہوں نے موجودہ نظام تعلیم کو غیر اسلامی قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس کے ذریعہ نسلِ نو پر مغرب کی لادینی تہذیب و ثقافت مسلط کر کے

گمراہ کیا جا رہا ہے۔ اس کے باوجود ہم حالات سے مایوس نہیں۔ کیونکہ اتنی زبردست یلغار کے باوجود نوجوانوں میں دین کے لئے مر مٹنے کے جذبات کو ختم نہیں کیا جا سکا۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ مذہبی قوتیں منتشر ہونے کی بجائے متحد ہو کر حکومتِ الٰہیہ کے قیام کے لئے اجتماعی جدوجہد کریں، جس کے نتیجہ میں یقیناً بہتر نتائج حاصل ہوں گے۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ امتناعِ قادیانیت آرڈیننس اور تحفظِ مقامِ صحابہؓ آرڈیننس کے نفاذ کو یقینی بنا کر ان پر عمل درآمد کرایا جائے، جبکہ عوامی حکومت کی پالیسیوں سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ ان آرڈیننسوں کو ختم کرنا چاہتی ہے۔ اگر ایسا ہوا تو حکومت کو بہت بڑی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

مجلس احرار اسلام کے رہنما جناب حافظ محمد اکبر نے خطاب کرتے ہوئے ملک میں مرزائیوں کی بڑھتی ہوئی تخریبی سرگرمیوں پر گہری تشویش کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی کے برسرِ اقتدار آتے ہی مرزائیوں نے پر پرزے نکالنے شروع کر دیئے۔ اور ایسا لگتا ہے جیسے وہ پی پی پی کے اقتدار میں آنے کے انتظار میں تھے۔ مرزائی حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر پہلے سے زیادہ تعداد میں قبضہ جما رہے ہیں۔ اور گمراہ کن لٹریچر شائع کر رہے ہیں۔ حکومت فوری طور پر ان کا نوٹس لے۔

ملک بھر کی طرح خان پور شہر کی مختلف تنظیموں اور شہریوں نے سانحۂ اسلام آباد، شیطانی کتاب، ٹی وی کے میوزک ۸۹ء پروگرام اور ملک میں بڑھتی ہوئی فحاشی اور جنسی انارکی کے خلاف احتجاجی جلسے جلوس اور مظاہرے کئے۔ مجلس احرار اسلام خان پور کے صدر حضرت مولانا عبدالقادر ڈاہر، ناظمِ اعلیٰ جناب مرزا عبدالقیوم بیگ اور ناظم نشر و اشاعت جناب بدر منیر احرار نے ایک احتجاجی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے سانحہ اسلام آباد کی شدید مذمت کی اور بے گناہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے والوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ شیطانی کتاب کا مصنف شیطان رشدی ان شاء اللہ اپنے انجام کو پہنچے گا۔ لیکن مسلمان، ان سلمان رشدیوں کو بھی پہچانیں جو ہمارے ملک میں موجود ہیں جن کی کتابیں توہینِ رسالتؐ، توہینِ صحابہؓ اور توہینِ ازواجِ رسولؐ سے بھری پڑی ہیں۔ انہیں کوئی بھی پوچھنے والا نہیں۔ مرزائی۔ رافضی اور کمیونسٹ سلمان رشدی سے کم نہیں۔ کیونکہ رشدی کی کتاب کے اصل مآخذ یہی خبیثانِ عجم ہیں جنہوں نے منافقت کا روپ دھار کر اسلام کو رسوا کرنے کی مذموم کوشش کی۔

**مرید کے میں نقیبِ ختمِ نبوت حکیم محمد صدیق تارڑ نظامی دواخانہ سے طلب فرمائیں**

# احرار کی تاریخ ساز فتح اور مرزائیوں کی ذلت آمیز شکست

مرزائی ہزار کوشش کے باوجود ربوہ میں اپنے جھوٹے نبی کا جشن نہ منا سکے اور ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوئے۔ جولائی ۱۹۸۸ء میں مجلس احرار اسلام کے مرکزی نائب صدر ابن امیر شریعت سید عطاء المومن بخاری مدظلہ نے چیچہ وطنی میں ایک پریس کانفرنس کے ذریعہ انکشاف کیا تھا کہ مرزائی ۱۹۸۹ء میں اپنی جھوٹی نبوت کا جشن منانا چاہتے ہیں انہوں نے اُس وقت حکومت کو خبردار کیا تھا کہ وہ اس سازش کا نوٹس لے ورنہ حالات سنگین صورت اختیار کر سکتے ہیں۔ مجلس احرار اسلام کے رہنماؤں اور کارکنوں نے پورے ملک میں جلسے، جلوس اور اخبارات کے ذریعہ عوام کو اس کے سدباب کیلئے آمادہ و تیار کیا۔ مرزائیوں نے ۲۳ مارچ کو ربوہ میں جشن کا اعلان کر دیا اس پر ۲۲ مارچ کو جامع مسجد احرار ربوہ میں منعقدہ گیارہویں سالانہ شہداء ختم نبوت کانفرنس میں احرار کے مرکزی رہنماؤں نے حکومت کو آخری بار متنبہ کیا کہ وہ اس "انگریزی جشن" پہ پابندی کا اعلان کرے ورنہ مجلس احرار اسلام ۲۲ مارچ کو ربوہ میں جلسہ اور جلوس کا اہتمام کرے گی اور احرار کے رضاکار اس جشن کو ناکام بنانے کیلئے جانوں پر کھیل جائیں گے۔

ملک کی تمام دینی جماعتوں نے مجلس احرار اسلام کے پروگرام سے مکمل اتفاق کرتے ہوئے بھرپور ساتھ دینے کا اعلان کیا مخدوم المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ کے حکم پر اسلام آباد میں علماء جمع ہوئے اور ۲۲ مارچ کو ربوہ میں جلسہ جلوس کا حتمی پروگرام طے کر لیا گیا۔

۱۸ مارچ کو ضلعی و مقامی انتظامیہ کے افسران نے ربوہ میں علماء سے ملاقات کی اس میں مولانا اللہ یار ارشد، ... قاری خالد مسعود گیلانی اور قاری محمد یامین گوہر کے علاوہ دیگر علماء بھی شریک ہوئے۔ علماء کرام نے افسران پر واضح کر دیا کہ ہم مجلس عمل کے امیر حضرت مولانا خان محمد مدظلہ کے حکم کے پابند ہیں دوسرے روز کمشنر فیصل آباد اور ڈی آئی جی نے ربوہ میں علماء سے ملاقات کی اور صورتِ حال کا جائزہ لیا۔

انتظامیہ پر واضح کر دیا گیا تھا کہ مجلس احرار اسلام کے کارکن قائد تحریک ختم نبوت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ اور سید عطاء المومن بخاری مدظلہ کی قیادت میں بہت بڑا جلوس نکالیں گے۔ چنانچہ اعلیٰ صوبائی حکام نے مسلمانوں کے دینی جذبات کی قدر و ترجمانی کرتے ہوئے صورتِ حال کو خراب ہونے سے بچا لیا اور جشن پر پابندی عائد کر دی اور ربوہ میں بیس مرزائیوں کو جشن منانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے گرفتار کر لیا گیا۔ یہ احرار کی تاریخ ساز فتح اور مرزائیت کی ذلت آمیز شکست ہے۔

فیصل آباد
محمد طاہر لدھیانوی

# صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی اسوہ حسنہ کا عکس جمیل ہے

گذشتہ دنوں عالمی مجلس احرار اسلام کے مبلغ مولانا سید خالد مسعود گیلانی فیصل آباد آئے تو جماعت کے تنظیمی امور کے سلسلہ میں احرار کارکنوں سے ملاقات کی، مدرسہ عربیہ جامعہ قرآنیہ میں درس قرآن کریم کا اہتمام کیا گیا جس میں طلبہ اور شہریوں نے شرکت کی سید خالد مسعود گیلانی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہمارے اعمال میں سیرت نبوی کی جھلک آ جائے تو تمام زندگی عبادت کے درجہ میں آ جائے گی مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم پر فرض ہے کہ خورد و نوش اور بود و باش سے لیکر اصول حکمرانی تک ہر مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے رہنمائی حاصل کریں۔ انفرادی زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے اعمال سے لیکر اجتماعی زندگی کے بڑے سے بڑے اعمال تک ہر شعبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کی رہنمائی اور دستگیری فرمائی ہے۔ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں تمام انسانوں کو دنیا و آخرت کی کامیابی کے لئے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا۔ جب ہر سطح کے اعمال میں اسوۂ حسنہ کی جھلک آئے گی تو ہر عمل عبادت ہو جائے گا۔ اور اگر وہی عمل کفار کے طریقوں پر کیا جائے تو وہ گناہ کا باعث ہو گا۔ سید خالد مسعود گیلانی نے کہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس جمیل ہے۔ انہوں نے انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام اعمال میں سیرت طیبہ کی پیروی کی تو دونوں جہانوں کی کامیابیاں ان کے فرش راہ ہوئیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ تک صحابہ کی خلافت راشدہ کا تابناک دور اس کی زندہ مثال ہے۔ جب درسگاہ نبوت کی تربیت یافتہ اور سند یافتہ جماعت نے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر اس دور کی متمدن کافر حکومتوں کو الٹ دیا اور اسلام کی حکمرانی قائم کی۔ سید مسعود گیلانی نے کہا کہ اسوۂ حسنہ سے روگردانی اور انحراف کے نتیجہ میں آج کافر و مشرک قومیں مسلمانوں پر حاکم ہیں۔ انسانی غلامی سے نجات اور معاشرے کی ترقی کا انحصار صرف اور صرف اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔

محمد حسن چغتائی (مدینہ منورہ)

# حاصل مطالعہ

**زمانہ** زمانہ بقائے اصلح کا قائل ہے۔ وہ بہت ہی حسّاس اور نقاد ہے۔ وہ صالح کی بجائے اصلح اور نافع کی بجائے انفع کو ترجیح دیتا ہے۔ لہٰذا اگر آپ کے اندر یہ چیزیں ہیں تو ہر وقت زمانہ آپ کا ہے اور آپ کے لئے منتظر ہے۔ زمانے کا شکوہ دراصل اپنی کمزوری کو چھپانے کی کوشش اور احساس کمتری کی علامت ہے۔ دنیا نہیں بدلی ہے، ہم بدل گئے ہیں۔ زمانہ آج بھی وہی ہے جو پہلے تھا۔ تبدیلی صرف اپنے اندر پیدا ہوئی ہے۔

**فہم قرآن** فہم قرآن اتنی بڑی نعمت ہے کہ اگر اس پر کوئی شخص خوشی سے دیوانہ ہو جائے اور گریبان چاک کر کے مجنونانہ کیفیت اختیار کر لے تو کوئی تعجب انگیز بات نہیں۔ کیا اُبَیّ بن کعبؓ کا واقعہ بھول گئے۔ ذرا تاریخ کے اوراق کو الٹ کر ایک مرتبہ پھر نظر ڈالیئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُبَیّ بن کعبؓ سے فرمایا کہ خدا نے تمہارا نام لے کر کہا ہے کہ کلام پاک پڑھوا کر سنو۔ تو سیدنا ابن کعبؓ پر وارفتہ کیفیت طاری ہوگئی۔ اور مارے خوشی کے چیخ نکل گئی اور فرمایا: اَوَ سَمَّانِی رَبِّی؟ اتنا کہہ کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اللہ اللہ کیا حال تھا۔ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و وارفتگی کا جس کا عشر عشیر بھی ہمارے نصیب میں نہیں۔

**موجودہ عہد کی عام ضمیر فروشی** یہ عام ضمیر فروشی کا دور ہے۔ بڑے بڑے فاضل اور صاحب قلم ہیں، جن کی ذہانت اور جن کے مطالعہ کے سامنے ہماری کوئی حیثیت نہیں۔ لیکن ضمیر کے نام کی کوئی چیز ان کے یہاں نہیں پائی جاتی۔ ان کے دماغ کی جگہ پر دماغ ہے اور دل کی جگہ پر بھی دماغ ہی ہے بلکہ ان کے پہلو میں ایک دھڑکتے ہوئے دل کی بجائے ایک رواں دواں قلم رکھا ہوا ہے جو سب کچھ لکھ سکتا ہے۔ جس کے یہاں آخرت کی جواب دہی اور ضمیر کی علامت اور سرزنش کا کوئی سوال نہیں۔ ان میں زمانہ کے ساتھ بدلنے اور اس کے مطالبوں کی ترجمانی کرنے کی غیر محدود صلاحیت ہے۔

(منقول از: "پاجا سراغ زندگی" تقاریر: مولانا ابوالحسن علی ندوی)

# مطبوعات تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت پاکستان

- مشاہداتِ قادیان (حضرت مولانا محمد عنایت اللہ چشتی) -/۵۰ روپے
- اسلام اور مرزائیت (حضرت مولانا محمد عبداللہ) -/۱۰ "
- تاریخ محاسبۂ قادیانیت (پروفیسر خالد شبیر احمد) -/۱۲۰ "
- تحریکِ تحفظِ ختم نبوت (جدوجہد احرار کے پس منظر میں) (سید کفیل بخاری) -/۸ "
- مولانا محمد قاسم نانوتوی پر مرزائیوں کا بہتان (مولانا ادریس کاندھلوی) -/۱ "
- مسلمان اور کادیانی (علامہ اقبال) -/۱ "
- = Qadianis Traitors to Islam By Iqbal. -/5 "
- = Ahmadiya Movement By- H. A. WALTER. -/1 "
- = Qadianism by Abulhasan Ali Nadvi
- = Khatme-Nubuwwat A key to human peace. By Ch. Afzal-Haq -/1 "
- احرار اور مسلم لیگ (محمد رفیق اختر) -/۱۰ "
- یادگارِ بخاری رح (رحیم بخش سیال) -/۱۰ "
- آتشِ ایران (سید آلِ عمران مشہدی) -/۸۰ "
- الناہیہ عن طعن امیر معاویہ (مولانا عبدالعزیز پرہاروی رح) -/۱۵ "
- حضرت حسین رض کے قاتل -/۲ "

- مسئلہ ختمِ نبوت علم و عقل کی روشنی میں (حضرت مفتی محمد اسحٰق صدیقی) -/۱۲ روپے
- لہٗ دعوت الحق (حضرت مولانا محمد عبداللہ) -/۲۰ "
- قادیانیوں کا چہرہ (مولانا عاشق الٰہی) -/۵ "
- مرزائیت (ابو مدثرہ) -/۱ "
- مرزا غلام کادیانی سرسید احمد خان کی نظر میں -/۱ "
- فتویٰ امام ربانی بر مرزا غلام قادیانی ۱۳/۵۰
- تاریخ احرار (مفکرِ احرار چوہدری افضل حق رح) -/۵۰ "
- مقالاتِ امیرِ شریعت (جانشین امیرِ شریعت سید ابو معاویہ ابوذر بخاری) -/۳۰ "
- مسئلہ شہید گنج (مولانا مظہر علی اظہر رح) -/۱۲ "
- غبارِ کارواں (قائدِ احرار شیخ حسام الدین رح) -/۵ "
- سرخ لکیر (مدیرِ احرار ماسٹر تاج الدین انصاری رح) -/۱۰ "
- بطلِ حریت امیرِ شریعت (مجموعہ مضامین) -/۱۰ "
- سید عطاء اللہ شاہ بخاری (عبدالغنی فاروق) -/۵ "
- خمینی کے بارے میں علماء کا متفقہ فیصلہ (مولانا منظور نعمانی) -/۲۴ "
- ایرانی انقلاب، خمینی اور شیعیت " -/۳۰ "
- خونِ عثمان رض -/۱۰ "

## نقیبِ ختمِ نبوت
### امیرِ شریعت رح نمبر

حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مجاہدانہ زندگی اور انقلاب آفریں جدوجہد پر ملک کے نامور اہلِ قلم، ہم عصر اور علماء کے مضامین کا مجموعہ۔ محدود سٹاک موجود ہے۔ جلد طلب فرمائیں۔ قیمت -/۶ روپے

نئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں: ۱۔ لہٗ دعوت الحق (مرزائیوں کو دعوتِ اسلام - مولانا محمد عبداللہ) -/۲۰ روپے
۲۔ محدثِ اعظم امام اعظم ابوحنیفہ رح (مولانا محمد یعقوب رح) -/۱۲ روپے ۳۔ سرخ لکیر (ماسٹر تاج الدین انصاری) -/۱۰ "

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان
دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان - فون نمبر ۷۲۸۱۳

# آئیے۔ اللہ کی رضا اور اجر حاصل کیجئے۔!

## ہمارے دینی ادارے اور مستقبل کے منصوبے

## مسلمان توجہ فرمائیں

★ — مجلسِ احرارِ اسلام دینی انقلاب کی داعی ہے۔ دینی انقلاب — دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کیے بغیر ممکن نہیں۔ ۱۹۲۹ء سے آج تک احرار نے بیسیوں تحریکوں کو جنم دیا اور پروان چڑھایا۔ احرار کی سب سے بڑی، مضبوط اور زندہ تحریک **تحریکِ ختمِ نبوت** ہے۔

★ — پاکستان سے پہلے اور پاکستان کے بعد احرار نے سینکڑوں دینی ادارے قائم کیے جن سے اُمتِ مسلمہ میں دینی مزاج عام اور دینی قوتوں میں اضافہ ہوا۔ اکابرِ احرار نے ایک بات شدت سے محسوس کی کہ جب تک دینی ادارے بنیادی طور پر احرار کی نگرانی میں نہیں چلتے اُس وقت تک یکجہتی پیدا ہونا مشکل امر ہے۔ لہٰذا ہم نے اُمتِ مسلمہ کے تعاون سے اندرون و بیرونِ ملک دینی ادارے قائم کئے ہوئے ہیں جن کی مختصر تفصیل یوں ہے :

★ مدرسہ معمورہ — مسجدِ نور، تغلق روڈ ملتان —
★ مدرسہ معمورہ — دارِ بنی ہاشم، پولیس لائنز روڈ ملتان
★ مدرسہ محمودیہ معمورہ — ناگڑیاں ضلع گجرات —
★ جامعہ ختمِ نبوت — مسجد احرار متصل ڈگری کالج ربوہ ۔ فون نمبر : ۸۸۶ —
★ مدرسہ ختمِ نبوت — سرگودھا روڈ ربوہ —
★ دارالعلوم ختمِ نبوت — چیچہ وطنی ۔ فون نمبر : ۲۹۵۳ —
★ مدرسہ ابوبکر صدیق — تلہ گنگ ضلع چکوال —
★ یوکے ختمِ نبوت مشن — (ہیڈ آفس) گلاسگو، برطانیہ —

یہ ادارے سرگرمِ عمل ہیں۔ ان کے اخراجات اور آئندہ کے منصوبے، مسجد احرار ملتان، مدرسہ معمورہ کے بڑھتے ہوئے کام کے پیشِ نظر زمین کی خرید اور تعمیرِ نو، دفاتر کا قیام، بیرونی ممالک میں مبلغین کی تعیناتی اور اداروں کا قیام، پچاس کتابوں کی اشاعت — یہ تمام کام اُمتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعاون سے ہوگا۔ یہ کام آپ ہی نے کرنا ہے۔

تعاون آپ کریں دُعاء ہم کرینگے اور اجر اللہ پاک دینگے — آئیے، آگے بڑھئے اور اجر کمائیے

فقیر سید عطاء المحسن بخاری
مدیر مدارس التحفیظ والمساجد
دارِ بنی ہاشم ○ پولیس لائنز روڈ ○ ملتان
ترسیلِ زر کے لئے : اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲ حبیب بنک لیمٹڈ حسین آگاہی ملتان